بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مُبین مترجم

۱۷ (17)

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک مُحرّم ایجوکیشن ٹرسٹ
(۲۷۹- بریٹو روڈ- کراچی- فون: ۷۲۳۲۳۵۴)

www.drhasanrizvi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصۃ التفاسیر

قرآنِ مُبین مُترجم

پارہ

۱۷

مختلف مکاتبِ فکر قدیم و جدید اہم تفاسیر کا خلاصہ
اور آسان اُردو ترجمہ

از ڈاکٹر محمد حسن رضوی

ناشر: پاک محرم ایجوکیشن ٹرسٹ (رجسٹرڈ)
(۲۷۹۔ برنٹو روڈ۔ کراچی۔ فون ۷۲۲۳۵۴۱)

www.drhasanrizvi.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیق کی جاتی ہے کہ زمین پاک قرآن ایجوکیشن لمیٹڈ
کراچی کا کتابت کردہ پارہ 17 بغور پڑھا گیا ہے
میری دانست کے مطابق اس پارے میں کتابت شدہ
الفاظ اور اعراب میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حافظ محمد ابراہیم فیضی
منظور شدہ پروف ریڈر محکمہ اوقاف
کراچی

محمد اقبال [illegible] عفی عنہ
ریلیجیس ایڈمنسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف

www.drhasanrizvi.com

قرآنِ مبین
(خلاصۃ التفاسیر)

-: از ڈاکٹر محمد حسن رضوی :-

تبصرہ ______________ از پروفیسر سردار نقوی صاحب

قرآن، اللہ کا کلام ہے، جو ہر دور اور ہر علاقہ کے انسانوں کے لیے ہدایت کا پیغام ہے۔ بابِ مدینۃ العلم حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:

"قرآن کا ظاہر انیق اور باطن عمیق۔"

قرآن کی متعدد تفاسیر اس کے باطن کی گہرائی کو آشکار کرنے کی علمی کاوشیں ہیں۔ لیکن اُن تفاسیر کا ذخیرہ اس قدر زیادہ ہے کہ اُس سے استفادہ کا موقع ہر شخص کو حاصل نہیں ہے۔ "مفسرِ قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی" نے نہایت محنت کاوش کے ذریعہ قرآن کی تمام اہم تفاسیر کا خلاصہ، "خلاصۃ التفاسیر" کی صورت میں مرتب کیا ہے، جو قرآن فہمی کے سلسلہ میں ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

ادق ہیں گرچہ مضامین، بیان ہے شستہ ☆ بہت حسین ہے فکرِ حسن کا گلدستہ

"خلاصۃ التفاسیر" مضامینِ قرآنی کا ایک ایسا حسین گلدستہ ہے جس میں مختلف تفاسیر کی خوشبو ایک وحدت میں ڈھل گئی ہے۔ بلاشبہ یہ ایک ایسا عظیم علمی کارنامہ ہے جس کے لیے مفسرِ قرآن ڈاکٹر محمد حسن رضوی تمام علم دوستوں کی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ خداوندِ عالم موصوف کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

مخلص سردار نقوی

www.drhasanrizvi.com

خلاصۃ التفاسیر قرآنِ مبین

از ڈاکٹر محمّد حسن رضوی

تبصرہ ——————— از پروفیسر ڈاکٹر سیّد منظر حسین کاظمی

انسان کی ابدی زندگی میں سُرخروئی کا انحصار موجودہ چندروزہ زندگی کی کارکردگی پر ہے۔

گزیدہ موجودہ دور کے کسی کردار میں مشک و عنبر تلاش کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ افراتفری کی فضا میں سیرت کی پختگی اور اخلاق کی بلندی صرف اُنھیں نصیب ہوتی ہے جو قرآن مجید کو سرچشمۂ ہدایت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں انسان کے لیے مکمل ضابطۂ حیات درج ہے۔ ہماری مشکل یہ ضرور ہے کہ قرآن کی زبان عربی ہے اور ایسی عربی جو فصاحت و بلاغت میں ایک معجزہ ہے۔ لیکن اِس پر عبور حاصل کرنا تو دور کی بات ہے، کم ہی خوش نصیب اشخاص ہوں گے جنھیں قرآن کے مطالب صحیح طور پر سمجھنے کی صلاحیت ہو۔ زبان کو سمجھنے کی قدرت نہ ہو تو انسان خود کو ہدایاتِ الٰہی مطابق کیسے ڈھال سکتا ہے اور کس طرح اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے اپنے فرض کی ادائگی کی جانب راغب ہو سکتا ہے۔

یہ علمائے دین کا عطیہ ہے کہ اُنھوں نے قرآن مجید کا اُردو میں ترجمہ کرکے اُسے سمجھنے کی دعوت دی۔ پھر بھی زندگی کی کشمکش میں فکرِ معاش نے انسان کو اتنا جکڑ رکھا ہے کہ قرآن کو عربی زبان میں پڑھ کر اُس میں درج ہدایات پر عمل پیرا ہونا تو دور کی بات ہے، اُسے اردو زبان میں بھی پڑھنے اور سمجھنے کا وقت نہیں۔ ایمان اور عمل کے تضاد میں قرآن کی آواز ہر صورت میں بلند ہے کہ اُسے پڑھا جائے، سمجھا جائے، اُس پر عمل کیا جائے۔ اور اُسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔

احکامِ الٰہی کو فروغ دینے اور اُس پر عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری تھا کہ عربی زبان میں پیغام کو آسان ترین، دلچسپ اور واضح اُردو ترجمہ کے ساتھ روزمرّہ کی بول چال میں ڈھالا جائے جس میں محدود

www.drhasanrizvi.com

اور مختصر تعلیم رکھنے والے افراد بھی اس کے معنوی حصول سے قاصر نہ رہیں، اور ہر طبقے تک قرآنی احکامات آسانی سے پہنچ سکیں۔

یہ خدا ہی کی دین ہے کہ ایک عالم دین مولانا انیس الحسن مرحوم کے عالم فرزند پروفیسر ڈاکٹر سیّد محمد حسن رضوی نے قرآنِ حکیم کا باعتبار معانی و معارف ایک جامع و کامل ترجمہ اور تفسیر آسان ترین اُردو زبان میں پیش کیا۔ اللہ کے کلام کی گہرائیاں اتھاہ ہیں، جہاں ایک ایک آیت میں ہدایت و معرفت کے خزانے مختلف پہلوؤں سے جمع ہیں اور اُن کا احاطہ عام انسان کے بس میں نہیں۔ یہ عطائے الٰہی ہے کہ: ڈاکٹر محمد حسن صاحب نے آیاتِ قرآنی میں مضمر ہدایات کو عام زبان میں پیش کر کے ہر طالب علم کے ذہن تک پہنچانے کی کوشش کی، اور اپنی بات کو محمدؐ و آلِ محمدؑ کی تفسیر کے مطابق احادیثِ رسولؐ سے جدا نہ ہونے دیا۔ زبان اور اسلوب بیان نہ صرف سادہ، آسان اور سلیس ہے، بلکہ اس میں ادبی چاشنی کے ساتھ قرآن کا ادبی معیار بھی قائم ہے۔

ڈاکٹر صاحب کا کمالِ فن، ترجمہ اور تفسیر کے تسلسل اور ربط کے برقرار رکھنے میں ہے۔ احکاماتِ الٰہی کی ترجمانی ایسا نازک مسئلہ ہے کہ ذرا سی لغزش انسان کی عرق ریزی اور جانفشانی پر پانی پھیر دیتی ہے لیکن اُنھوں نے اپنے تقابل مطالعہ کو ڈھال بنا کر سرخروئی حاصل کی۔ یہ بات انتہائی قابلِ ستائش ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تفسیر کو قرآن مجید کے اصل مفسر، وارث اور نمائندے پیغمبرِ اسلام کے ارشادات سے منسلک رکھا۔ اسی لیے میرے علم میں ہے کہ اکابرین علمائے شیعہ و سُنّی نے اُن کے ترجمے اور تفسیرِ قرآنی کو ادبی حیثیت سے قبول کیا۔

؏ "یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی"

مولانا انیس الحسن مرحوم کی روح خوش ہوگی کہ اُن کے ہونہار فرزند ڈاکٹر سیّد محمد حسن رضوی نے دنیاوی علوم کے ساتھ دینی علوم میں بھی اُن کا نام روشن کیا۔ میری دعا ہے کہ:۔۔۔۔۔

www.drhasanrizvi.com

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی اِس کوششِ ترجمہ و تفسیرِ قرآن کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اُسے عوام کے حق میں مفید بنائے کہ وہ اپنی ابدی زندگی میں سُرخرو ہوں، اور یہ اُن کی نجات کا ذریعہ ثابت ہو۔ آمین

٭ پروفیسر ڈاکٹر سیّد منظر حسین کاظمی

۱۵ ستمبر ۱۹۹۹ء

استدعا:-

درج ذیل مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لیئے ایک سورہ فاتحہ کی درخواست ہے،

فاطمہ بیگم بنتِ مرتضیٰ عابدی — ہادی عابدی بنتِ مرتضیٰ عابدی

سلمہ عابدی بنتِ ہادی عابدی — نرجس عابدی بنتِ علی اظہر عابدی

جمیع مرحومین علی صفدر و آمنہ عابدی

شبر حسن ابن اظفر احسن — صابرہ خاتون

معصومہ خاتون — مبینہ خاتون

ظفر احسن ابنِ مظفر علی — اولاد حسن

حیدر شاہ ابن ظفر احسن — طاہرہ خاتون بنت مہتاب حسین

غلام الثقلین ابنِ زوار حسین — نرجس خاتون بنت فدا علی

زوار حسین ابن غضنفر حسین

www.drhasanrizvi.com

JUN-24-1999 05:55 PM SGD-RAZAVI 516+888+2466 P.01

Syed Hussain Yar-Khan
6178 Dalecrest Avenue
Woodland Hills, CA 91367 USA

Tel: (818) 704-6545
Fax: (818) 888-2466
E-Mail: snm356@pacbell.net

COMMENTS ON "KHULASA-TUL-TAFASEER"

I was given part 14 (پارہ ۱۴ - رُبَمَا) of "KHULASA-TUL-TAFASEER" of Quran-e-Mubeen by the author, Dr. Syed Mohammad Hasan Rizvi - for a cursory glance and comments. My observations are given below:

Translation of Arabic Text (Ayaat)

The Arabic verse and its Urdu translation are placed opposite each other on the same page with ayat number of each sura in the middle. This layout does not leave room for any mistake in their co-relation.

The Urdu rendering is simple and clear with the use of contemporary and current idioms of the language. Addition of a word or two here and there in the meanings of ayaat has led to subtle harmony of expression and sequence.

Sometime, a single word used in the Arabic verse had drawn a lot of explanation of its differing meanings for comprehensive understanding of the reader.

Interpretative Narrations (Tafaseer)

The simplicity of the language is striking. It is reflected throughout *tafaseer* providing background and context of revelation of each ayat. The *tafaseer* carry some prominent aspects which cannot go unnoticed:

1) They are rich in knowledge and information content.
2) They are brief, clear and carry effective and impressive explanations.
3) *Tafseer* is in-depth, yet cogent and concise with relevant information without going into cluttering details.
4) Some titles and sub-titles pose questions, naturally creating excitement in the reader's mind to seek their answers.
5) Poetic verses from well-known poets have been aptly cited making reading more interesting.
6) Some of the Arabic versions *tafaseer* have been directly translated into Urdu by the author for the sole purpose of inclusion in this book.
7) An attractive fea[illegible] in these narrations is incorporation of the scientific discoveries and technolo[illegible] advancements with a rejection of unproven modern theories and hypothesis: [illegible] bute to the author's progressive outlook which he passes on to his readers.

The Tafaseer are presented in big script and font. On balance, they are short, easy to read and understand. These features make them partic[illegible] attractive to the reader: easily digested,

* Chairman, Council of Trustees, Fatima Islamic Society, Canoga Park, California USA
* Former Civil Service Officer in Nigeria & Federal Government of Canada

www.drhasanrizvi.com

understood and assimilated. In short, they create and sustain a reader's interest throughout.

Conclusions:

The author has drawn certain conclusions on many issues. He seems to teach the reader how to derive conclusions based on objectivity, sound logic, solid reasons and good judgement. Nevertheless, a reader is not obligated to agree with those conclusions if he comes up with refutable arguments which will be very hard to find.

A Unique Feature: Reader's Choice

A unique feature of "Khulasa-Tul-Tafaseer" is that tafaseer are most authentic, compiled from top of the-line sources of *Mufassireen*. Interpretations are quoted from renowned Islamic Scholars of the 3 S's Sunni, Shia and Sufi schools of thought. The reader has the choice of reading a single version of his own school of thought ignoring other versions. But, simultaneously, spontaneous and instant access psychologically prompts and encourages the reader to read and review other versions out of curiosity - thus revealing a different point of view and opening up new horizons of thought in his mind.

These unique summaries of triple versions at a glance give the reader a good comprehensive grasp: a total perspective of the same verse. This three dimensional vision of the same ayat has an immense appeal to the Islamic student and scholar alike.

Impact of the Book on Muslim Community

The Muslim community at large would experience a beneficial impact both in the short run and the long run.

In the *short run* it should soften rigidity and cut down highly emotional stands on controversial sectarian issues. It should promote better understanding of the other sects' point of view.

In the *long run* the reading of inter-sectarian *tafaseer* should be conducive in sifting the distorted and polluted *ahadiths* (احادیث) based on political pressures exerted by the Shahs and Shahinshas, Califas, the Sheikhs, Amirs and Monarchs. This should soften the sectarian rigidity and be a unifying force based on flexibility, tolerance, love and peace which Islam professes.

Suggestions:

1) A summary of the *Suras* be included right at the outset before getting into the translation and tafseer of its ayaat.
2) An inter-sectarian conference should be called to remove and clear up some ridiculous and conflicting *ahadiths* (احادیث) from Islamic Books before reprints. These distorted *ahadiths* should be screened out, as they cast our Prophet Muhammad (S.A.W) in a negative spot light.

Tribute to the author:

It is my sincere prayer that Allah bless the author Dr. Syed Mohammad Hasan Rizvi and his family with health, happiness and prosperity in this world and *Sawab-e-Jariah* in the hereafter, and commensurate with his efforts to produce tafaseer of such a high calibre, Allah shower upon him and his family immense bounties and blessings with unbound sawab. (بےحساب)

Syed Hussain Yar-Khan
A.C.I.S (London)

www.drhasanrizvi.com

فہرست پارہ ۱۷

عناوین	صفحہ	عناوین	صفحہ
سورۃ الانبیاء کی روحانی خصوصیات	۲۶۸۱	مشرکوں سے سوال	۲۷۰۹
کافروں پر قرآن کا اثر	۲۶۸۵	شرک کی نفی، توحید کا اثبات	"
قرآن کی حقانیت	۲۶۸۷	دینِ توحید سب سے قدیمی دین ہے	۲۷۱۰
قرآن حادث ہے قدیم - حقیقتِ قرآن	۲۶۸۹	حضرت علی علیہ السلام کا استدلال	"
آیت ۶ کا مقصد یہ ہے	۲۶۹۰	غالی فرقے کا عقیدہ	۲۷۱۱
اہلِ ذکر کون ہیں ؟	۲۶۹۱	فرشتوں کی حالت	۲۷۱۲
نتیجہ اور تعلیم آیت ۸	۲۶۹۲	فرشتے سفارش کس کی کرتے ہیں	"
آیت میں کافروں کے قول کی رد ہے	"	مشرکین کی نفی	۲۷۱۳
بُرے کام کا بُرا انجام	۲۶۹۴	فرشتوں اور اولیاءِ خدا کی صفات اور معرفت	"
بے وقت کی توبہ۔ بے وقت کی راگنی ہے	۲۶۹۶	حقیقتِ شفاعت	۲۷۱۴
حق کی طاقت	۲۶۹۹	پانی کی اہمیت	۲۷۱۶
آخری نتیجہ ؟	۲۷۰۰	نتائج و تعلیمات	"
فرشتوں کی تعریف	۲۷۰۱	غرض آیت کا مفہوم	۲۷۱۷
نکتہ	۲۷۰۲	جدید سائنس کے نزدیک آسمان سے مراد	۲۷۱۸
فرشتوں کی صفات - اصل پیغام	۲۷۰۳	نتائج۔ آیت کا پیغام	۲۷۱۹
ملائکہ کی عبادت	"	نتائج و تعلیمات	۲۷۲۱
خدائی شان کی معرفت	۲۷۰۴	کافروں کو جواب دیا جارہا ہے	"
شرک کی نفی اور معرفتِ خداوندی	۲۷۰۵	محققین نے نتیجہ نکالا	۲۷۲۳
خدا کے وجود اور یکتا ہونے کی دلیل	۲۷۰۶	سوال اور جوابِ سوال	۲۷۲۴
انسان کی غرضِ تخلیق	۲۷۰۸	کافروں کی حماقت، طلبِ عذاب	۲۷۲۵
عظمتِ خداوندی	"	عذابِ آخرت کی کیفیت	"

www.drhasanrizvi.com

ب

عناوین	صفحہ
ایک اور اندازِ تفسیر	۲۷۲۹
آیت کا منشاء اور مقصد	۲۷۳۰
قرآن مجید کا ادب اور احترامِ انسانیت	۲۷۳۱
آیت کا مفہوم	۲۷۳۲
بہترین وعظ	۲۷۳۳
اعمال کی ترازوؤں کی اہمیت	"
اعمال کی ترازو کی کیفیت	۲۷۳۴
حاصل و نتائج	۲۷۳۵
سورۃ الانبیاء کا خلاصہ	۲۷۳۶
آیت کے الفاظ کی تشریح	۲۷۳۷
خدا کا علم	۲۷۳۹
آباء و اجداد کی پیروی جو آج بھی موجود ہے	۲۷۴۳
احتمالات	۲۷۴۶
محققین نے نتیجہ نکالا	۲۷۴۷
حضرت ابراہیمؑ کا جواب اور اُس کے رُموز	۲۷۴۹
حضرت ابراہیمؑ کے تین جھوٹ	۲۷۵۲
مولانا مودودی نے یہ نہ سوچا	"
حضرت ابراہیمؑ کے استدلال کی زبردست کامیابی	۲۷۵۴
مشرکوں کا مطلب یہ تھا	۲۷۵۷
حضرت ابراہیمؑ کا اللہ پر توکل	۲۷۵۸
حضرت ابراہیمؑ کی مناجات اور دُعاء	"
خدا کا فرمانا: اے آگ ٹھنڈی ہو جا	۲۷۶۰
اِس آیت پر بیچارے نیچریوں کی بے بسی قابلِ دید ہوتی ہے	
آگ نے حضرت ابراہیمؑ کو کیوں نہیں جلایا	۲۷۶۱
برکت والی زمین	۲۷۶۲
نافلہ کے معنی	۲۷۶۳
نُبوّت، رسالت اور امامت کا فرق	۲۷۶۴
خدا کا فرمانا کہ "ہم نے امام معیّن کیے ہیں"	۲۷۶۵
دو قسم کے امام	"
جھوٹے امام کی علامت	۲۷۶۶
سچّے امام کی علامت	"
حضرت لوطؑ کی قوم کے گندے کام	۲۷۶۷
نوحؑ نے ہمیں پکارا تھا	۲۷۶۸
لفظ اَھَل کے معنی	۲۷۷۰
خدا کی سزا کی نوعیت	۲۷۷۱
وصی کا تعیّن فیصلے کی خوبی پر	۲۷۷۲
نتیجۂ فیصلہ	۲۷۷۳
علم و حکم کے معنی	"
عدالت کا اصول	"
حضرت داؤدؑ بڑے خوش الحان تھے	۲۷۷۵
روزی کمانے کی ہدایت اور لوہے سے زرہ بنانے کی ایجاد	۲۷۷۶
لوہے کا استعمال	۲۷۷۶
لوہے کی نعمت پر شکر ادا کرو	۲۷۷۷
حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہوا پر	۲۷۷۸
توحیدِ ذاتی	۲۷۷۹
حضرت ایوبؑ کی دعاء کا انداز	۲۷۸۰

www.drhasanrizvi.com

عناوین	صفحہ
حضرت ایوبؑ کا قصہ	۲۷۸۰
حضرت اسماعیلؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت ذوالکفل	۲۷۸۲
حضرت یونسؑ کا ذکر	۲۷۸۳
اسباق اور نتائج	۲۷۸۶
جناب زکریاؑ کی دعاء کا ذکر	۲۷۸۷
تعلیمات و نتائج	״
بیوی کی اصلاح کردی	۲۷۸۹
روح پھونکنے کا مطلب	۲۷۹۰
شیعوں کی قدیم تفسیروں میں	۲۷۹۱
اہلِ سنّت کے محققین نے	۲۷۹۵
یاجوج اور ماجوج	״
مشرکین میں بے چینی	۲۷۹۷
زفیر کے معنی	۲۷۹۸
محبت کا انجام	۲۷۹۹
جنتیوں کو چار عظیم نعمتیں ملیں گی	۲۸۰۰
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا	۲۸۰۱
روزِ محشر تین لوگوں کو نجات۔ اور	۲۸۰۲
چار قسم کے فائدے	״
قیامت کے آنے کا نقشہ	۲۸۰۳
وہ نیک بندے کون ہیں ؟	۲۸۰۴
دنیا کا اچھا انجام و اختتام	״
یہ مکمل عدل و انصاف کا نظام	۲۸۰۵
نظامِ عالم کی ہم آہنگی اور انضباط	״
فطری دعوتِ اطاعت	״
حقیقی وراثت اور عارضی وراثتِ ارضی	۲۸۰۶
حضور اکرم عالمین کے لیے رحمت	۲۸۰۷
عالمین سے مراد	۲۸۰۸
عقیدۂ توحید کی اہمیت	۲۸۱۰
پیغامِ توحید کا اعلانِ عام	۲۸۱۱
توہین آمیز باتوں کا انجام	۲۸۱۲
فوری سزا نہ ملنے پر تم ہرگز یہ نہ سمجھ بیٹھنا	۲۸۱۳
اصل میں کافروں اور ظالموں کو سب سے بڑا دھوکا	״
خدا پر توکل	۲۸۱۴
سورۃ الحج ۲۲ کے روحانی خصوصیات	۲۸۱۵
قیامت زلزلہ۔ قیامت کی ابتداء	۲۸۱۶
شانِ نزولِ آیت	۲۸۱۷
امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کا خط	۲۸۱۸
ایک بڑے اعتراض کا جواب	۲۸۱۹
شانِ نزولِ آیت ۳	۲۸۲۰
آیت ۵ کے نتائج و تعلیمات	۲۸۲۱
دوسری دلیل۔ حاصلِ مطلب	۲۸۲۳
اَرذلِ العمر	״
"اھتزت" کے معنی	۲۸۲۴
انسانی تخلیق پر غور کرنا	״
آیت کا حاصل۔	״
بڑھاپے کی عمر کو رذیل ترین عمر کہتے ہیں	״
اللہ کی قدرت میں تفکر بڑی عبادت ہے	۲۸۲۶

www.drhasanrizvi.com

عناوین	صفحہ
۲ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ اُن سے بلند درجہ کوئی خصلت نہیں	۲۸۲۷
شانِ نزول آیت ۹	"
یہ آیت اُن احمقوں کی شان میں اُتری جو؟	۲۸۲۸
کندھا پھرا لینا یا موڑ لینا	"
بدترین قسم کے ۲ دو گروہ	۲۸۲۹
دنیا پرست نام نہاد مسلمان	۲۸۳۱
کنارے پر کھڑے ہونے کے معنی	۲۸۳۲
شانِ نزول آیت ۱۱	۲۸۳۳
مجوسی کون ہیں ؟	۲۸۳۷
صابئین سے مراد	۲۸۳۸
سجدے سے مراد - نتائج	۲۸۴۰
آیت کا مفہوم یہ ہے	۲۸۴۱
دل کی سختی کا علاج جہنم کا ایک منظر	۲۸۴۲
کفار کے لیے چار سزاؤں کا ذکر	۲۸۴۴
محققین نے نتیجے نکالے	۲۸۴۵
جنت کی ایک جھلک	"
صراط الحمید - طیب من القول	۲۸۴۶
اللہ کی راہ سے روکنے کے معنی	۲۸۴۸
محققین نے نتیجہ نکالا	"
حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا	"
فقہاء نے فتویٰ دیا - نتیجہ آیت	۲۸۴۹
ظلم کے راستے سے مراد - نتیجہ	۲۸۵۰
کعبہ کی فضیلت اور رحمتیں	۲۸۵۱

عناوین	صفحہ
حضرت ابراہیمؑ کی آواز	۲۸۵۲
حاجیوں کے درجات	"
حج کے فوائد	۲۸۵۴
جانوروں پر اللہ کا نام لینے سے مراد	۲۸۵۶
أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ	"
عرفات میں قیام کرنے والوں کی فضیلت	"
مشعر الحرام کی فضیلت	"
آیت ۲۹ کے الفاظ کی وضاحت	۲۸۵۷
رِجس - یعنی گندگی سے مراد	۲۸۵۹
حج کے اخلاقی و روحانی فوائد	"
حُنَفَاءَ لِلّٰهِ کی وضاحت	۲۸۶۱
شعائر اللہ کے معنی - تقویٰ القلوب	۲۸۶۳
آیت ۳۴ کے الفاظ کی وضاحت	۲۸۶۵
اونٹ کو نحر کرنے کا طریقہ	۲۸۶۷
قربانی کے گوشت کی تقسیم	۲۸۶۸
شعائر اللہ کون ہیں ؟	"
راہِ خدا میں قربانی کی فضیلت	۲۸۶۹
اعمال کا دارومدار نیت اور تقویٰ پر ہے	"
نذر و نیاز	۲۸۷۰
جہاد کی حقیقت دفاع ہے	۲۸۷۱
شانِ نزول آیت ۳۹	"
جہاد کا مقصد	۲۸۷۲
آیت ۴۱ کے اولین اور حقیقی مصداق	۲۸۷۵
اسلامی حکومت کی صحیح تصویر کشی	۲۸۷۶

www.drhasanrizvi.com

عناوین	صفحہ
"نکیر" کی وضاحت	۲۸۷۷
حضرموت اور کنویں کی عبادت	۲۸۷۸
"قصرِ مشید" "بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ"	۲۸۷۹
فقہاء نے نتیجہ نکالا	"
آنکھیں چار ہوتی ہیں	۲۸۸۰
آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار سال	۲۸۸۲
کے برابر ہوگا۔	"
محققین نے نتیجے نکالے	۲۸۸۴
مغفرت (کا مطلب)	۲۸۸۵
رزقِ کریم (کے معنی)	"
"سَعَوْا" (کے معنی)	۲۸۸۶
مُعٰجِزِیْنَ ۔ جحیم (کے معنی)	"
خداوندِ عالم اپنے انبیاء کا مددگار ہے	۲۸۸۷
دوسری بات ۔ تیسری بات ۔ چوتھی بات	۲۸۸۸
اصل بات ۔ مگر شاہ ولی اللہ صاحب کے	۲۸۸۹
بیان کے مطابق ۔	
علامہ طبرسیؒ نے لکھا	"
مشہور عظیم سنی محقق اور محدث ابن بیہقی	"
نے لکھا	
رسول ۔ نبی اور محدث کی تعریف	"
شیطان کی فتنہ پردازیوں کا نتیجہ	۲۸۹۰
نہایت احمقانہ واقعہ	"
عربی لغت میں ایمان کے معنی	۲۸۹۱

عناوین	صفحہ
ایمان کا لفظ اَمن سے ماخوذ ہے	۲۸۹۱
شرعی اصطلاح میں ایمان لانے کے معنی	"
نتائج و تعلیمات	۲۸۹۲
حق کے سب سے بڑے مخالف	۲۸۹۳
عقیم کے معنی	"
حکومت تو آج بھی صرف اللہ ہی کی ہے	۲۸۹۴
حکومت یا حاکمیت کی دو قسمیں ہیں	"
نتائج و تعلیمات	۲۸۹۵
عذابِ الٰہی کی قسمیں	"
آیت کا پیغام	۲۸۹۶
رزقِ حسن ۔ نتیجہ	"
شہادت کے اصل معنی	۲۸۹۷
آیت کا پیغام	"
خدا علیم ہے ۔ خدا حلیم ہے	۲۸۹۸
مظلوم کی مدد خدا کرتا ہے	۲۸۹۹
نتائج و تعلیمات ۔	"
امام شافعی نے نتیجہ نکالا	"
شانِ نزولِ آیت ۵۹	۲۹۰۰
آیت کے حقیقی اور اوّلین مصداق	"
خداوندِ عالم کا فرمانا "یہ اس لیے کہ"	۲۹۰۲
ظلم کو بہرحال ختم ہونا ہے	۲۹۰۴
آخری فتح حق کی ہی ہوگی	"
وَمَنْ عَاقَبَ ۔ هُوَ الْحَقُّ کے معنی	۲۹۰۶

عناوین	صفحہ
نتائج وتعلیمات	۲۹۰۷
اللہ کا غنی وحمید ہونے کے معنی	۲۹۰۸
نظامِ کائنات	۲۹۰۹
نتائج وتعلیمات	۲۹۱۰
شانِ نزولِ آیت	۲۹۱۱
عبادت کے طریقوں کا مختلف ہونا	"
شریعتوں میں تبدیلیوں کا فلسفہ	۲۹۱۲
خدا کے علم وقدرت کی وسعت	۲۹۱۴
اہم نتیجہ	"
ردِ شرک - آیت کا حاصل	۲۹۱۵
حق دشمنی کی جلن اندھے تعصّب کا نتیجہ	۲۹۱۶
جہالت کی انتہاء	۲۹۱۷
حقیقت بھی یہی ہے	۲۹۱۸
جھوٹے خداؤں کی بے بسی	۲۹۱۹
اصلی غلطی	"
ردِ شرک اور اصل غلطی	۲۹۲۰
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا	"
معرفتِ الٰہی	"
خدا ہی منتخب کرتا ہے	۲۹۲۱

عناوین	صفحہ
رسولوں سے مراد	۲۹۲۱
محققین نے نتیجہ نکالا	"
آیت کا مطلب	۲۹۲۲
شانِ نزولِ آیت	"
انبیاء کرام اور فرشتوں کی حیثیت	۲۹۲۳
پھر آخر میں فرمایا (والی اللہ ترجع الامور)	"
ایمان کی حقیقت	۲۹۲۴
"شاید" کا مطلب (جب خدا فرمائے لَعَلَّكُمْ تفلحون)	"
صرف اکیلا خدا ہی لائقِ عبادت ہے	۲۹۲۵
خَیر (نیک کام) سے مراد	"
جہاد (کوشش) کا مفہوم	۲۹۲۶
نتائج وتعلیمات	۲۹۲۷
جہاد سے مراد	"
خداوندِ عالم فرماتا ہے کہ "دین میں	۲۹۲۸
تم پر کوئی تنگی نہیں"	"
تفسیرِ اہلِ بیتؑ	۲۹۲۹
حاصلِ مطلب	۲۹۳۰
تمت بالخیر پارہ ۱۷	"

فہرست مکمل ہوئی: ۲۷ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ ہجری یکشنبہ ۷ نومبر ۱۹۹۹ء ۱۰:۰۰ بجے صبح کو

(روزِ معراجِ آنحضرتؐ)

کاتب ـــــــــــ جعفر زیدی (۳۶ بی لانڈھی)

www.drhasanrizvi.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۂ انبیاء کی روحانی خصوصیات

★ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص سورۂ انبیاء کو پڑھے گا خدائے تعالیٰ اس کے حساب کو آسان کر دے گا، اور وہ ہر اُس پیغمبرؐ سے مصافحہ کرے گا جس کا نام قرآن مجید میں آیا ہے، اور اس کو سلام کرے گا۔" (تفسیر نمونہ، تفسیر نور الثقلین جلد ۳)

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جو شخص سورۂ انبیاء کو عشق و محبت کے ساتھ (یعنی ذوق و شوق کے ساتھ) پڑھے گا وہ جنت کے نعمت بھر باغوں میں انبیاء کرام کا ساتھی ہوگا، اور دنیا کی زندگی میں بھی لوگوں کی نگاہوں میں باوقار ہوگا۔"

(تفسیر نور الثقلین جلد ۳، تفسیر نمونہ، تفسیر انوار النجف)

★ ذوق و شوق سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سمجھے، الفاظ پڑھنا کافی نہیں، بلکہ سورے کے معنی اور مطالب سے بھی محبت رکھتا ہو۔ اور معانی و مطالب سے محبت کا مطلب اُن کو سمجھنا اور اُن پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی یہ دعوے کرے کہ مجھے سورۂ انبیاءؑ سے محبت ہے اور انبیاءؑ کرام کے پیغامات و احکامات پر عمل نہ کرے تو حقیقتاً وہ جھوٹا ہے۔

★ اصل میں قرآن مجید عقیدت اور عمل کی کتاب ہے اور قرآن مجید کو پڑھنے کا مقصد قرآن مجید کو سمجھنا ہوتا ہے، جس سے عقیدہ اور عمل دونوں درست ہوتے ہیں۔ (تفسیر نمونہ)

★★ دوسرے یہ کہ قرآن مجید کو پڑھنے اور سمجھنے کا شوق اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے اس لیے کہ قرآن مجید کا پڑھنا خدا سے باتیں کرنے کے مترادف ہے۔ حقیقی اور قطعی علم صرف قرآن ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے اس لیے کہ قرآن خدا کے غیر محدود علم کے سرچشمے سے نکلا ہے، اسی لیے قرآن کے معانی و مطالب میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

پارہ ١٧: اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ

لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے

آیاتہا ١١٢ سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ ٢١ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا ٧

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے، جو سب کو فیض پہنچانے والا مسلسل بیحد رحم کرنے والا ہے۔

★★★

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ (١) لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے

وَهُمْ فِىْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝١ اور وہ لوگ ہیں کہ غفلت میں پڑے منہ کو موڑے ہوئے ہیں۔

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جان لو کہ قیامت کا وقت کچھ زیادہ دور نہیں رہا ہے کیونکہ موت بھی قیامت ہی کی شکل ہے۔ موت یا قیامت ہر آن قریب سے قریب ہوتی جاری ہے۔

★ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: "اکثر لوگ اپنی موت اور قیامت سے غافل رہتے ہیں، اور اس آیت کے حقیقی مخاطب اور مصداق قیامت کے منکرین، یعنی کفار و مشرکین ہیں۔"

★ - - - (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

(لیکن وہ مسلمان بھی جو عملاً اپنی موت یا آخرت کو بھلائے ہوئے ہیں، اس آیت کے مخاطب ہیں)

★ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "انسان ایک سانس لیتا ہے تو اپنی قبر سے ایک قدم اور قریب ہو جاتا ہے۔" ★ (نہج البلاغہ)

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ کی ملاقات ایک سفر میں ایک گروہ سے ہوئی جو بڑے ذوق و شوق سے عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ حضورِ اکرمؐ نے اُن سے پوچھا کہ تمھاری ایسی اعلیٰ عبادت کی حقیقت کیا ہے؟

★ اُنھوں نے عرض کی کہ: "ہماری حالت یہ ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ میدانِ حشر گرم ہے لوگوں کے نامۂ اعمال بٹ رہے ہیں کسی کے نامۂ اعمال اُن کے داہنے ہاتھوں میں دیے جا رہے ہیں، اور کسی کے نامۂ اعمال اُن کے بائیں ہاتھوں میں۔ گروہ در گروہ لوگ جنّت کی طرف لے جائے جا رہے ہیں اور گروہ در گروہ لوگ جہنم کی طرف ہانکے جا رہے ہیں۔"

یہ سُن کر حضورِ اکرمؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "عُلَمَآءُ حُکَمَآءُ کَادُوْا اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَآءَ"

یعنی: "یہ لوگ علما ہیں، حکما ہیں اور قریب ہے کہ اپنی اسی حالت کی وجہ سے انبیاء (کے مرتبے) میں داخل ہو جائیں گے" ★ . . . . (الکافی)

★ اصل بات یہ ہے کہ جناب رسولِ خداؐ کی آمد خود اس بات کی علامت ہے کہ نوعِ انسانی کی تاریخ اب اپنے آخری دور میں داخل ہو چکی ہے۔ اب وہ اپنے آغاز کی نسبت اپنے انجام سے قریب تر ہے۔ آغاز اور درمیانی عرصے گذر چکے ہیں۔ اسی لیے حضورِ اکرمؐ نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر فرمایا تھا: "میں ایسے وقت بھیجا گیا ہوں کہ میں اور قیامت اِن دو انگلیوں کی طرح ملے ہوئے ہیں۔ ★ . . . (تفہیم القرآن)

نتائج (۱) آیت سے معلوم ہوا کہ غفلت ہی کے سبب لوگ خدا کی آیتوں اور احکامات سے منھ موڑے رہتے ہیں۔ (تفسیر نمونہ)

(۲) حساب کتاب سے مراد موت بھی ہے۔ اور موت کو ہمیشہ قریب سمجھنا چاہیے۔ . . ★ (قرطبی)

www.drhasanrizvi.com

مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ ﴿٢﴾

(٢) اُن کے پالنے والے مالک کی طرف سے جو تازہ یاد دہانی اور نصیحت اُن کے پاس آتی ہے، وہ اُسے بمشکل سنتے ہیں اور کھیل کود میں لگے رہتے ہیں۔ (نصیحت کو مذاق سمجھتے ہیں)

★ مطلب یہ ہے کہ منکرینِ حق قرآن کی بے پناہ قیمتی تعلیمات کو کھیل تماشا بنا لیتے ہیں۔ اگر وہ عقل اور اخلاص کے ساتھ قرآن کی آیتوں کو سنتے، سمجھتے تو اُن کا دین اور دنیا سب درست جاتا۔ مگر وہ احمق قرآن کے پیغام کو کھیل تماشا سمجھتے ہیں یا خود کھیل تماشوں (ڈراموں، سیناؤں) میں وقت گذار دیتے ہیں، اِسی لیے غور نہیں کرتے اگر غور کرتے (اور ڈراموں یا گیند بلّے سے فرصت ملتی) تو قرآن کی عظمت کو جان لیتے۔

★ ..... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ عام طور سے لوگوں کا دستور یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی ہر نشانی اور آیت کو تفریح کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، یہاں تک کہ جنّت، جہنم جیسی عظیم چیزیں بھی اُن کے لیے ایک مذاق سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں۔ یہ طرزِ فکر اصل میں موت اور قیامت کو بھلا دینے کا منطقی نتیجہ ہوتا ہے۔ مثلاً آج کے علوم وفنون میں ہر بات کا ذکر آتا ہے، مگر موت قیامت، حساب، کتاب، آخرت کے الفاظ نظر نہیں آتے۔ اگر کبھی یہ الفاظ آج کی سائنسی یا ادب میں سنائی بھی دیتے ہیں تو وہ بھی صرف تفریحاً بطورِ مذاق۔ یہی آخرت فراموش نظام آج دنیا پر مسلّط ہے۔

★ ..... (تفسیر ماجدی)

★ اور خدا کا فرمانا کہ: "وہ کھیل کود میں پڑے رہتے ہیں" یعنی (١) انھوں نے اپنی اس زندگی کو کھیل تماشا سمجھ رکھا ہے۔ (٢) اُن کے نزدیک زندگی کا مقصد صرف تفریح اور تماشے دیکھنا ہے۔ (٣) وہ دین کی باتوں کو سنجیدگی سے نہیں سنتے، صرف تفریحاً سنتے ہیں۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَسَرُّوا (٣) اُن کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں
النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ اور ظالم لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے
هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ ہیں کہ: "آخر یہ شخص تم جیسے ایک آدمی کے
السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝٣ سوا اور کیا ہے؟ پھر کیا تم آنکھوں سے دیکھتے

ہوئے (اس کے) جادو کے پھندے میں پھنس جاؤ گے؟ حالانکہ تم دیکھتے بھالتے ہو
اور سوجھ بوجھ بھی رکھتے ہو۔"

کافروں پر قرآن کا اثر

★ قرآن کو جادو اس لیے کہتے تھے کہ قرآن کا اثر حیرت انگیز تھا
قرآن کو سننے والا حواس باختہ ہو جاتا تھا۔ کافروں کی دوسری خصوصیت یہ بتائی کہ خفیہ میٹنگیں کرتے تھے۔
اس سے معلوم ہوا کہ ہوشیار دشمن اپنی دشمنی کی کارروائیوں کو ظاہر نہیں کرتا، بلکہ چھپ کر حملہ کرتا ہے۔
★..... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ کافروں کا یہ کہنا کہ: "یہ رسولؐ ہے کیا؟ یہ صرف تمہارے جیسا ہی ایک آدمی ہے"۔ کافروں کے اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ: رسولؐ اپنی رسالت کے دعوے میں سچا نہیں ہے، کیونکہ کافروں کا خیال یہ تھا کہ فرشتے (یا دیوتا) کے سوا کوئی انسان رسول ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے کافر جب معجزے دیکھتے تھے، تو بڑے سخت پریشان ہوتے تھے۔ قرآن کی عظمت سے بڑے حیران ہوتے تھے تو مجبوراً یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے تھے کہ نبی تو نہیں ہے بلکہ جادوگر ہے۔
★..... (تفسیر صافی صفحہ ٣٢٥)

★ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: "خدا نے جب یہ آیت نازل فرمائی تو مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ صورت شکل میں تو میں تم جیسا ہی انسان ہوں لیکن جس طرح

www.drhasanrizvi.com

خداوندِ عالم آدمیوں میں سے کسی کو حُسن و جمال عطا کرتا ہے اور کسی کو مال و اولاد یا صحت و عافیت سے مخصوص فرماتا ہے
پس تم میری اِس خصوصیت کا کیوں انکار کرتے ہو"؟

★ ...... (تفسیر صافی ص ٣١ بحوالہ احتجاج طبرسی، تفسیر امام حسن عسکری ؑ)

نوٹ :۔ یاد رہے کہ "مثل" کسی چیز کا عین نہیں ہوا کرتا۔ مثلاً خود قرآن میں ہے کہ قابیلؑ نے کہا:
"اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ (پ ٦ مائدہ آیت ٣١) یعنی: "میں تو اس کوے جیسا بھی ہوا۔"
جبکہ قابیل بالکل کوّے جیسا نہ تھا۔ نہ اُس کی کالی چونچ تھی، نہ کالے پَر۔

(٢) مثلاً: سورۃ الجمعہ میں فرمایا: "مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ
الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ" (سورۃ الجمعہ آیت ٥ پارہ ٢٨)

اِس آیت میں توراۃ کے علماء کو گدھے کی مثل کہا گیا ہے، حالانکہ وہ گدھے کی جنس نہ تھے، نہ وہ گدھوں کی طرح
ڈھینچو ڈھینچو کرتے تھے۔

(٣) پھر قرآن ہی میں ہے جبرئیلؑ حضرت مریمؑ کے پاس انسان جیسے بن کر آئے۔ فرمایا: "فَاَرْسَلْنَآ
اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝" (سورۃ المریم آیت ١٧ پارہ ١٦)

تو کیا جبرئیلؑ بالکل آدمی ہو گئے؟ سب مانتے ہیں کہ جبرئیلؑ فرشتے ہی رہے، صرف آدمی کی شکل اختیار کی۔

★ ...... ترجمہ (القرآن المبین سید امداد حسین شاہ کاظمی)

★ یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ ہمارے رسولؐ کو اور دیگر رسولوںؑ کو کافر لوگ "ہم جیسا آدمی" کہا
کرتے تھے، کبھی کسی مومن، مسلمان نے ایسی احمقانہ جسارت نہیں کی، سوا آج کے چند سطحی نظر رکھنے والے مُلّاؤں کے۔

★ ...... (مولف)

(٤) ★ "سورۃ المائدۃ" میں خدا نے فرمایا: "قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝"

تمام مفسرین نے "نور" سے مراد حضور اکرمؐ کو لیا ہے۔ اِس لیے اِس آیت سے واضح ہو گیا کہ رسولِ خداؐ کی
حقیقت نورانی تھی، مگر انسانی جسم میں ظہور فرمایا۔

★ ... (القرآن المبین ترجمہ سید امداد حسین شاہ کاظمی)

www.drhasanrizvi.com

قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؗ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ④

(۴) آپؐ کہیئے کہ: "میرا پالنے والا مالک ہر اُس بات کو جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے (کیونکہ) وہ خوب سننے والا اور بڑا ہی جاننے والا ہے۔[ل]

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚۖ فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ⑤

(۵) وہ تو یہ کہتے ہیں کہ "نہیں یہ (قرآن) تو پریشان خواب و خیالات ہیں، بلکہ اس شخص نے (خدا پر) غلط اور من گھڑت تہمت لگائی ہے، نہیں بلکہ یہ شخص تو (اصل میں) شاعر ہے۔ اچھا تو وہ ہمارے سامنے کوئی معجزہ تو لاکر دکھائے جس طرح پرانے زمانے کے رسولؑ معجزوں کے ساتھ بھیجے گئے تھے۔

ل اسلام کا خدا جاہلی مذاہب کے دیوتاؤں کی طرح ناقص العلم نہیں خفیہ سے خفیہ سازش، گفتگو، حرکت اُس سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ یہ تصور ہماری اصلاح کا بہترین ذریعہ بھی ہے اور ہماری طاقت کا سرچشمہ بھی۔
---- (تفسیر ماجدی)

قرآن کی حقانیت

(آیت ۵) کافر اچھی طرح سے اپنے اپنے دلوں میں یہ بات سمجھتے تھے کہ قرآن جادو نہیں ہے کیونکہ جادو کی عبارت مہمل ہوتی ہے اور قرآن کا لفظ لفظ معانی کا سمندر لیے ہوئے ہے۔ وہ یہ بھی خوب سمجھتے تھے کہ قرآن پریشان خواب نہیں ہے کیونکہ پریشان خوابوں میں کوئی ربط نہیں ہوا کرتا، جبکہ قرآن کے ہر لفظ میں ربط ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ قرآن شاعری نہیں ہے، اس لیے کہ شاعری

www.drhasanrizvi.com

میں تخیلاتی بے سروپا باتیں ہوتی ہیں، جب کہ قرآن کا ہر ہر لفظ با معنی ٹھوس حقیقتوں پر مبنی ہے یہی وجہ تھی کہ کفار بدل بدل کر باتیں کرتے تھے کیونکہ خود اپنے دل میں اپنی بات پر مطمئن نہ ہوتے تھے۔

★ ...... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ "اَضْغَاثُ" "ضِغْثٌ" کی جمع ہے جس کے اصل معنی لکڑیوں کے گٹھر کے ہوتے ہیں۔

★ "اَحْلَامٌ" "حُلُمٌ" کی جمع ہے جس کے معنی خواب کے ہوتے ہیں۔

کیونکہ لکڑیوں کے گٹھے میں ہر طرح کی اچھی بری لکڑیاں ہوتی ہیں اس لیے خوابہائے پریشاں کو بھی "اَضْغَاثُ" کہتے ہیں۔ کیونکہ خواب بھی اچھے برے، ہر طرح کے ہوتے ہیں۔ یہاں پر "اَضْغَاثُ" مضاف ہے اور "اَحْلَامٌ" مضاف الیہ ہے۔

★ ...... (لغات القرآن نعمانی جلد ۱ ص ۱۵۶)

★ کفار اور منکرین حق بدل بدل کر باتیں بناتے، کبھی کہتے کہ "قرآن خوابہائے پریشان ہے، کبھی کہتے کہ محمدؐ نے قرآن گھڑ کر خدا پر جھوٹی تہمت لگائی ہے، رسولؐ کو جادوگر کہتے، پھر شاعر کہدیتے، قرآن کو جادو کہنے لگتے۔ اصل میں اُن کو خود یہ احساس بہت تنگ کرتا تھا کہ جو باتیں ہم رسولؐ یا قرآن کے لیے بک رہے ہیں وہ سراسر غلط ہیں۔

★ ...... (ملخص از فصل الخطاب)

★ قریش ہر مکے آنے والے سے ملتے اور کہتے کہ "قرآن نہ سننا" یہ شاعرانہ تخیلات کی تک بندیاں ہیں جس کو محمدؐ نے خدا کا کلام بنا رکھا ہے کسی سے کہتے کہ "یہ جادو سناتا ہے"۔ لیکن اس جھوٹے پروپیگنڈے کا اُلٹا اثر یہ ہوا کہ ہر عرب کے دل میں قرآن کو سننے کی تڑپ پیدا ہو گئی۔ اس طرح عرب کے کونے کونے میں لوگ حضرت محمد مصطفےٰ ص سے ملنے اور قرآن سننے کے لیے تڑپنے لگے۔ یعنی جو کام مسلمانوں سے صدیوں میں بھی نہ ہوتا وہ قریش کے ہاتھوں چند سالوں میں ہو گیا۔

اس کی دلچسپ مثال طفیل بن عمرو دوسی کا قصہ ہے۔ جسے خود ابن اسحاق نے لکھا، جو خود بہت بڑا شاعر تھا۔ کسی کام سے مکہ گیا۔ فوراً قریش نے اُسے گھیر لیا۔ خوب خوب اُس کے کان بھرے، یہاں تک

www.drhasanrizvi.com

حضورؐ سے بدگمان ہوگیا۔ کہتا ہے کہ میں نے طے کرلیا کہ محمدؐ سے بچ کر رہوں گا۔ دوسرے ہی دن حرم مکہ میں داخل ہوا، تو دیکھا کہ محمدؐ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، جیسے ہی کچھ الفاظ میرے کان میں گئے، میں سمجھ گیا، یہ کوئی بہت ہی اچھا کلام ہے۔ جب محمدؐ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی: "مجھے قرآن سنائیے" جیسے ہی قرآن سنا، میں اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً مسلمان ہوگیا۔

★ . . . . . . (سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۲۲)

★ سردارانِ قریش خود اپنی ہی محفلوں میں اعتراف کرتے تھے۔ ایک دفعہ نضر بن حارث نے تقریر میں کہا اے قریش! میرے بال سفید ہوچکے ہیں، اور تم کہتے ہو کہ محمدؐ جادوگر ہے، کاہن ہے، شاعر ہے، مجنون ہے۔ ہم نے سیکڑوں جادوگروں کو دیکھا ہے، ہم اُن کی جھاڑ پھونک خوب جانتے ہیں، وہ شاعر بھی نہیں ہے، ہم شعر کی تمام قسموں کو جانتے پہچانتے ہیں، وہ مجنوں بھی نہیں ہے، مجنون جیسی بے تکی بڑ نہیں ہانکتا۔ ہم خوب جانتے ہیں (کہ وہ کیا ہے)؟ . . . . . . ★ (سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۳۲۱)

قرآن حادث ہے یا قدیم؟

خلفاءِ بنی عباس نے علماء اور مسلمانوں کو اصل مسائل سے ہٹانے کے لیے یہ بحث شروع کروائی تاکہ علماء اور عوام اس قسم کے لاعینی بحثوں میں الجھے رہیں، اور ہم عیش کرتے رہیں۔ اُن کا یہ مقصد بڑی حد تک پورا بھی ہوا۔ ورنہ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ قرآن (۱) الفاظ بھی رکھتا ہے اور (۲) معنی بھی۔ قرآن کے الفاظ یقیناً حادث (بعد کی پیداوار) ہیں، اور قرآن کا مطلب اور معانی یقیناً قدیم ہیں۔ . . . . ★ . . . (تفسیر نمونہ)

★ "مُحدَث" کا لفظ قرآن کے حادث ہونے کو بھی ثابت کرتا ہے پس قرآن کلامِ خدا اور اس کی مخلوق ہے قدیم نہیں ہے۔

★ . . . . . . (تفسیر انوار النجف صفحہ ۲۱۵)

★ حقیقتِ قرآن

(۱) یہ کہنا کہ "قرآن جادو ہے"۔ (۲) یہ کہنا کہ "قرآن پریشان خواب ہیں"۔ (۳) یہ کہنا کہ "قرآن جھوٹ اور افتراء ہے"۔ (۴) یہ کہنا کہ "قرآن شعر و شاعری، اور تخیل پر داری ہے" غلط ہے۔ قرآن کے متن کا مطالعہ بتادے گا کہ قرآن پر چاروں اعتراضات غلط ہیں۔

★ . . . . . . (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

مَآ اٰمَنَتۡ قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ (٦) حالانکہ اُن سے پہلے بھی کسی بستی
اَهۡلَكۡنٰهَا ۚ اَفَهُمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ (والے لوگ) جسے ہم نے ہلاک کردیا اُبدی
حقیقتوں کو دل سے ماننے کو تیّار نہ تھے، تو کیا یہ اَب اُبدی حقیقتوں کو دل سے
مان لیں گے ؟ (یا) تو کیا یہ (لوگ) ایمان لے آئیں گے۔؟

★ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں میں حق کی طلب یا تلاش ہی نہیں ہوا کرتی وہ معجزے دیکھ کر بھی کچھ نہیں سمجھتے۔ مثلاً پرانی قومیں جو معجزوں کے مطالبات بڑے زور شور سے کیا کرتی تھیں، معجزے دیکھ کر بھی اُن پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا، معجزے دیکھ کر بھی وہ کسی طرح ٹس سے مَس نہ ہوتے تھے۔ بڑی بڑی واضح دلیلیں بھی اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ اسی لیے خدا سوال کر رہا ہے کہ معجزے دیکھ کر بھی کیا فائدہ ہوگا ؟ یہی رویّہ آج کے دورِ جاہلیت کا بھی ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بس اپنی خواہشات پورا کرنے کے سوا کسی بات کو سننا، سوچنا ہی نہیں چاہتے۔
★ .... (تفسیر ماجدی)

بقول قرآن: اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ۝ (سورۃ الفرقان آیت ۴۴)

یعنی: "ایسے لوگ جانوروں (چوپاؤں) کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدترین گمراہ ہیں۔"

آیت کا مقصد یہ ہے کہ اگر اِن کافروں کی معجزے دکھانے کی فرمائش پوری کردی جائے تو پچھلی قوموں کی طرح یہ ضدی احمق ماننے والے تو ہیں نہیں، پھر لامحالہ خدا اپنے عام قانون کے تحت اِن کو بالکل تباہ کردے گا جبکہ خدا کی مصلحت فی الحال یہی ہے کہ اِن کو مزید مہلت دی جائے۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

★ ممکن ہے کہ اِس مہلت سے اُن لوگوں کو وقت دینا مقصود ہو، جو سوچنے سمجھنے والے ہیں۔
یا ممکن ہے کہ اُن لوگوں کی اولادوں میں ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہوں جو ایمان لے آئیں گے۔

(مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۷

(۷) اور ہم نے آپؐ سے پہلے بھی انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا، جن پر ہم وحی کیا کرتے تھے۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر (یعنی) صاحبانِ علم (ہی) سے پوچھ لو۔

اہلِ ذکر کون ہیں؟

قرآن نے خود رسولِ اکرمؐ کو "ذکر" فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

"قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ... (سورۃ الطلاق آیت ۱۰-۱۱)"

یعنی: (اللہ نے تمہاری طرف ذکر (کرتا ہوا) رسول اُتارا ہے، وہ تم پر اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے)

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ "ذکر" سے مراد جناب رسولِ خداؐ ہیں اِس لیے اہلِ ذکر کے معنی اہلِ بیتِ رسولؐ ہی ہو سکتے ہیں۔

★ ...... (قرآن المبین ترجمہ مولانا امداد حسین کاظمیؒ)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اہلِ ذکر سے مراد یہودی اور نصرانی علماء ہیں۔ حضرت امامؑ نے فرمایا: اِسی وجہ سے یہودی عیسائی علماء اُن کو اپنے دین کی دعوت دیتے رہتے ہیں" (کیونکہ اُن کے نزدیک خدا نے اُنھیں علماء سے پوچھنے کا حکم دیا ہے) پھر امامؑ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "اہلِ ذکر" ہم اہلِ بیتِ رسولؐ ہیں اور ہم سے ہر بات پوچھی جا سکتی ہے۔" ★... (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۵ بحوالہ کافی)

★ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے "اہلِ ذکر" کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی کہ:

"الذکر" سے مراد حضرت رسولِ خداؐ ہیں۔ اور "اہل الذکر" ہم اہلِ بیتِ رسولِ خداؐ ہیں۔ اُمت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ جو کچھ نہ جانتے ہوں اہلِ بیتِ رسولؐ سے پوچھ لیا کریں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۴ بحوالہ کافی، تفسیر عیاشی، تفسیر قمی، تفسیر المیزان، تفسیر انوار النجف)

★ "عیون الاخبار" میں ہے کہ حضرت امام علی رضاؑ نے فرمایا: "ذکر" رسولِ خداؐ ہیں اور ہم ائمہ اہلِ بیتؑ اُن کے اہل ہیں۔

★ ...... (عیون اخبار الرضاؑ)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿۸﴾

(۸) اور (یہ کہ) اُن (رسولوں) کو ہم نے ایسا کوئی جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے والے ہی تھے۔

نتیجہ اور تعلیمات

عرفا نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ کھانا کھانا کمال کے منافی نہیں ہوتا اور کھانا نہ کھانا علامات مقبولیت میں سے نہیں ہے، جیسا کہ بعض جاہل غالی صوفیا نے سمجھ رکھا ہے۔ شریعتِ اسلامی میں حلال روزی حاصل کرنے کو فرض قرار دیا ہے۔ اور بھوک سے کم کھانے کی تعلیم دی ہے، تاکہ صحتِ جسمانی برقرار رہے، اور فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ ہو۔ ★ (تفسیر ماجدی)

آیت میں کافروں کے قول کی رد ہے

اس آیت میں کافروں کے اس قول کو رد کیا گیا ہے کہ جو وہ حضرت محمد مصطفٰےؐ کے لیے کہتے تھے کہ یہ ایک بشر ہے۔ اس لیے نبی نہیں ہو سکتا۔ جواب دیا گیا کہ پہلے زمانے کے جتنے نبی تھے، جن کو تم خود نبی مانتے ہو، وہ سب کے سب بشر ہی ہوتے تھے صاحبِ وحی تھے۔
★ .... (تفہیم القرآن)

★ اور بشر ہونا کوئی عیب نہیں ہوتا، بشریت کوئی نقص نہیں ہوتا بشر وہ مخلوق ہے کہ خدا نے ساری کائنات کو بنایا مگر اپنی تعریف خود نہ کی، مگر جب بشر کو بنایا تو جھوم جھوم کر خود اپنی تعریف کی: فرمایا:
"تَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ" (بڑی برکتوں والا ہے وہ خدا جو سب سے زیادہ اچھا خالق ہے۔) (القرآن)

جو لوگ بشریت کی عظمت کو نہیں جانتے وہ یا تو نبیؐ کو بشر کہہ کر اُس کی اہمیت کو کم قرار دیتے ہیں اور اس طرح نبوت کا انکار کرتے ہیں، یا وہ جو نبیؐ کو نبی مانتے ہیں، وہ نبیؐ کو بشر کہتے ہوئے گھبراتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح نبی کی توہین ہو جائے گی۔ کاش وہ لوگ بشر کی اہمیت اور عظمت کو سمجھ لیتے تو اُن کو نبیؐ کو بشر کہنے پر شرم نہ آتی، مگر فخر ہوتا۔
★ .... (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ (۹) پھر ہم نے اُن سے جو وعدہ کیا تھا،
وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝ اُسے بھی سچ کر دکھایا، اور انھیں اور جن جن
کو ہم نے چاہا، اُن کو (اپنے عذاب سے) نجات دی، اور حد سے آگے بڑھ جانے والے
ظالموں (یعنی) گناہگاروں کو ہلاک و برباد کر ڈالا۔ (۹)

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ (۱۰) ہم نے تمھاری طرف ایک ایسی کتاب
ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اُتاری ہے جس میں تمھارا ہی ذکر اور
(تمھارے لیے) نصیحت ہے، تو کیا تم عقل سے کام ہی نہ لو گے۔ ؟ ۱۰

ف۱ مطلب یہ ہے کہ مدد کرنے کا جو وعدہ ہم نے انبیاءؑ سے کیا تھا کہ ہم اُن کو ضرور اپنے عذاب سے بچالیں گے، پس ہم نے اپنا وہ وعدہ پورا کر دیا کہ ہم نے انبیاءؑ کو اور اُن کے ماننے والوں کو عذاب سے بچالیا، اور کسی طرح سے اُن کی مدد بھی کی۔ * ..... (تعقیر تبیان)

ف۲ کافر لوگ جو یہ کہتے تھے کہ قرآن شاعری ہے، جادوگری ہے، پریشان خواب ہیں، من گھڑت افسانے ہیں وغیرہ وغیرہ، اُس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ: "آخر تم کیوں اُلٹی سیدھی متضاد رائیں قائم کر رہے ہو؟ اس قرآن میں تو خود تمھارا اپنا ہی حال بیان کیا گیا ہے، تمھاری ہی نفسیات اور معاملاتِ زندگی کو زیرِ بحث لایا گیا ہے، تمھاری ہی فطرت، تمھارے ہی آغاز و انجام پر روشنی ڈالی گئی ہے، تمھارے ہی ماحول سے دلیلیں بیان کی گئی ہیں، تمھارے ہی اچھے بُرے اوصاف بیان کیے گئے ہیں، خود تمھارا ضمیر گواہی دے گا کہ یہ سب باتیں جو قرآن میں بیان کی گئی ہیں بالکل ٹھیک ہیں۔ یہ نہ جادوگری ہے، نہ شاعری، نہ پریشان خواب، نہ گھڑے ہوئے افسانے۔ (پھر تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟) * ... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ (۱۱) اور کتنی کچھ ایسی ظالم بستیاں تھیں

كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا جن کو ہم نے بُری طرح پیس کر غارت کر ڈالا

بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝۱۱ اور اُن کے بعد پھر کسی دوسری قوم کو پیدا کیا۔

فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ (۱۲) مگر جب اُنھوں نے بھی ہماری سزا

مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝۱۲ کو محسوس کیا تو وہ وہاں سے بھاگنے لگے۔

بُرے کام کا بُرا انجام

فرزندِ رسولؐ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "خدا نے جو کچھ بھی اُن بستیوں کے رہنے والوں کے ساتھ سلوک کیا وہ اُس نے خود تمھیں اپنی کتاب (قرآن) میں سنادیا۔ اِس طرح اُس نے صاف صاف بتادیا کہ: ہم نے کتنی کچھ بستیوں کا، جو ظالم تھیں تیا پانچا کر دیا۔"

"اِس طرح خدا نے خود بتادیا کہ وہ ظالموں کے ساتھ کیا سلوک فرماتا ہے۔"

* . . . . (تفسیر صافی صـ۳۲۶ بحوالہ کافی)

★ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا: یعنی جب اُنھوں نے محسوس کیا کہ اب ہم گرفتارِ عذاب ہونے والے ہیں تو انھوں نے بھاگنے دوڑنے کی کوشش کی، لیکن اُن کو موقع نہ دیا گیا، بلکہ ازراہِ استہزاء کہا گیا کہ: کہاں جاتے ہو؟ اپنے نعمت سرا اور دولت کدہ کی طرف جاؤ کہ تم سے مانگت لوگ گداگری کے لیے حاضر ہوں۔ یا نبی و رسولؐ، دین و ایمان کی خواہش لیکر تم سے اسلام کے قبول کرنے کا سوال کریں، اور ممکن بلکہ قرینِ عقل ہے کہ لَعَلَّ نتیجہ کے لیے ہو۔ یعنی: آخرکار تم سے اُن نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ اُن کا استعمال کس طرح کیا تھا۔ (تفسیر انوار النجف جـ۹ صـ۲۱۸)

www.drhasanrizvi.com

لَا تَرۡکُضُوۡا وَ ارۡجِعُوۡۤا اِلٰی مَاۤ (۱۳) (تو ہم نے اُن سے کہا) بھاگو مت، اپنے[1]

اُتۡرِفۡتُمۡ فِیۡہِ وَ مَسٰکِنِکُمۡ اُنہی گھروں اور عیش و عشرت کے سامانوں

لَعَلَّکُمۡ تُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿۱۳﴾ اور مکانوں میں گھس جاؤ، تاکہ تم سے (تمہارے اعمال کے بارے میں) پوچھ گچھ ہو۔" ۱۳-

قَالُوۡا یٰوَیۡلَنَاۤ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ ﴿۱۴﴾ (۱۴) کہنے لگے: "ہائے غضب! (یا) ہائے

ہماری کمبختی! بلاشک و شبہ ہم بڑے ظالم گنہگار تھے۔" ۱۴-

---

[1] مطلب یہ ہے کہ: جب خدا کا عذاب اُن کافروں کے سامنے آگیا تو اُنھوں نے چاہا کہ بھاگ نکلیں، اُس وقت طنزاً کہا گیا کہ: "بھاگتے کہاں ہو؟ ٹھیرو! اور اپنے گھروں میں واپس جاؤ جہاں تم نے خوب مال اور سامان جمع کر رکھا ہے، شاید وہاں تم سے کوئی پوچھے کہ حضرت! وہ مال و دولت اور قوت کا نشہ کیا ہوا؟ وہ سامان کدھر گئے؟ جو نعمتیں آپ کو خدا نے دے رکھی تھیں، اُن کا شکر آپ نے کس طرح ادا فرمایا؟ آپ تو بہت بڑے آدمی ہیں یہ دوڑ بھاگ کیوں مچا رکھی ہے؟
* .... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ عین عذاب کے نازل ہونے کے وقت بدکار، فاسق، ظالم قومیں خوب خوب پچھتاتی ہیں، اپنے جرائم کا برملا اعتراف بھی کرتی جاتی ہیں، خوب ہاتھ مل مل کر واویلا کرتی ہیں، دُہائیاں اور فریادیں کرتی ہیں، مگر ایسی فریادیں کچھ کام نہیں آتیں کیونکہ ہر چیز کا ایک وقت ہوا کرتا ہے۔ عذابِ الٰہی کو دیکھ لینے کے بعد توبہ تلّا کام نہیں آتی۔
(تفسیر ماجدی)

★ یہاں پر تمام مادی نعمتوں کے بجائے خاص طور پر مسکنی (مکان) کا ذکر کیا گیا ہے، شاید اس لیے کہ عام انسان دنیا کی سب سے بڑی نعمت اپنا مکان سمجھتا ہے، اپنے گھر کو اپنی جنت سمجھتا ہے اور آدمی کا زیادہ تر حصہ مکان پر لگاتا ہے اور اپنے مکان سے گہرا قلبی لگاؤ رکھتا ہے۔
* ... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى (۱۵) خیر، وہ تو یوں ہی پکارتے دہائی مچاتے
جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۞ ہی رہے، مگر ہم نے اُن کو کٹی ہوئی کھیتی،
یا بُجھی ہوئی آگ بنا کر رکھ دیا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ (۱۶) (کیونکہ) ہم نے آسمان اور زمین کو اور
وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۞ اُن کے درمیان کی تمام چیزوں کو کھیل کود
یا تفریح کے طور پر تو نہیں پیدا کیا ہے۔

بے وقت کی توبہ، بے وقت کی راگنی ہے

جب عذاب اپنی آنکھوں سے آتا دیکھ لیا تب اپنے جرموں کا اعتراف کیا، اور برابر چلاتے رہے کہ ہم بڑے ظالم اور مجرم ہیں لیکن عذاب دیکھنے کے بعد "اب پچھتاوے کیا ہوت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔" یہ وقت توبہ تلا کی قبولیت کا نہیں ہوا کرتا۔
(شیخ الاسلام عثمانی)

* - - - - - - -

۱ کافروں کو جواب دیا جا رہا ہے کہ۔ کافروں کا خیال ہے کہ انسان کو دنیا میں بس یونہی آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ جو چاہے کرے، کوئی اُس سے پوچھ گچھ نہ ہوگی، کوئی حساب کتاب نہ ہوگا۔ چند دن کی اچھی بری زندگی گذار کر سب کو بس یونہی فنا ہو جانا ہے۔ کوئی دوسری زندگی نہیں ہے، کوئی جزا، سزا نہیں ہے۔ گویا یہ ساری کائنات بے معنی ہے۔ صرف کسی کھلاڑی کھلنڈرے کا کھیل تماشا ہے۔ زندگی کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ دیوانے کی بڑ یا احمق کی بکواس ہے ـــــ اُس سے کہا جا رہا ہے کہ اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے تو خود بنا کر کھیل لیتے، یہ لاکھوں انسانوں کو خیر و شر کے سخت امتحان میں ڈال کر اس قدر سخت مشقت سے گذار کر ہمیں کیا فائدہ ہوتا؟ ـــــــ خواہ مخواہ لاکھوں ذی شعور ذمہ دار انسانوں کو

www.drhasanrizvi.com

حق و باطل کی کشمکش میں ڈال کر کھینچا تانیاں کرانا، اور اپنے لطف و تفریح کی خاطر دوسروں کو بلاوجہ تکلیفوں میں ڈالنا کوئی اچھا کام ہے جو ہم کرتے ؟ ______ زندگی کوئی رومی اکھاڑے (COLOSSEUM) کے طور پر نہیں بنائی گئی کہ انسانوں کو درندوں سے پھڑوا کر اُن کی بوٹیاں نُچوا کر ٹھٹھے لگائے جائیں۔

* ...... (تفہیم القرآن)

نتائج

(۱) خدا کا اس قدر وسیع و عریض آسمان و زمین کو بنانا، قسم قسم کی موجودات کو فراہم کرنا، طرح طرح کے کھانے، لباس، سواریاں اور نعمتیں دینا، واضح طور پر بتا رہا ہے کہ اس کائنات کے پیدا کرنے کا ضرور کوئی واضح مقصد ہے۔

(۱) مقصدِ اوّل تو یہ ہے کہ مخلوقات کو دیکھ کر خالق کو پہچانا جائے ______ اور

(۲) مقصدِ دوم یہ ہے کہ ان کے فنا پذیر ہونے کو دیکھ کر مانو کہ آخرت کی زندگی ضرور ہے۔
______ اس لیے کہ ______

(۳) یہ ساری تخلیقات بے مقصد پیدا نہیں کی جاسکتیں ______ اور

(۴) جو حکیم ایسی عظیم تخلیقات کا خالق ہے، وہ ضرور حکیم ہے ______ اور کوئی حکیم یا صاحبِ عقل اتنا بڑا کام بے مقصد نہیں کیا کرتا۔

* ...... (تفسیر نمونہ)

* اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝ (سورۃ الانعام)

"تمام تعریف اللہ ہی کے لیے زیب دیتی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا۔ اس کے باوجود انکار کرنے والے (کافر و مشرک) اپنے ہی پالنے والے مالک کے ساتھ (دوسروں کو) ہمسر ٹھہراتے ہیں۔"

www.drhasanrizvi.com

لَوۡ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نَّـتَّخِذَ لَهۡوًا لَّاتَّخَذۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّاۤ ‌ۖ اِنۡ كُنَّا فٰعِلِيۡنَ ﴿۱۷﴾

اگر ہم اپنی دل لگی ہی کے لیے کوئی کھلونا بنانا چاہتے، تو اُسے اپنے پاس ہی بنا لیتے (اور خود ہی کھیل لیا کرتے

کسی ذی شعور مخلوق کو پیدا کرکے حق و باطل کی کشمکش کی جاں کاہ تکلیفوں میں صرف تفریح لینے کے لیے ہرگز نہ ڈالتے۔)

★ کائنات کی تخلیق کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔ بلکہ بے شمار حکمتوں اور مصلحتوں کا نتیجہ ہے۔ مشرکوں کے نزدیک کائنات "اِیشور کی لیلیٰ" یعنی "خدا کی تماشا گاہ" ہے۔ اور خدا کا مقصد (معاذ اللہ) صرف تماشا دکھانا ہے۔

اِس آیت نے مشرکوں کے اِس احمقانہ تصوّر کی نفی کردی۔

نتیجہ :

محققین نے اِس آیت سے نتیجہ نکالا کہ :-

(۱) تخلیقِ کائنات کا ایک مقصد خود مخلوقات ہی کو فائدہ پہنچانا ہے۔ اِس لیے تخلیقات میں کوئی الوہیت کی شان بان نہیں۔ یہ سب ہمارے منھ بولے خادم ہیں۔ ★.... (تفسیرِ ماجدی)

(۲) عقلمند کو چاہیئے کہ تخلیقِ کائنات کے مقصد کو سمجھے، اور دنیا کی زندگی کو صرف کھیل تماشا سمجھ کر اپنے انجام سے غافل نہ ہو، بلکہ خوب سمجھ لے کہ یہ دنیا آخرت کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ ہر نیک اور بُرے عمل کی جزاء اور سزا ملنی ہے اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا ہے۔ ★.... (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى (۱۸) مگر ہم تو حق کو باطل کے اوپر

الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا پھینک مارتے ہیں، جو باطل کا سر توڑ

هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ کر رکھ دیتا ہے، اور وہ دیکھتے ہی

مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ دیکھتے مٹتا چلا جاتا ہے۔ اور تمہارے لیے

بڑی تباہی اور کمبختی (صرف) اُن باتوں کی وجہ سے ہے جو تم (حق کے خلاف) بکتے اور گھڑتے رہتے ہو۔

حق کی طاقت

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ:
جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "حق کے مقابلے پر جو باطل بھی قائم ہوگا اُس پر لازمی طور پر حق غالب آکر رہے گا۔ اور یہ بات خدا کے اِسی قول سے ثابت ہے۔"

★ ---- (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۶ بحوالہ المحاسن)

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ اُس پر کسی نہ کسی وقت حق نہ کھل جائے اور اِس طرح نہ کھل جائے کہ دل میں بیٹھ جائے۔ اب یہ اُس کی مرضی ہے کہ اُس کو قبول کرے یا نہ کرے۔ اِسی بات کو خدا نے قرآن میں اِس طرح بیان فرمایا ہے"۔ پھر آپؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

★ ---- (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۶)

★ نوعِ انسانی کی تاریخ اُٹھا کر دیکھ لو کہ یہ دنیا کوئی تماشا گاہ نہیں ہے۔ حق کے خلاف سوچنے اور عمل کرنے والی قوموں کا پے در پے کتنا بُرا انجام ہوتا رہا ہے۔ پھر یہ کہنا کتنی بڑی حماقت ہے کہ یہ دنیا بس ایک تماشا ہے اور کچھ نہیں۔ بھلا یہ کونسی عقلمندی ہے کہ سمجھانے والا تمہیں سمجھائے تو تم اُس کا مذاق اُڑاؤ اور جب تمہاری بُرائی کا انجام سامنے آئے تو چیخنے چلّانے لگو کہ ہائے ہماری کمبختی۔ بے شک ہم خطا کار تھے۔

★ ---- (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

★ خداوندِ عالم کا مقصد خود کو فائدہ پہنچانا نہیں ، یہ بات اُن لوگوں کے ذہن میں گردش کرتی ہے جو خدا کو خود پر قیاس کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شاید خدا ہی میں کوئی کمی تھی کہ اُس نے یہ کائنات بنا ڈالی) بلکہ ساری تخلیقات کا مقصد صرف ہمیں فائدہ پہنچانا ہے کہ ہم ترقی کرتے ہوئے مکمل سے مکمل تر ہوتے چلے جائیں ۔ گویا یہ ساری کائنات ایک یونیورسٹی (تربیت گاہ) ہے جو ہمارے علم و کردار کی تکمیل کے لیے بنائی گئی ہے ۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا : " اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ " (دنیا آخرت کی کھیتی ہے)

★ ..... (الحدیث : متفق علیہ)

★ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا :- " دنیا ، سچائی کا گھر ہے ، جو اس سے سچ بولے ، دولت مند بن جانے کی جگہ ہے ، جو اِس دنیا سے آخرت کی دولت (نیک اعمال) حاصل کرے یہ دنیا وعظ و نصیحت یا سبق سیکھنے (کا اسکول) ہے ، جو اِس سے نصیحت اور سبق حاصل کرے ۔ "

★ .... (نہج البلاغہ)

★ خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا : " اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ " (کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمھیں بے کار ، بے مقصد اور فضول پیدا کر دیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر آنے والے نہیں ہو ؟) (سورۃ المومنون آیت ۱۱۵ پ۱۸)

★ نیز ارشاد فرمایا : " وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ " (الذریٰت آیت ۵۶ پ۲۷) (اور میں نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت (اطاعت) کے لیے پیدا کیا ہے ۔)

آخری نتیجہ یہ نکلا کہ انسان کی تکمیل کا راز خدا کی اطاعت ہے ۔ یہی مقصدِ تخلیق ہے ۔ خدا کی اطاعت و عبادت کرکے انسان ترقی کرکے اُس کمال تک پہنچ جاتا ہے کہ جسے خدا نے جنّت فرمایا ہے ، جس کی ایک حقیقت یہ ہے کہ " وہاں اُن کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جسے وہ چاہتے ہوں گے ۔ " یہ مقام اُس کو عطا ہوگا : جس کی نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگا وہاں وہ اپنی مَن بھاتی (پسندیدہ) زندگی میں ہوگا " اور یہ زندگی دائمی ، ابدی ، سرمدی ، ہر دم جوان اور تازہ ہوگی ۔ " یہی ہے انسان کی تکمیل ، اور یہی ہے مقصدِ تخلیق ۔ ★ ... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ (۱۹) اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے

الْاَرْضِ ۭ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا وہ اللہ ہی کا ہے، اور جو (فرشتے)

يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ اُس کے نزدیک ہیں وہ خود کو بڑا سمجھ کر

وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝۱۹ اُس کی بندگی (مکمل اطاعت) سے

سرتابی تک نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں، اور نہ اکتاہٹ اور ناگواری محسوس کرتے ہیں

فرشتوں کی تعریف

فرزندِ رسولؐ جناب امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ :

جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "فرشتے معصوم ہیں اور خدا کی مہربانی کی وجہ سے برائیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔" فرشتوں کے لیے خدا نے فرمایا: "خدا جو حکم اُن کو دیتا ہے، وہ اُس کی نافرمانی کبھی نہیں کرتے، اُن کو جو حکم دیا جاتا ہے اُس کی فوراً تعمیل کرتے ہیں۔" ٭ (تفسیرِ صافی ص ۳۲۶ بحوالہ عیون اخبار الرضاؑ)

(نوٹ :۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ فرشتے نہ خدا ہیں، نہ خدا کے شریک ہیں، اُن میں ذرہ برابر الوہیت کی شان نہیں۔ وہ کامل اطاعت ہی اطاعت ہیں۔ نہ وہ دیوی ہیں، نہ دیوتا، نہ لائقِ عبادت و اطاعت، البتہ لائقِ احترام ضرور ہیں، وہ بھی اپنی اطاعت کی وجہ سے۔ ٭... (مؤلف)

٭ خدا کا فرمانا: "اور جو فرشتے خدا کے نزدیک ہیں"، یہاں نزدیکی سے مراد: مکانی قرب نہیں ہے بلکہ مراد شرف و منزلت ہے۔ ٭ ... (روح المعانی، تفسیر کبیر)

٭ اب تک تو زمینی خداؤں کا ذکر چل رہا تھا، اس لیے اب سیاق خود یہ چاہتا تھا کہ آسمانی دیوتاؤں یعنی فرشتوں کا ذکر اور حقیقت بھی بیان ہو جائے۔ پس اِس بیان سے واضح ہو گیا کہ فرشتے خدا کے خاص بندے (ذکر) ہیں ــــــ خدا یا خدا کے شریک نہیں۔ ٭.. (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

★ مشرکوں کو بتایا جا رہا ہے کہ کائنات کی تخلیق کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔ اس کائنات کا مالک، خالق، حاکم، پالنے والا صرف اور صرف ایک خدا ہے۔ اس حقیقت کے مقابلے میں جو بات بھی کہی جائے گی، وہ سراسر باطل ہوگی۔ یہ کائنات کئی خداؤں کی مشترک سلطنت نہیں ہے۔ نہ یہاں بڑے خدا کے ساتھ چھوٹے چھوٹے خداؤں کا کوئی عمل دخل ہے۔

★ - - - - (تفہیم القرآن)

نکتہ : ظاہری غلامی کے نظام میں غلام جس قدر اپنے آقا سے نزدیک ہوتا جاتا ہے، اُسی قدر اُس کے آقا کا رعب داب کم ہوتا چلا جاتا ہے ـــــــــــ

ـــــــــــ خداوندِ عالم کے ہاں معاملہ برعکس ہے۔ فرشتے، انبیاءؑ، اور اولیائے خدا جس قدر خداوندِ عالم سے نزدیک تر ہوتے جاتے ہیں، اُسی قدر اُن میں خدا کا خوف، ادب، خضوع وخشوع بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

★ - - - - (تفسیر المیزان)

★ کیونکہ جس قدر وہ خدا کے قریب ہوتے جاتے ہیں، خدا کی عظمت کی معرفت اور بڑھتی چلی جاتی ہے، اور کیونکہ خدا کی عظمت کی کوئی حد ہے نہ انتہاء، اِس لیے معرفت میں اضافے کے ساتھ ساتھ ادب میں اور اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ (جب ادب میں اضافہ ہوتا ہے تو رعب داب اور عظمت کی ہیبت میں اضافہ ہو جاتا ہے، پھر جب ہیبت میں اضافہ ہو جاتا ہے، تو انسان از خود رفتہ ہو جاتا ہے)۔ جب آنحضرتؐ معراج پر تشریف لے گئے تو عظمتِ الٰہی کو مشاہدہ فرما کے اور آپؐ کے قلب پر ہیبت طاری ہوگئی تو آپؐ کے اعضاء کانپنے لگے، آپؐ رکوع میں جُھک گئے اور تین مرتبہ سُبحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ کہا، جب سیدھے کھڑے ہوئے تو اُس کی عظمت کا ایک اور نور حضرتؐ پر جلوہ فگن ہوا، پس آپؐ سجدے میں چلے گئے اور سات مرتبہ سُبحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ کہا تو آپؐ کے اوپر جو ہیبت طاری تھی برطرف ہوگئی۔[1]

(یہی حال نماز میں جناب امیرالمومنینؑ اور ائمہ اہلبیتؑ کا ہوتا تھا۔ جسم پر قربِ الٰہی کی وجہ سے لرزہ طاری ہو جایا کرتا تھا۔)

★ .... (خیرۃ القلوب ۲ ص۲۷۹)

www.drhasanrizvi.com

یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ (۲۰) وہ رات دن اُس کی تسبیح اور تعریف میں لگے ہی رہتے ہیں اور ذرا دم نہیں لیتے۔

فرشتوں کی صفات

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ: کیا فرشتے بھی سوتے ہیں؟" آپؑ نے فرمایا: "کوئی زندہ ایسا نہیں ہے کہ جو سوتا نہ ہو۔"

پھر اِس آیت کے بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا: "فرشتوں کا سانس لینا بھی تسبیح کرنا ہے، اُن کے جسم کے جتنے طبقے یا حصے ہیں وہ سب کے سب مختلف آوازوں میں اللہ کی تسبیح و تعریف کرتے رہتے ہیں۔

★ ..... (الاکمال)

اصل پیغام

جب خدا کے پاس ایسے نہ تھکنے والے، بے تکان مختلف آوازوں میں عبادت کرنے والے فرشتے موجود ہیں، تو پھر خدا کو تمہاری ناقص عبادتوں کی کیا ضرورت ہے؟

معلوم ہوا کہ خدا نے جو تمہیں اپنی اطاعت و عبادت کا حکم دیا ہے، وہ خود تمہارے اپنے فائدے کے لیے دیا ہے۔ (اُس کا اپنا کوئی فائدہ نہ تو فرشتوں کی خالص عبادتوں سے وابستہ ہے اور نہ انسانوں سے)

★ ..... (تفسیر نمونہ)

ملائکہ کی عبادت

ملائکہ کی غذا ہی خداوندِ تعالیٰ کی عبادت (ہیں)، خدا کا ذکر اور تسبیح کرنا ہے جس طرح ہم ہر وقت سانس بھی لیتے رہتے ہیں اور دوسرے کام بھی کرتے رہتے ہیں، اِسی طرح ملائکہ اپنے مقرر کیے ہوئے کاموں کے انجام دینے کے ساتھ ساتھ تسبیح اور ذکرِ خدا میں مصروف رہتے ہیں۔ جب معصوم فرشتوں کے ذکر و فکر کا یہ حال ہے، تو ہم گنہگار بندوں کو کہیں زیادہ خدا کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے۔ (کیونکہ ہماری فرماں برداری اور اطاعت اور عبادات کے صلے میں خدا نے ہمارے لیے آخرت میں انعامات عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے، اور اِس لیے بھی عبادت کرنا ضروری ہے کہ وہ قابلِ عبادت ہے)

★ ..... (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾

(۲۱) کیا اُن لوگوں نے زمین سے بنائے ہوئے ایسے خدا (معبود) اختیار کر رکھے ہیں کہ جو کسی کو بھی دوبارہ زندہ کرتے ہوں ؟

خدائی شان کی معرفت

مطلب یہ ہے کہ (۱) جن ہستیوں کو مشرکین نے خدا (معبود) سمجھ رکھا ہے کیا اُن میں کوئی ایسا بھی ہے کہ جو مردہ مادّہ میں زندگی پیدا کر سکے ؟ اگر ایک اللہ کے سوا کسی میں یہ طاقت ہے ہی نہیں، اور مشرکین بھی یہ بات جانتے ہیں کہ یہ لولے، لنگڑے، اندھے، بہرے خدا (بُت) جنھیں وہ خود بناتے ہیں، کیا کسی کو پیدا کر سکیں گے ؟ تو پھر وہ کہاں سے اِس لائق ہو گئے کہ اُن کو خدا مان کر اُن کی عبادت کی جائے ؟

* ..... (تفہیم القرآن)

★ (عبادت کے لائق صرف اور صرف وہی ذات ہو سکتی ہے جو زندگی کو پیدا کرے اور مار کر دوبارہ زندہ بھی کر سکے۔ اور یہ طاقت صرف اور صرف ایک اللہ کے سوا کسی میں نہیں ــــ مؤلّف)

(۲) دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: "اے لوگو! آسمان والے فرشتے جن کو تم اپنا دیوتا سمجھتے ہو خدا کی بندگی اور اطاعت سے کبھی نہیں کتراتے۔ پھر بھلا زمین والے کس شمار و قطار میں ہیں کہ تم اُن کو خدا کا مدِّمقابل یا شریک ٹھیراتے ہو۔ بھلا یہ تمھارے بنائے ہوئے خدا یا خدا کے شریک تم کو (دوبارہ) زندہ کر سکتے ہیں، اگر خدا تمھیں اپنے عذاب سے مار ڈالے ؟ ہرگز نہیں زندہ کر سکتے۔

* ..... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ (جو خود ہی زندہ نہ ہو، وہ دوسروں کو کیا زندہ کرے گا ؟ جو خود اپنے وجود میں آنے کے لیے دوسروں کا محتاج ہو وہ کیا کسی کو وجود بخشے گا ؟)

* ..... (مؤلّف)

www.drhasanrizvi.com

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ (۲۲) اگر اُن دونوں (آسمانوں اور زمین)
لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ میں ایک اللہ کے سوا دوسرے کئی خدا
الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۲۲﴾ (معبود) ہوتے تو دونوں (آسمان و زمین)
درہم و برہم ہو کر تباہ و برباد ہو جاتے۔ پس پاک (منزّہ) ہے "عرش" (یعنی
کائنات کے تختِ حکومت کا مالک اللہ، اُن تمام باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

شرک کی نفی اور معرفتِ خداوندی

مطلب یہ ہے کہ عبادت نام ہے کامل بندگی، کامل تذلّل کا۔ اور یہ کامل تذلّل صرف اور صرف اُسی ذات کے سامنے اختیار کیا جا سکتا ہے جو اپنی ذات و صفات میں ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہو۔ اُسی کو ہم "اللہ" یا "خدا" یا "معبود" کہتے ہیں۔ اب لازمی ہے کہ خدا وہ ہو جو ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہو۔ عاجز و مغلوب نہ ہو، نہ وہ کسی سے دبے اور نہ کوئی اُس کے کام میں روک ٹوک کر سکے۔ اب اگر آسمان و زمین میں دو خدا ہوں تو پھر دونوں اسی شان کے ہوں گے۔ اب یا تو دونوں کائنات کی تدبیر میں بالکل متفق ہوں گے، یا کبھی کبھی اختلاف بھی ہو جائے گا۔ اب اگر کامل اتفاق ہے تو دو کی کیا ضرورت رہی؟ کیا ایک سارا کام نہیں کر سکتا؟ اس کے معنی دونوں میں سے کوئی ایک بھی کامل قدرت والا نہیں، اِس لیے خدا نہیں۔ اور اگر ایک خدا ساری کائنات کا انتظام اکیلا چلا سکتا ہے تو دوسرا بیکار ٹھہرا۔ جبکہ خدا، خدا ہو ہی نہیں سکتا جب تک اُس کا وجود لازمی نہ ہو، اِس لیے بیکار والا خدا، خدا نہیں ہوگا۔ اب اگر دونوں خداؤں میں اختلاف ہوگا، تو یا تو ایک خدا مغلوب اور دوسرا غالب ہوگا۔ اِس صورت میں جو خدا مغلوب ہوا، وہ خدا نہ رہا۔ یا پھر دونوں طاقت میں برابر ہوں گے۔ پس ایسی صورت میں دو خداؤں کی رسّا کشی ہوگی، تو یا تو کوئی چیز وجود میں آ ہی نہ سکے گی، اور اگر وجود میں آگئی تو

www.drhasanrizvi.com

دونوں خداؤں کی قِدَم ضِدّائیں ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گی۔ اِس طرح اگر دو خدا ہوں گے تو آسمان و زمین کا نظام درہم و برہم ہو جائے گا۔ اِس طرح ہر صورت میں صرف اور صرف ایک خدا کا ہونا ہی عقل میں آسکتا ہے، دو خداؤں کا تصور منطقی طور پر محال ہے۔

★ ۔۔۔۔۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

خدا کے وجود اور یکتا ہونے کی دلیل

★ مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات کا درست طور پر ٹھیک ٹھیک کام کرنا وہ بھی ہم آہنگی کے ساتھ اور درستی کے ساتھ، اور اُس کا باقی رہنا خود بتا رہا ہے کہ کوئی ہے جو اِس کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا ہے۔

★ ۔۔۔ (تفسیر صافی ص۳۲۶)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک زندیق یعنی "ملحد" کو مسئلۂ توحید اِس طرح سمجھایا تھا فرمایا: کہ "یا دونوں خدا قوی ہوں گے یا ایک قوی اور دوسرا کمزور ہوگا۔ پس خدا صرف وہی ہوگا جو قوی ہو اور دونوں کے قوی ہونے کی صورت میں ہر ایک دوسرے کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا، اور یقیناً نظامِ زمین و آسمان درہم و برہم ہو جاتا۔ پس آسمان و زمین کے نظام کا پوری تدبیر اور حُسن سے چلتا رہنا اور تمانع (ایک دوسرے کو روکنے ٹوکنے) کا نہ ہونا خدا کے واحد و یکتا ہونے کی دلیل ہے۔"

★ نیز آپؑ نے فرمایا: کہ: اگر دو خدا ہوں تو اُن کے درمیان کی حدِ فاصل کو تیسرا قدیم ماننا پڑے گا، اور اگر تین ہوں تو درمیانی دو حدِ فاصل مل کر پانچ بن جائیں گے اور یہ سلسلہ غیر متناہی ہو جائے گا پس ثابت ہوا کہ خدا صرف ایک (یکتا) ہے"۔ اور اِس کو دلیلِ تمانع کہا جاتا ہے۔

★ ۔۔۔۔۔ (کافی ؛ ۔تفسیر انوار النجف ۹ ص۲۲)

★ علمِ کلام کے ماہرین اِسی دلیل سے شرک کی نفی کرتے ہیں کہ: اگر دو یا دو سے زیادہ خدا ہوتے تو زمین و آسمان تباہ و برباد ہو جاتے۔ "شیخ الطائفہ" نے لکھا:

" اگر دو یا کئی خدا ہوتے تو اُن کے درمیان تمانع (ایک دوسرے کے خلاف ارادہ) بھی ممکن ہوتا اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جب ایک خدا نے کسی کام کے کرنے کا ارادہ کیا ہوتا اور دوسرے نے اُس کے خلاف ارادہ

www.drhasanrizvi.com

کیا ہوتا، تو یا تو دونوں کا مقصد پورا ہو جاتا، نتیجتاً کئی متضاد باتیں ایک ساتھ ہو جاتیں، جو امرِ محال ہے۔ یا پھر کسی کا بھی مطلب پورا نہ ہوتا۔ تو دونوں کا قادرِ مطلق ہونا غلط ہو جاتا۔ اس طرح دونوں کے خدا ہونے کی نفی ہو جاتی۔ اب اگر ایک کا مقصد حاصل ہوتا، تو دوسرے کا صاحبِ اقتدار ہونا غلط قرار پاتا، اس طرح دوسرے خدا کی نفی ہو جاتی۔

★ ..... (تفسیر تبیان)

★ غرض یہ استدلال سادہ بھی ہے اور بہت گہرا بھی۔ سادہ اتنا کہ جنگلی آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایک معمولی گھر کا نظام بھی دو آدمی چلائیں تو نہیں چل سکتا، تو بھلا پوری کائنات کا نظام دو یا دو سے زیادہ خداؤں سے کیسے چل رہا ہے؟ جبکہ یہاں بے شمار مختلف، بلکہ متضاد قوتوں میں جو بے حد و بے حساب ہیں، واضح توازن، تعاون، ہم آہنگی (Correlation) پائی جاتی ہے، اس قدر پیچیدہ نظام کا صدہا برس سے باقاعدہ چلتے رہنا واضح طور پر بتا رہا ہے کہ کوئی اٹل غالب زبردست، قاہر ہے جو بے شمار چیزوں اور قوتوں کو پوری طرح اپنے قابو میں کیے ہوئے ہے۔ اور سب کو ایک دوسرے سے تعاون کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس زبردست نظم کا وجود خود ناظم کے ایک ہونے پر گواہ ہے۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

★ غرض ہم ساری کائنات میں ایک ہی نظام دیکھ رہے ہیں جو ہر طرف کار فرما ہے، ایک ہی قانون ہے جو زمین پر بھی چل رہا ہے اور آسمانوں پر بھی۔ فطری قوانین کی ہم آہنگی واضح طور پر بتا رہی ہے کہ ان سب کا سرچشمہ صرف ایک ہے۔ اگر یہاں کئی خدا، کئی ارادے حکومت کر رہے ہوتے تو ساری کائنات میں ہم آہنگی نہ ہوتی، اور ہر طرف فساد ہی فساد ہوتا۔ ____ اس کائنات میں اس قدر ہم آہنگی پائی جاتی ہے کہ علمِ طبیعات و علمِ کیمیا کے ماہرین نے فارمولے بنا لیے ہیں۔ اسی وجہ سے خلانورد حساب لگا کر چاند یا دوسرے سیاروں پر ٹھیک اسی جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ اترنا چاہتے ہیں، اور پھر اپنی سواریوں کو زمین پر واپس ٹھیک اسی جگہ لے آتے ہیں جہاں ان کو اتارنا چاہتے ہیں۔

★ .... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ (۲۳) یُسْـَٔلُوْنَ ۞ وہ اپنے کاموں میں (کسی کے سامنے) جواب دہ نہیں ہے، مگر وہ سب کے سب جواب دہ ہیں۔

انسان کی غرضِ تخلیق

فرزندِ رسولؐ حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "انسان کو اللہ نے پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ انسان سے (اُس کے افکار و اعمال سے متعلق) سوال کرے۔" (یعنی محاسبہ کرے)

★..... (تفسیر صافی صـ۳۲۶، بحوالہ علل الشرائع)

عظمتِ خداوندی

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ: "خدا کوئی کام کرے تو اُس سے پوچھ گچھ کیوں نہیں کی جاسکتی؟" فرمایا: "اِس لیے کہ خدا جو کچھ بھی کرتا ہے وہ حکمت ہے اور اُس کا ہر کام بالکل ٹھیک ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ خدا متکبر (انتہائی بڑا) جبار (سخت گرفت کرنے والا) واحد (یکتا) قہار (زبردست) ہے اِس لیے جو شخص خدا کے فیصلوں سے ناراض ہوتا ہے، وہ اصل میں کافر ہو جاتا ہے۔" ★..... (التوحید)

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ خدا نے حدیثِ قدسی میں فرمایا: "اے فرزندِ آدمؑ! تو اپنے لیے جو کچھ چاہتا ہے اُس کے متعلق ہماری مشیت (فیصلے) پہلے ہی ہو چکے ہیں، تو جو فرض ادا کرتا ہے اُس کی طاقت بھی ہم نے ہی تجھے دی ہے۔ پھر ہماری نافرمانی بھی کرتا ہے، ہم ہی نے تجھے دیکھنے، سننے والا اور قوت والا بنایا ہے پس جو خیر و خوبی (فائدے) تجھے ملتے ہیں وہ سب ہماری طرف سے ملتے ہیں، اور جو نقصان تجھے پہنچتا ہے وہ تیری ہی ذات (گناہوں) کی وجہ سے ہے، اسی وجہ سے ہم تیری نیکیوں کے خود تجھ سے بھی زیادہ مستحق ہیں، اور تو ہماری بہ نسبت اپنی برائیوں کا زیادہ حقدار ہے اسی لیے ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں اُس کے متعلق کوئی ہم سے پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی، جبکہ مخلوق سے پوچھ گچھ کی جائے گی۔"

★..... (التوحید)

www.drhasanrizvi.com

اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ (٢٤) پھر کیا ایسے خدا کو چھوڑ کر انھوں نے
اٰلِهَةً ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ ۚ دوسرے بہت سے معبود بنا رکھے ہیں؟ کہہ دیجیے
هٰذَا ذِكۡرُ مَنۡ مَّعِىَ وَذِكۡرُ کہ اپنی کوئی دلیل پیش کرو۔ یہ (قرآن)
مَنۡ قَبۡلِىۡ ؕ بَلۡ اَكۡثَرُهُمۡ اُن کی تعلیم کے لیے موجود ہے جو میرے
لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۙ الۡحَـقَّ فَهُمۡ ساتھ ہیں، اور مجھ سے پہلے کے لوگوں کے
مُّعۡرِضُوۡنَ ۝ لیے تعلیم اور نصیحت تھی۔ مگر اس پر بھی
اُن میں کے اکثر لوگ حقیقت سے بیخبر ہیں، وہ حق سے منھ کو موڑے ہی رہتے ہیں۔

مشرکوں سے سوال

اِس آیت میں اور آگے بڑھ کر مشرکوں سے یہ سوال کیا جا رہا ہے کہ اگر تم توحید کے وہ دلائل جو ساری کائنات کے ذرّے ذرّے میں دکھائی دے رہے ہیں، نہیں مانتے ہو تو اپنے شرک اور اپنے ٹھاکروں کی خدائی ثابت کرنے کے لیے کوئی علمی، عقلی، منطقی دلیل ہی لے آؤ۔ اِن جھوٹے خداؤں کی خدائی کی تو کوئی عقلی دلیل موجود ہی نہیں، پھر تم کیسے اِن کاٹھ کے اُلّوؤں کی خدائی کا کلمہ پڑھ رہے ہو؟ *..... (تفسیر نمونہ)

شرک کی نفی، توحید کا اثبات

حضرت شاہ صاحب (محدّث دہلوی) نے فرمایا کہ یہاں اُن خداؤں کا ذکر ہے جن کو لوگ خدا کی برابر سمجھے۔ اگر ایسے دو حاکم ہوتے تو جہان خراب ہو جاتا۔ اب اُن کا ذکر فرماتے ہیں جو خدا کے نیچے چھوٹے چھوٹے خدا بطور نائبین ٹھہراتے ہیں۔ اب اگر وہ خدا ہیں تو اُن کی خدائی کے ثبوت کے لیے ربِ اعلیٰ کی سند ضروری ہے کیونکہ سند کے بغیر کوئی نائب نہیں بن سکتا۔ اب اگر سند ہے تو پیش کرو۔

*..... (موضح القرآن۔ شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ (۲۵) اور ہم نے آپؐ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں
مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ بھیجا، مگر یہ کہ ہم نے اُس کی طرف یہی پیغام
اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وحی کے ذریعہ بھیجا کہ میرے سوا کوئی خدا
نہیں ہے (اس لیے) تم لوگ میری ہی بندگی (یعنی) مکمل اطاعت کرو۔

دینِ توحید سب سے قدیم دین ہے

محققین نے نتیجہ نکالا کہ دینِ توحید دنیا کے ادیان میں قدیم ترین دین ہے۔ تمام انبیاء کرامؑ شروع دن ہی سے اسی دینِ توحید کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ رہا شرک، تو وہ بہت بعد کی ایجاد ہے۔ ★ . . . . (تفسیر ماجدی)

★ یہی توحید کی تعلیم توریت، انجیل، ساری آسمانی کتابوں میں دی گئی ہے۔ شرک کی حمایت کسی آسمانی کتاب نے نہیں کی جبکہ تمام پیغمبرؑ توحید ہی کی تعلیم دیتے آئے ہیں۔ ★ . . . . (جلالین)

★ قابیل نے ہابیلؑ کو قتل کر دیا۔ اور لعنت کا مارا عدن پہنچا اور شیطان کی تعلیم سے آتش پرست بنا، اور دنیا بھر کی بُری باتوں میں مشغول ہوا، یہاں تک کہ سخت سے سخت سزا میں مبتلا رہا۔ (یہ پہلا شرک تھا) ★ . . . . (القرآن الحکیم حاشیہ مولانا فرمان علی اعلیٰ اللہ مقامہ صفحہ ۲۰۲ ملخص)

حضرت علیؑ کا استدلال

قرآن کے اسی استدلال کو حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے اس طرح بیان فرمایا: "اگر خدا کے ساتھ کوئی اور خدا کا شریک بھی ہوتا تو اُس کے بھی پیغام لانے والے بھی ہمارے پاس اس کا پیغام لاتے اور وہ بھی اپنی قدرت کے آثار ہمیں دکھاتے۔" ★ . . . . (نہج البلاغۃ)

★ جبکہ دوسرے خدائی کے دعوے داروں نے نہ اپنے پیغمبر بھیجے نہ کوئی چیز پیدا کر کے دکھائی۔ بقول قرآن: "وہ ایک تنکا بھی پیدا نہ کر سکے، بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔" (القرآن) دوسری جگہ فرمایا: "اگر وہ سب اکٹھے ہو کر ایک مکھی تک ہرگز نہیں بنا سکتے۔ اگر مکھی اپنی غذا اُن کے دسترخوان سے حاصل کرلے تو وہ اُس سے چھین بھی نہیں سکتے۔" (القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا (۲۶) مگر وہ لوگ یہی بکتے ہیں کہ خدائے
سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝۲۶ رحمٰن نے اولاد بنا رکھی ہے۔ پاک بلند ہے
اُس کی ذات (اُن تمام نقائص سے) بلکہ وہ تو (فرشتے ہیں جو) خدا کے غلام ہیں،
جنھیں خدا کی طرف سے عزّت دے دی گئی ہے۔

غالی فرقے کا عقیدہ

یہ آیت بنو خزاعہ کے بارے میں اُتری تھی جو کہتے تھے کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں۔
★ ..... (تفسیر صافی ص۳۲۶)

★ بعض روایات میں ہے کہ یہ عیسائیوں کا قول ہے کہ مسیحؑ خدا کے بیٹے ہیں، اور یہودیوں کا قول ہے کہ عزیرؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ ★ ..... (تفسیر قمی)

★ اس آیت کے مصداق وہ غالی فرقے ہیں جو نبیوںؑ یا اماموںؑ کو خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں تو خدا نے اُن کا جواب دیا ہے۔
★ ..... (تفسیر صافی ص۳۲۶)

★ مگر یاد رہے کہ عام مسلمان رسولؐ کو خدا کا رسولؐ اور ائمہ اہلِ بیتؑ کو صرف خدا کے مقرر کیے ہوئے امام سمجھتے ہیں۔
★ ..... (مؤلف)

★ یاد رہے کہ اکثر انسانوں میں غلو کا جذبہ (Hero worship) بہت زیادہ کار فرما ہو جاتا ہے، اکثر محبت دیوانگی کی حدوں میں داخل ہو جاتی ہے۔ پھر خدا کے پاک اور مقرب بندوں کو الوہیت میں شریک بنانے لگتے ہیں۔ مگر ایسا کام خود وہ پاک خدا والے بندے نہیں کرتے، بلکہ اُن کے ماننے والے احمق معتقدین اُن کے بعد اُن کو خدا کا شریک بنا دیتے ہیں۔ "پیراں نمی پرند مریداں می پرانند"

یعنی: پیر اُڑا نہیں کرتے، البتہ مرید اُن کو اُڑاتے ہیں۔

جیسے اللہ نے حضرت عیسیٰؑ سے فرمایا: اے عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ کے علاوہ دو معبود بنا لو؟ تو انھوں نے عرض کی: تو پاک ذات ہے بھلا میری یہ مجال کیسے ہو سکتی تھی..... (لوگوں نے از خود اُن کو معبود کہنا شروع کر دیا تھا)

www.drhasanrizvi.com

لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ (۲۷) وہ تو خدا کے حضور بڑھ کر بولتے تک
بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ نہیں، اور بس اُس کے حکم پر کام کیے چلے جاتے
ہیں۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا (۲۸) جو کچھ کہ اُن کے سامنے ہے اُسے بھی
خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا خدا جانتا ہے، اور جو کچھ اُن سے چھپا ہوا ہے
لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خدا اُس سے بھی خوب واقف ہے۔ اور وہ
خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿۲۸﴾ کسی کی سفارش نہیں کرتے، مگر صرف اُس
کی، کہ جس کے حق میں سفارش سُننے کو خدا پسند فرمائے[۲]، اور وہ (سب) خدا کے
خوف سے ڈرے اور سہمے رہتے ہیں۔

فرشتوں کی حالت

[۱] جو لوگ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے اُن کو بتایا جا رہا ہے کہ تم جن کو خدا کا شریک یا بیٹا (بیٹیاں یا سفارش کرنے والے) کہتے ہو، وہ سب خدا کے معزز بندے ہیں۔ اور باوجود معزز ہونے کے اُن کی اطاعت کا یہ حال ہے کہ وہ ادب سے خدا کے سامنے خود آگے بڑھ کر لب کشائی تک نہیں کرتے، اور نہ کوئی کام خدا کے حکم کے بغیر کرتے ہیں۔ گویا اطاعت اور بندگی ہی اُن عظیم بندوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ ......* (شیخ الاسلام عثمانی)

[۲] فرشتے سفارش کس کی کرتے ہیں؟

* یعنی ملائکہ یا اللہ والے لوگ خدا کی مرضی معلوم کیے بغیر کسی کی سفارش تک نہیں کرتے۔ اب کیونکہ مومنین اور موحدین کی سفارش سے خدا راضی ہوتا ہے اس لیے فرشتے دنیا و آخرت

www.drhasanrizvi.com

میں اُن کی سفارش کرتے ہیں اور اُن کے لیے استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔
★ ...... (شیخ الاسلام عثمانی)

مشرکین کی نفی

★ مطلب یہ ہے کہ فرشتے خوب جانتے ہیں کہ خدا کا ہر حکم حکمت و دانائی اور مصلحتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ بغیر چون و چرا کیے خدا کے حکم کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں۔
★ .... (تفسیر ماجدی)

★ عام طور پر اس آیت کو فرشتوں سے متعلق قرار دیا گیا ہے، کیونکہ مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔
★ .... (تفسیر جلالین)

★ مگر مشرکین خدا کی اولاد صرف فرشتوں ہی کو نہیں، بلکہ انبیاء کو بھی سمجھتے تھے۔ مثلاً یہودی، حضرت عُزیرؑ کو عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ اس لیے یہ آیت صرف فرشتوں ہی کے لیے مخصوص نہیں کی جاسکتی۔ اور یہ آیت انبیاء کرامؑ کی عصمت، عظمت اور شفاعت کو ثابت کرتی ہے۔
★ .... (تفسیر فصل الخطاب)

★ مشرکین کہتے تھے کہ: "ہم تو اُن کی عبادت اس لیے کرتے ہیں تاکہ ہمیں اللہ کا تقرب حاصل ہو سکے" (سورۃ الزمر آیت ۳)

فرشتوں اور اولیاء خدا کی صفات اور معرفت

★ (۱) فرشتے نہ خدا ہیں، نہ خدا کے شریک، نہ دیوی ہیں، نہ دیوتا، نہ حاکم ہیں، نہ حکمران، بلکہ صرف خدا کے بندے ہیں۔ (۲) البتہ عام بندے نہیں ہیں، بلکہ خدا کے محترم بندے ہیں (مُکْرَمُوْنَ)

(۳) لیکن محترم ہونے کی وجہ سے وہ خدا سے بے تکلف یا سر چڑھے، بے ادب، گستاخ بھی نہیں ہیں، بلکہ وہ خدا کی بارگاہ میں بیحد مؤدب اور فرماں بردار ہیں۔ اس لیے فرمایا: "وہ کبھی بات کرنے میں خدا پر سبقت نہیں کرتے"۔

(۴) فرشتے جو چاہیں وہ نہیں کرسکتے، وہ از خود نہ کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ کیونکہ فرمایا: "بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ" (یعنی) وہ خدا کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں۔

(۵) ہاں، فرشتے شفاعت کریں گے، مگر ہر کس و ناکس کی نہیں، اپنی مرضی سے نہیں، صرف اور صرف اُن کی شفاعت کریں گے جن کی شفاعت سے خدا راضی ہوگا۔ یعنی وہ خدا کی رضامندی کو جان لینے

www.drhasanrizvi.com

کے بعد شفاعت کریں گے۔ اور وہ بھی اُس وقت جب خدا اُن کو شفاعت کرنے کی اجازت عطا فرمائے گا۔ کیونکہ فرمایا: " وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ " یعنی: شفاعت صرف اُن کی کریں گے جن سے خدا راضی ہو۔" ★ ۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

(۶) اور وہ شفاعت بھی بےخوفی یا اپنے زور کی بنا پر نہیں کریں گے اس لیے کہ فرمایا: " وَهُم مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ " (یعنی) اور وہ خدا کے خوف سے ڈرتے سہمتے رہتے ہیں۔"

(۷) فرشتے خداوندِ عالم کے سامنے بالکل عاجز و مجبور، بالکل بے زور و کمزور ہیں۔ ذرہ برابر دم نہیں مار سکتے۔ اِسی لیے خدا کے عطا کیے ہوئے بے پناہ اختیارات کے باوجود اس بات کا تصوّر بھی نہیں کرسکتے کہ خدائی کا ذرّہ برابر دعوےٰ کریں۔ اِس لیے کہ اگلی آیت میں فرمایا: " وَمَن يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَٰهٌ مِّن دُونِهِ فَذَٰلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ "
یعنی: " اگر اُن میں سے کوئی یہ کہدے کہ خدا کے سوا میں معبود ہوں، تو ہم اُس کو جہنّم کی سزا دیں گے۔"

★ نوٹ :- (یاد رہے کہ بعینہ یہی صفات انبیاء کرامؑ اور ائمۂ اطہارؑ اور اولیاءؑ خدا کی بھی ہوتی ہیں۔) ★ ۔۔۔۔ (مؤلف)

★ لہٰذا سوچیے کہ :

(۱) کیا یہ صفات رکھنے والے خدا، خدا کے شریک، یا خدا کی اولاد ہوسکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں)

(۲) یہ صفات اولاد کی ہیں یا بندوں کی؟ ★ ۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

(۳) کیا خدا سے بے نیاز ہوکر فرشتوں سے توقّعات باندھی جاسکتی ہیں؟ (ہرگز نہیں)

حقیقتِ شفاعت

بیجا سفارش، تعصب، اقربا پروری، خواہ مخواہ دوستوں وغیرہ کو فائدہ پہنچانے کا نام شفاعت نہیں ہے۔ بلکہ یہ گناہ میں آلودہ لوگوں کو واپس صحیح راستے پر لانے کا وسیلہ اور رحمتِ خدا کی جھلک ہے۔ شفاعت کا عقیدہ خدا سے نااُمید ہونے سے بچاتا ہے۔ ★ ۔۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَمَنْ یَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْۤ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِیْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾

(۲۹) اور اگر بفرضِ محال) جو کوئی اُن میں سے یہ کہدے کہ "اللہ کو چھوڑ کر میں خدا ہوں" تو ہم اُسے جہنم کی سزا دیں گے (کیونکہ) ہمارے ہاں ظالموں کی یہی سزا ہوتی ہے۔

ع ۲

اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾

(۳۰) کیا حق کے منکر کافروں نے غور نہیں کیا کہ آسمان اور زمین سب بند تھے[1] تو ہم نے اُن دونوں کو کھول دیا۔ پھر پانی سے ہر زندہ چیز کو پیدا کردیا، تو کیا وہ (اب بھی ہماری اِس عظیم خلّاق قوّت ورحمت کو) نہیں مانتے؟

---

[1] "رتق" کے اصل معنی بند ہونے یا جُڑ جانے کے ہوتے ہیں۔ یہاں پر اسمِ فاعل یا اسمِ مفعول دونوں کے معنی ہیں۔ * . . . (لغات القرآن نعمانی جلد ۳)

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے جب اِسی آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: "شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ زمین اور آسمان ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے پھر الگ الگ ہوگئے۔ جبکہ خدا کے اِس قول کا مطلب یہ ہے کہ آسمان اِس طرح بند تھا کہ اُس سے پانی نہیں برستا تھا، اور زمین اِس طرح بند تھی کہ اُس میں سے دانہ نہیں نکلتا تھا۔ جب خدا نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا تو آسمان کو اِس طرح کھول دیا کہ وہ برسنے لگا اور زمین کو اِس طرح کھول دیا کہ اُس میں سے دانے اُگنے لگے۔" امامؑ کا یہ جواب سن کر سائل نے کہا کہ:

www.drhasanrizvi.com

"آپ انبیاء کرام کی اولاد ہیں اور آپ حضرات کا علم انبیاء جیسا علم ہے۔"

* ...... (تفسیر صافی ص۳۲۷، بحوالہ کافی)

* نوٹ :۔ اس جواب سے معلوم ہوا کہ ائمۂ اہلِ بیتؑ کے بغیر، جو خدا کا نور ہیں اور قرآن کے ساتھی ہیں، قرآنی آیات کا مطلب نہیں سمجھا جاسکتا۔ * ... (مؤلف)

؎ "بغیر آلِ نبی لکھ رہے ہیں تفسیریں * کتاب کیسے پڑھی جائے گی چراغ بغیر"

* ..... (استاد قمر جلالوی)

پانی کی اہمیت

آیت نے بتایا کہ خدا نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے اسی لیے ہر جاندار کی تخلیق میں پانی سب سے زیادہ اہم ہے۔ نیز آیت کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر جاندار کی زندگی پانی پر منحصر ہے کیونکہ پانی کے بغیر کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔

* ...... (تفسیر قمی)

* حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جب پانی کا مزہ پوچھا گیا، تو آپؑ نے فرمایا:

"پانی کا مزہ زندگانی کا مزہ ہے۔" * ..... (کافی)

* اندازہ فرمائیں کہ خداوندِ کریم نے تو بندوں کے لیے پانی کو وافر مقدار میں بنایا ہے، لیکن وہ کیسے بدبخت و ملعون ہوں گے جنھوں نے خدا والوں پر ہی پانی جیسی ضروری چیز کو بند کر دیا تھا۔ اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لعنت کا طوق پہن لیا۔

؎ انسان اس طرح اتر آئے عناد پر * لعنت خدا کی حشر تلک ابنِ زیاد پر

* .... (جوش)

نتائج و تعلیمات

آیت کا مقصد یہ بتانا ہے کہ آسمان و زمین محض جامد مخلوق ہیں، یہ کوئی (۱) دیوی، دیوتا نہیں کہ کسی کام آسکیں۔ (۲) پھر خدا کا یہ فرمانا کہ "ہم نے آسمان و زمین کو کھول دیا" تب آسمان برسنے لگا۔ اس سے مشرکین کو یہ بتانا مقصود ہے کہ آسمان و زمین جیسے بڑے اجسام بھی از خود کچھ نہیں کرسکتے، تو بادشاہ، وڈیرے، سرمایہ دار اور بت وغیرہ کس شمار و قطار میں ہیں۔

* ...... (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ (۳۱) اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾

اور ہم نے زمین میں پہاڑ اس لیے رکھ دیے تاکہ وہ لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے، پھر اُس میں اور اُن کی درمیانی خلاؤں میں کشادہ راستے بنا دیے تاکہ لوگ (اُس میں) اپنا راستہ پاتے رہیں۔

★ یاد رہے کہ اِس آیت میں زمین کی مطلق حرکت کی نفی نہیں کی گئی ہے، بلکہ اُس کی اضطرابی حرکت یا تھرتھراہٹ کی نفی کی گئی ہے۔
★ ۔۔۔۔۔ (تفسیرِ ماجدی)

★ آیت کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ "لوگ زمین پر چلنے کے لیے راستے پالیں"۔ اور یہ مطلب بھی نکل سکتا ہے کہ خدا کی حکمت، کاری گری اور اُس کے انتظامات کو دیکھ کر لوگ حقیقت تک پہنچنے کا راستہ پالیں۔
★ ۔۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

★ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ درّے اور شگاف نہ ہوتے تو یہ بڑے بڑے پہاڑ دنیا کے مختلف علاقوں کو ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ کر دیتے۔ انسانوں کا ایک دوسرے سے تعلق ہی ختم ہو جاتا۔ پہاڑوں میں درّوں اور راستوں کا ہونا بتاتا ہے کہ یہ سب کام کسی علیم و حکیم ذات کا ہے اور ساری چیزیں کسی خاص حساب اور پروگرام کے مطابق بنائی گئی ہیں۔ ★ ۔۔۔۔ (تفسیرِ نمونہ)

غرض آیت کا مفہوم

یہ ہے کہ (۱) خدا نے پہاڑوں میں درّے اِس لیے بنائے ہیں تاکہ ایک ملک والے دوسرے ملک والوں سے مل جل سکیں۔ اگر پہاڑوں میں درّے نہ ہوتے تو راستے بند ہو جاتے۔ (موضح القرآن)

★ (۲) پھر انہی کشادہ راستوں کو دیکھ کر انسان خدا کی قدرت، حکمت اور توحید کی طرف راستہ پا سکتا ہے۔
★ ۔۔۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا (۳۲) اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت
مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا بنادیا، مگر یہ ہیں کہ خدا کی باتوں، دلیلوں،
مُعْرِضُوْنَ (۳۲) اور نشانیوں کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔

★ آسمان کی عدیم المثال بلندی اور احاطت کو چھت سے بہتر کسی طرح بیان نہیں کیا جاسکتا تھا۔
★ ------ (تفسیر ماجدی)

جدید سائنس کے نزدیک

آسمان سے مراد وہ فضا ہے جو زمین کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔
اس کی ضخامت کئی سو کلومیٹر ہے۔ ظاہری طور پر تو یہ لطیف گیسوں سے مل کر بنی ہے، مگر حقیقتاً یہ فضا اس قدر مضبوط اور محکم ہے کہ ہر طرف سے کروڑوں ٹکرانے والی چیزیں زمین کی طرف آتی رہتی ہیں، وہ اس فضا سے ٹکرا ٹکرا کر نیست و نابود ہوجاتی ہیں۔ یہی فضا ہے کہ جو زمین کو لاکھوں شہابوں سے جو پتھروں کی بمباری کی شکل اختیار کرتے رہتے ہیں، زمین کو بچاتی رہتی ہے۔ اسی طرح سورج کی وہ شعاعیں جو ہمارے لیے موت کا پیغام بن سکتی ہیں، اسی فضا سے گذر کر جب آتی ہیں تو یہی فضا مہلک شعاعوں کو زمین پر آنے سے روک دیتی ہے۔ اب خدا کا یہ ارشاد کس قدر واضح ہوجاتا ہے کہ یہ آسمان بڑی زبردست مضبوط اور پائیدار چھت ہے جو ہماری محافظ ہے۔ ------ (سبحان اللہ)
★ ------ (تفسیر نمونہ)

★ عظیم سائنس دان "فرانک آلن" لکھتا ہے: "یہ فضا جو زندگی کو بچانے والی گیسوں سے بنی ہے اس قدر ضخیم ہے کہ ایک ... کی طرح زمین کو ہر روز بیس ملین آسمانی پتھروں کی بمباری سے بچاتی ہے جن میں سے ہر ایک پتھر لاکھوں انسانوں کی موت کا پیغام ہوتا ہے جو پچاس کلومیٹر فی سکنڈ کی رفتار سے روز فضا سے آکر ٹکراتے ہیں۔ یہی فضا ہمیں ان شہابوں سے بچائے رکھتی ہے۔ ... (سبحان اللہ)
(راز آفرینش انسان ص۲۴)

www.drhasanrizvi.com

وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ الَّیۡلَ (۳۳) اور (حالانکہ) وہ اللہ ہی تو ہے جس نے
وَالنَّهَارَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ رات اور دن بنائے اور سورج اور چاند
كُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ يَّسۡبَحُوۡنَ ۝ (جیسی عظیم چیزوں) کو پیدا کیا۔ (اُن میں کا)
ہر ایک (دیکھانا) اپنے اپنے دائرے (فلک) میں تیر رہا ہے۔

نتائج

خداوندِ کریم کا یہ فرمانا کہ: "سب کے سب ایک ایک (الگ) فلک میں تیر رہے ہیں۔" اِس ارشاد سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں:۔

(۱) ایک یہ کہ سب کے سب سیارے ایک ہی فلک میں نہیں ہیں۔ بلکہ ہر ایک کا فلک الگ ہے۔

(۲) دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ فلک (آسمان) کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں تمام تارے کھونٹیوں کی طرح جڑے ہوئے ہوں، اور وہ آسمان خود اُن کو اپنی گود میں لیے گھوم رہا ہو۔ معلوم ہو رہا ہے کہ آسمان کوئی سیال خلا کا نام ہے جس میں ستارے تیر رہے ہیں۔ غرض پرانے زمانے میں اِس آیت کی تفسیر کچھ اور ہی کی جاتی تھی۔ مگر آج فزکس، حیاتیات (Biology) اور علمِ ہیئت Astronomy کی جدید معلومات نے اِس آیت کا مفہوم کچھ اور کر دیا۔ اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ آئندہ جو معلومات حاصل ہوں گی، وہ اِن الفاظ کے کیا معنی سمجھائیں گی۔ (تفہیم القرآن)

آیت کا پیغام یہ ہے کہ یہ نظامِ کائنات جو تمھارے سامنے ہے، کیا یہاں ایک خدا کے سوا کسی اور خدا کی کوئی کاریگری تمھیں نظر آتی ہے، کیا ایسا ہم آہنگ نظام ایک سے زیادہ خداؤں سے بن یا چل سکتا ہے؟ کیا اِس قدر حکیمانہ زبردست نظام کو دیکھ کر کوئی عقلمند یہ تصور بھی کر سکتا ہے کہ یہ کسی کھلنڈرے کا کھیل یا بندر نچانے والے کا تماشا ہے؟ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی تم نبیؐ کی بات کا انکار کر رہے ہو۔! ... (از تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿۳۴﴾

(۳۴) اور ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی آدمی کے لیے ہمیشہ کی زندگی نہیں قرار دی۔ اگر تم مر بھی گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ کی زندگی پا جائیں گے۔

★ یہ کافر کہتے تھے کہ محمدؐ تک یہ دھرم اسلام باقی ہے۔ جیسے ہی یہ شخص مرا پھر کچھ نہیں۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (جلالین ۔ موضح القرآن)

★ غرض یہ کوئی امرِ واقع کی اطلاع نہ تھی، بلکہ صرف کافروں کی تمنا تھی کہ محمدؐ مر جائیں اور ہمیں تو اُن کی موت کا انتظار ہے۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر بیان)

★ خدا نے جواب دیا کہ مرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ جتنے بھی انبیاء کرام دنیا میں تشریف لائے اُن سب کو موت سے دوچار ہونا پڑا لیکن جو بھی دنیا سے اُٹھے گا، وہ کسی اور کے پاس تھوڑی جائے گا، ہمارے ہی پاس پلٹ کر آئے گا۔ پھر ہم اُس کے اعمال اور اُن کے نتائج اُس کی آنکھوں کے سامنے لے آئیں گے۔ کیونکہ اس زندگی کا حاصل مکافاتِ عمل ہے۔ یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ لہٰذا اصل سوچنے کی بات یہ نہیں کہ کون ضرور مر جائے گا، بلکہ اصل بات سوچنی یہ چاہیئے کہ خدا کے پاس جا کر کس کا کیا انجام ہوتا ہے۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (فصل الخطاب)

★ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ کافر، حضورؐ کی باتیں سن کر کہتے تھے کہ "یہ ساری دھوم دھام اس شخص کے دم تک ہے۔ یہ حضرتؐ دنیا سے رخصت ہوئے پھر کچھ نہیں۔" کافروں کا مطلب یہ تھا کہ موت کا آنا نبوت کے منافی ہے۔ اُس کا جواب یہ دیا گیا کہ: "انبیاءؑ و مرسلینؑ میں کون ایسا ہے جس پر کبھی موت طاری نہ ہو۔ ہمیشہ زندہ رہے۔ اگر تمھیں رسولؐ کی موت کے تصور سے اپنا دل ٹھنڈا کرنا ہے۔" "تو کیا تم کبھی نہیں مرو گے؟"

(از شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ (۳۵) ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۵﴾ اور ہم اچھے اور بُرے حالات میں ڈال کر تم سب کا امتحان لے رہے ہیں، اور آخرِ کار تم کو ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔

نتائج و تعلیمات

★ یہاں انسان کے لیے پانچ قانون بیان کیے گئے ہیں:

(۱) ہر ایک کو مرنا ہے، خواہ جلد یا دیر سے۔

(۲) انسان جب تک زندہ رہے گا، اُس کا امتحان ہوتا رہے گا۔

(۳) امتحان اِس بات کا ہوگا کہ وہ ہر حال میں خدا کی اطاعت کرتا ہے یا نہیں۔

(۴) خداوندِ کریم کبھی نعمتیں دے کر امتحان لیتا ہے، اور کبھی نعمتوں سے محروم کر کے۔

(۵) ہر انسان کو خدا کے پاس جا کر اپنے اعمال کا جواب ضرور دینا ہے۔

----- (تفسیر روح المعانی)

کافروں کو جواب دیا جا رہا ہے

کافروں کا کہنا تھا کہ: "محمدؐ بالآخر مر ہی جائیں گے"

کافر عورتیں حضورؐ کو کوستی رہتی تھیں۔ اُن کو یہ جواب دیا جا رہا ہے کہ مرنا سب کو ہے۔ اِس لیے اے میرے رسولؐ! (۱) آپ اِن احمقوں کی دھمکیوں کی پرواہ کیے بغیر بے خوف ہو کر اپنا کام کیے جائیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ رنج و غم کی کوئی پرواہ نہ کریں، اِس لیے کہ رنج و غم، راحت، سکون، جیت ہار، غلبہ یا کمزوری، صحت، بیماری، امیری غریبی کو ہم نے اِس لیے بنایا ہے تاکہ لوگوں کا اِن حالات سے امتحان لیں۔ تاکہ دیکھیں کہ اچھے حالات میں تم متکبر، ظالم، خدا فراموش، بندۂ نفس بن جاتے ہو یا نیک، عادل، خدا کو یاد کرنے والے اور اُس کی اطاعت کرنے والے بنے رہتے ہو۔؟ اور بُرے حالات میں پست، حرام اور

www.drhasanrizvi.com

ذلیل طریقے تو استعمال نہیں کرتے، صبر کرتے ہو یا نہیں؟ اِس لیے انسان کو ان تمام حالات میں خود کو امتحان دیتا ہوا محسوس کرتے رہنا چاہیئے۔ یہ صرف عقل دشمن احمق اور کم ظرف آدمی کا کام ہے کہ اچھے حالات میں فرعون و نمرود بن جائے، اور برے حالات آئیں تو زمین پر ناک رگڑنے لگے۔

★ ---- (تفہیم القرآن)

★ غرض موت کے عمومی قانون کو بیان کرنے کے بعد کہ موت ہر زندہ موجود کے لیے لازمی ہے، یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ پھر اِس ناپائیدار زندگی کا مقصد کیا ہے؟ فائدہ کیا ہے۔؟ خداوندِ عالم نے اِسی لیے یہیں پر بتلا دیا کہ اِس زندگی کا مقصد یہ ہے کہ ہم تمہارا خیر و شر کے ذریعے امتحان لیں گے۔ اور آخرِ کار تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔ اور جزا یا سزا پاؤ گے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ ہمارے رہنے کی اصل جگہ یہ دنیا نہیں ہے۔ یہ تو صرف اور صرف امتحان ہال ہے اِس امتحان کے ذریعے ہم کسبِ کمال کرتے ہیں اور پھر اپنے اصل ٹھکانے کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

★ ---- (تفسیر نمونہ)

★ خاص بات یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے امتحان کے سلسلے میں "خیر" سے پہلے "شر" کو بیان فرمایا ہے، کیونکہ امتحان کبھی نعمتوں (خیر) کے ذریعے لیا جاتا ہے اور کبھی مصیبتوں یعنی "شر" کے ذریعے لیا جاتا ہے۔ لیکن وہ امتحان جو مصیبتوں کے ذریعے لیا جاتا ہے زیادہ سخت اور مشکل ہوتا ہے۔

★ ---- (تفسیر کبیر رازی)

★ ایک دفعہ امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام بیمار ہوئے، جب کچھ دوستوں عزیزوں نے آپؑ سے آپؑ کا حال پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: (قَالَ بِالشَّرِّ) یعنی: "فرمایا یہ شر ہے"۔ لوگ حیران ہوگئے۔ تو آپؑ نے فرمایا: "خدا فرماتا ہے کہ: "ہم شر اور خیر کے ذریعے تمہارا امتحان لیتے ہیں" اِس لیے "خیر" صحت و طاقت ہے اور "شر" بیماری اور فقر و فاقہ ہے۔ ★ (تفسیر نور الثقلین)

★ غرض یہ امتحان لینا خدا کی ربوبیت کی شان ہے، اور ہم کو ہماری اپنی صلاحیتوں اور کوششوں کی بنیاد پر اعلیٰ سے اعلیٰ ترین مقامات عطا فرمانے کا وسیلہ ہے۔ ★ ---- (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۶﴾

(۳۶) اور جب حق کے منکر (کافر) آپؐ کو دیکھتے ہیں تو آپؐ کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ (کہتے ہیں) کیا یہی ہیں وہ حضرت جو تمھارے معبودوں کا ذکر (برائی سے) کیا کرتے ہیں؟ حالانکہ خود اُن لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ خدائے رحمٰن کے ذکر تک سے اِنکاری ہیں۔

محققین نے نتیجہ نکالا: کہ اہل اللہ کو ذلیل کرنا، اُن کا مذاق اڑانا، اہلِ باطل اور حق کے دشمنوں کا طریقہ رہا ہے، حالانکہ مذاق اُڑائے جانے کے لائق تو وہ ہیں جو سب سے بڑی حقیقتوں یعنی خدا، رسولؐ، موت، آخرت، جزاء و سزا کو بھلا بیٹھے ہیں۔ ★ . . . (تفسیر ماجدی)

★ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ بناوٹی جھوٹے خداؤں کی مخالفت تو انھیں اِس قدر ناگوار ہے کہ اُن کی خاطر اے رسولؐ! یہ لوگ تمھارا مذاق اُڑاتے ہیں۔ فقرے کستے ہیں۔ مگر اُن کو خود اپنے حال پر شرم نہیں آتی کہ خدا سے پھرے ہوئے ہیں، اور اپنے سب سے بڑے محسن خالق و مالک و رازق کا ذکر سن کر آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ ★ . . . (تفہیم القرآن)

★ تعجب اس بات پر ہے کہ اگر کوئی شخص اِن پتھروں، لکڑیوں کے بنائے ہوئے کاٹھ کے اُلّو خداؤں کی برائی کرتا ہے تو وہ احمق اِس بات پر تعجب کرتے ہیں لیکن اگر کوئی سب کو فائدہ پہنچانے والے مہربان خدا کا ذکر کرتا ہے جس کی رحمت اور عطاؤں کے آثار کائنات کے ذرّے ذرّے میں دکھائی دیتے ہیں جس کی رحمت اور عظمت کا ذرہ ذرہ کلمہ پڑھ رہا ہے تو اس پر اُن کو کوئی تعجب نہیں ہوتا، اِس کی وجہ یہ ہے کہ جھوٹے خداؤں کی محبت و عبادت کی اُن کو عادت پڑ گئی ہے جو اُن کو اچھی لگتی ہے۔
★ . . . . . (از تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝۳۷

(۳۷) انسان کی خلقت جلد بازی (کے خمیر) سے ہوئی ہے (یا) انسان بڑی جلد باز مخلوق ہے۔ تو عنقریب میں اپنی نشانیاں تم کو دکھاؤں گا۔ پس تم مجھ سے (اتنی) جلدی مت مچاؤ۔

★ یہاں "انسان" سے مراد "کافر قسم کا انسان" ہے۔ آج بھی کافروں، دہریوں، منکروں مسلم نما مشککین کو، مغرب پرست مفکرّین کو سب سے بڑی شکایت یہ ہے کہ یہ کیسا خدا ہے جو ظالموں، جابروں کو فوراً نہیں پکڑتا۔ یہ احمق کسی طرح یہ بات نہیں سمجھتے کہ خدا نے ہمیں امتحان لینے کے لیے پیدا کیا ہے اور امتحان بغیر مہلت اور اختیار کے ممکن ہی نہیں ہوتا۔

★ ..... (تفسیر ماجدی)

★ حقیقت یہ ہے کہ انسان کا خمیر ہی جلد بازی سے اٹھا ہے۔ یعنی جلد بازی اُس کی فطرت اور طینت میں داخل ہے۔ لہٰذا خدا فرما رہا ہے کہ تم جلد بازی سے کام نہ لو، میں عنقریب اپنی نشانیاں تمھیں دکھاؤں گا اور ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچاؤں گا۔ اِس لیے تم بہت جلدی نہ کرو۔

★ ..... (تفسیر تبیان)

سوال اور جواب سوال

★ سوال یہ ہے کہ جب انسان کو بنایا ہی جلد باز گیا ہے تو پھر وہ کیا کرے؟ پھر انسان سے کیوں کہا جا رہا ہے کہ "جلدی نہ کرو"؟ جواب یہ ہے کہ: "انسان کا اصل امتحان ہی یہ ہے کہ وہ اپنی کمزوریوں پر ضبطِ نفس کے ذریعے سے قابو پائے۔ خدا اور اُس کے رسولؐ کو دل سے مان کر یہ سمجھے کہ قیامت یا موت کا وقت مقرر ہے اور اُس وقت کو اُس حکیم نے مقرر کیا ہے جو تمام مصلحتوں کو جانتا ہے اور اسی انتظار یا مہلتِ عمل ہی میں ہمارا فائدہ ہے۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا (۳۸) (مگر) یہ لوگ یہی پوچھتے رہتے ہیں کہ
الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۸ آخر وہ (دھمکی اور سزا کا) وعدہ کب پورا ہوگا
اگر تم سچے ہو؟ (تو بتاؤ)

لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ (۳۹) کاش اِن حق کے منکروں، کافروں کو
لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ اُس وقت کا کچھ علم ہوتا کہ جب نہ تو یہ اپنا
وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ منھ ہی آگ[۱] سے بچا سکیں گے اور نہ اپنی
يُنْصَرُوْنَ ۝۳۹ پیٹھیں، اور اُن کو کہیں سے کوئی مدد ہی مل
سکے گی۔

کافروں کی حماقت، طلبِ عذاب

کافر انسان کی جلد بازی کی انتہاء دیکھیئے کہ وہ انتہائی بے صبری کے ساتھ قیامت کے آجانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ احمق یہ تک نہیں سمجھتے کہ قیامت کے آنے کے معنی یہ ہیں کہ اُن کا مکمل تیا پانچا ہوجائے۔ مگر وہ ایسے بلا کے احمق ہیں کہ اپنی تباہی اور بربادی کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔

(تفسیر نمونہ) ---- ★

★ یعنی آج اس دنیا میں جب سننا، سمجھنا، دیکھنا فائدہ پہنچا سکتا تھا، تو یہ کافر بالکل اندھے، بہرے بنے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن جب دیکھنا، سوچنا، سننا، سمجھنا کچھ فائدہ نہ دے گا تب اُن کی آنکھیں اور کان خوب کھل جائیں گے۔ اُس وقت یہ لوگ وہ باتیں سنیں گے کہ جن سے جگر پھٹ جائیں اور وہ مناظر دیکھیں گے جن سے چہرے سیاہ ہوجائیں۔ (ترجمۃ الاسلام عثمانی)

۱ عذابِ آخرت کی کیفیت

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ چاروں طرف سے آگ انھیں گھیرے ہوئے

www.drhasanrizvi.com

ہوگی، وہ جسم کے کسی حصّے کو بھی جہنّم کی آگ سے بچا نہ سکیں گے۔
★...... (تفسیر مجمع البیان)

★ اِس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ (۱) جہنّم کی آگ ایسی نہ ہوگی کہ جس سے کسی طرح سے بچا جاسکے کیونکہ وہ اِس طرح منکروں کو گھیر لے گی کہ اُن کے سامنے کا حصّہ بھی آگ میں ہوگا اور پیچھے کا حصّہ بھی۔ گویا وہ آگ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔

(۲) پھر یہ کہ وہ آگ اچانک اُن کو اِس طرح دبوچ لے گی کہ وہ کسی قسم کا بچاؤ بھی نہ کرسکیں گے۔ بس حیران ہوکر رہ جائیں گے۔

(۳) پھر وہ مُہلتیں مانگیں گے، مگر کوئی مہلت نہیں دی جائے گی، اِس لیے کہ دنیا میں اُن کو اصلاح کی مُہلت بہت زیادہ دی جاچکی ہوگی۔

(۴) پھر اِس پر اُن کی بیچارگی کی حالت یہ ہوگی کہ "وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ" (اُن کی کسی قسم کی کوئی مدد بھی نہ کی جائے گی۔) یعنی اُن کے بُت اور جھوٹا خدا جن پر اُن کو بھروسہ تھا، اور بڑا ناز تھا، اُن کی کوئی مدد نہ کرسکیں گے۔ بلکہ صاف صاف خود اُنہی پر تبرّا کریں گے اور سارا الزام اُنہی کے سر تھوپ دیں گے۔

(۵) پھر جہنّم کی آگ دنیا کی آگ سے کہیں زیادہ شدید اور مختلف ہوگی۔ مثلاً فرمایا: "نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ" (سورۃ الھمزۃ - آیت ۶، ۷، پ۳۰)
یعنی: "خدا کی جلائی (بھڑکائی) ہوئی آگ انسانوں کے دلوں سے جالگے گی۔" (یعنی: جہنّم کی آگ صرف جسم اور کپڑوں ہی کو نہیں جلائے گی، بلکہ دل و دماغ کو بھی جلاکر خاکستر کردے گی۔ (الحفیظ الامان)

(۶) پھر جہنّم کی آگ کے ایندھن کے بارے میں فرمایا: "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" (سورۃ البقرۃ آیت ۲۴، پ۱)
یعنی: "جہنّم کا ایندھن انسان اور پتّھر ہوں گے" (اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ) جو کافروں (منکروں) کے لیے تیار کی گئی ہے۔"
★.... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

بَلْ تَأْتِيهِم بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿۴۰﴾

(۴۰) بلکہ اُس سزا کا عذاب تو اُن پر اِس طرح اچانک ٹوٹ پڑے گا[۱] کہ وہ بالکل ہی بدحواس ہو کر رہ جائیں گے، پھر وہ نہ تو اُسے پلٹا کر ٹال ہی سکیں گے اور نہ انھیں مُہلت ہی مل سکے گی۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿۴۱﴾

۳ ع ۱۲ ۲

(۴۱) (اب رہا اُن کا مذاق اُڑانا تو) مذاق تو آپؐ سے پہلے بھی رسولوں کا اُڑایا جا چکا ہے مگر اُن کا مذاق اُڑانے والے خود اُسی چیز (جہنّم) کے پھیر اور گھیرے میں آ کر پھنسے جس کا کہ وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔

★ ۱ اگر خدا کا عذاب معیّن وقت پر بھی آتا تو کوئی کم مصیبت کا نہ ہوتا، مگر جب وہ اچانک آ جائے گا، تو سب کے سب ہکّا بکّا رہ جائیں گے اور کسی قسم کا کوئی بچاؤ نہ کر سکیں گے۔

--- (تفسیر ماجدی)

۲ اِس آیت میں خدا اپنے رسولؐ کو تسلّی دے رہا ہے کہ حق کے منکر لوگ صرف آپؐ ہی کا مذاق نہیں اُڑاتے، بلکہ ایسے لوگ سارے رسولوں کا مذاق اُڑاتے چلے آئے ہیں۔ لیکن آخرِ کار اُسی عذاب نے اُن کو آ دبوچا تھا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔

--- (تفسیر صافی ص ۳۲۸)

۳ ”حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں“ (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ (۴۲) کہہ دیجیے کہ کون ہے جو تمھیں[۱] رات میں
وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ یا دن میں خدائے رحمٰن سے بچا سکتا ہے؟
هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۴۲ مگر یہ (احمق) اپنے ہی پالنے والے مالک کی
نصیحت سے منھ کو موڑے ہی چلے جا رہے ہیں۔

اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ (۴۳) کیا ہمارے علاوہ اُن کے معبود ایسے
دُوْنِنَا ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ ہیں کہ جو اُن کو ہم سے بچا[۲] سکیں؟ وہ
اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا (بیچارے) تو خود اپنی مدد تک نہیں کر سکتے
يُصْحَبُوْنَ ۝۴۳ اور نہ ہی اُنھیں ہماری (تائید یا) صحبت
حاصل ہے۔

★ [۱] اس کے معنی یہ بھی لکھے گئے ہیں کہ: "رات اور دن میں جو حادثے پیش آتے ہیں اُن سے تمھیں خدا کے سوا کون بچا سکتا ہے۔ (مجمع البیان)

★ عرفاء نے لکھا کہ اپنے نفسوں کی حفاظت نہ کر سکنے میں تو مومن اور کافر سب برابر ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ مومن کو خدا کی تائید، مدد، نصرت من اللہ اور معّ اللہ حاصل رہتی ہے۔ اِس لیے مومن کی آس خدا سے ہمہ وقت جُڑی رہتی ہے اور کافر کی آس خدا سے ہمیشہ ٹوٹی رہتی ہے۔ ★ . . . (تفسیر ماجدی)

★ [۲] یعنی: ان مشرکوں کو اپنے فرضی خداؤں کے بارے میں یہ خیال ہے کہ وہ اُن کی حفاظت کر رہے ہیں اور وہی اُنھیں خدا کے عذاب سے بچا لیں گے۔ بھلا وہ مسکین اُن کی مدد اور حفاظت کیا کریں گے، خود اُنھیں اگر کوئی توڑ پھوڑ ڈالے یا اُن سے کچھ چھین لے جائے تو وہ بیچارے خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے، اپنے ہاتھ پاؤں تک نہیں ہلا سکتے، وہ تمھاری بھلا کیا حفاظت کر سکتے ہیں؟ ★ . . . . (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ (۴۴) حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۗ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۗ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾

بلکہ (اصل بات تو یہ ہے کہ) اُن کو اور اُن کے باپ دادا کو ہم نے (دنیا کی چند روزہ زندگی کا خوب) ساز و سامان اور مال و متاع سے فائدہ اُٹھانے کا عارضی موقع دے دیا ہے (اسی لئے) وہ لمبی عمریں جی لیے۔ تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ (موت اور بلاؤں کے ذریعہ) ہم اُن کی زمین کو مختلف سمتوں سے کاٹتے گھٹاتے ہی چلے آرہے ہیں؟ تو کیا وہ (ہم پر) غالب آسکتے ہیں۔؟

★ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی حفاظت اور بتوں کی بیچارگی کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کو یہ مشرک نہ سمجھ سکیں۔ اصل بات یہ ہے کہ صدیوں سے یہ لوگ بیفکری اور عیش کی زندگی گذارنے کی وجہ سے مغرور اور بیفکر ہو چکے ہیں، غفلت کے نشے میں چور ہو جانے کی وجہ سے پیغمبروںؑ کی باتیں سننے کو تیار ہی نہیں۔ اصل میں اُنھیں خدا کے عذاب کا کوئی جھٹکا لگا ہی نہیں اِس لئے اَوْل فَوْل بک رہے ہیں۔

(شیخ الاسلام عثمانی) - - - ★

ایک اور اندازِ تفسیر یہ ہے کہ یہاں زمین سے مراد زمین کے لوگ ہیں جو مختلف علاقوں میں آباد ہیں اور بتدریج دنیا کو الوداع کہہ کر موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔ اِس طرح زمین یعنی زمین کے لوگ بتدریج کم ہوتے جارہے ہیں، اُن مرنے والوں میں سب سے زیادہ اہم علماءِ دین کا مرنا ہوتا ہے کیونکہ یہی لوگ دینِ خدا کی بقاء کے ضامن اور محافظ ہوتے ہیں۔

★ اسی لیے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

www.drhasanrizvi.com

نے ارشاد فرمایا: " نُقْصَانُهَا ذِهَابُ عَالِمُهَا "

یعنی: (زمین کا سب سے بڑا نقصان اُس کے عالموں کا چلا جانا ہے)

★ .... (نور الثقلین جلد ۳)

آیت کا منشا اور مقصد یہ ہے: (۱) علماء اور بڑی بڑی قوموں کی موت ہمارے لیے بہت بڑا نقصان ہے۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: " مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ "

یعنی: (عالِم (دین) کی موت (پورے) عالَم کی موت ہے)

(۲) خداوندِ عالم سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا

(۳) سب کو بالآخر موت کے منہ میں چلا جانا ہے۔ (جب حضرتِ مرسلؐ نہ رہے کون رہے گا)

★ ..... (تفسیر نمونہ)

(۴) کائنات میں ایک زبردست طاقت کارفرما ہے، جو بگاڑتی بھی رہتی ہے اور بناتی بھی رہتی ہے۔

اِس لیے ہمیں ہمہ وقت اُس پر بھروسہ کرنا چاہیئے اور اُسی سے مدد طلب کرتے رہنا چاہیئے۔

★ .... (تفہیم القرآن)

★ "بَلْ مَتَّعْنَا": یعنی: اُن کو اور اُن کے بزرگوں کو لمبی لمبی زندگیاں ہم نے ہی دی ہیں تو کیا وہ اپنی طولِ حیات پر اِتراتے ہیں۔ حالانکہ ہم زمین کے کناروں کو گھٹاتے رہتے ہیں یعنی اُس کے آباد کاروں میں سے بعض کو موت دے دیتے ہیں۔ یا یہ کہ اُن کے بڑے بڑوں کو موت کا جام پلا دیتے ہیں۔ یا یہ کہ اُن کے علماء کو اُٹھا لیتے ہیں۔ اور مقصد یہ ہے کہ جس طرح ہم نے پہلی بار اُن کو زندگی بخشی ہے اُن کو مارنے پر بھی قادر ہیں۔

★ .... (تفسیر انوار النجف ۹ صفحہ ۲۲۷)

★ لیکن عام مفسرین نے اِس آیت کا مطلب یہ لکھا ہے کہ "ہم مسلمانوں کی فتح کے ذریعہ کفار کے قبضہ والی زمینوں کو گھٹاتے چلے جاتے ہیں۔ ★ .... (تفسیر جلالین) .. .... مگر اِس تفسیر پر

★ (۱) سوال یہ ہے کہ جب کفار مسلمانوں والی زمینیں فتح کرنے لگیں تو اِس آیت کا مطلب کیا ہوگا؟

★ (۲) دوسرے یہ کہ کیا جب مسلمان زمینیں فتح نہ کر سکیں تو کیا یہ آیت معطل اور مہمل ہو کر رہ جائے گی؟ یہ مطالب کمزور ہیں

(فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

قُلۡ اِنَّمَاۤ اُنۡذِرُكُمۡ بِالۡوَحۡىِ ‌ۖ (۴۵) اُن سے کہدیجیے کہ: "میں تو وحیِ الٰہی
وَلَا يَسۡمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ یا پیغامِ خدا کی بنا پر (تمھیں عذابِ خدا سے)
اِذَا مَا يُنۡذَرُوۡنَ ﴿۴۵﴾ ڈراتا ہوں، مگر جو بہرے ہوں وہ پکار کو نہیں سنا
کرتے جب وہ ڈرائے اور خبردار کیے جاتے ہیں۔

قرآن مجید کا ادب اور احترامِ انسانیت

★ قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت، ادب و احترام دیکھیے کہ وہ حق دشمنوں سے بھی یہ نہیں کہتا کہ تم بہرے ہو"۔ کیونکہ اس طرح کا بیان سخت ہوجاتا ہے۔ اِس لیے صیغۂ غائب میں کہا، وہ بھی عمومی طور پر، اس طرح کہ: "جو بہرے ہوا کرتے ہیں وہ پکارنے والے کی آواز کو نہیں سنا کرتے"

- پھر اسی پر اکتفا نہیں کی، بلکہ آخر تک غائب ہی کے صیغے استعمال فرمائے۔
- یہ ہے قرآن مجید کی رواداری، احترامِ انسانیت، اور سلیقۂ گفتگو، جو دنیا کے لیے سبق آموز ہے★ ----- (فصل الخطاب)

★ کاش ہمارے نام نہاد مناظرہ باز علما۔ اور مقررین بھی قرآن مجید کی اس آیت سے سبق لیتے اور فتنہ پردازی سے باز رہتے۔

دینِ مرداں فکر و تدبیر و جہاد ⁂ دینِ ملّاں فی سبیل اللہ فساد (اقبالؔ)

؎ "اصلِ مذہب احترامِ آدمی است"

★ جو لوگ نصیحت کو سن کر اُس پر عمل نہیں کرتے اُن کو پروردگارِ عالم نے بہرہ کہا ہے۔ یعنی آپؐ وحی کے ذریعے سے اُن کو انذار کرتے ہیں لیکن یہ بہرے سُن نہیں پاتے۔ ★..... (تفسیر انوار النجف ۹ ص۱۲۷)

www.drhasanrizvi.com

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ (۴۶) اور اگر انھیں ایک دفعہ بھی
مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ تمھارے مالک کے عذاب کا ایک جھونکا
يٰوَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ بھی چھوجائے تو وہ چیخ پڑیں کہ: ہائے
کمبختی! واقعتاً ہم ہی ظالم، خطاکار اور گناہگار تھے۔

★ اربابِ لغت کے نزدیک "نفحة" کسی حقیر یا معمولی چیز کو بھی کہتے ہیں۔ اور "نرم ہوا" کو بھی کہتے ہیں۔ مگر عام طور پر یہ لفظ "رحمت بھری ہواؤں" کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور "عذاب" کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

*... (تفسیر امام رازی، مفردات امام راغب، تفسیر فی ظلال القرآن، تفسیر نمونہ)

آیت کا مفہوم

اِس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ: "یہ کافر، مشرک، ظالم لوگ جو آج بہرے، گونگے، اندھے بنے ہوئے ہیں' یہ غفلت اور نشے کی کیفیت صرف اور صرف اُس وقت تک کے لیے ہے کہ جب تک ذرا خدا کی سزا سے کھٹکھٹائے نہ جائیں۔ اگر خدا کے عذاب کی ذرا سی بھنک بھی کان میں پڑجائے یا خدا کے قہر و انتقام کی ادنیٰ سی بھاپ بھی اُن کو چھوجائے تو تیر کی طرح بالکل سیدھے ہوجائیں گے۔ آنکھ، کان، دل، دماغ سب کھل جائیں گے۔ اُس وقت بدحواس ہوکر خوب خوب چلاّئیں گے کہ: بیشک ہم بڑے زبردست مجرم تھے جو ایسی کمبختی ہم پر آکر ہی رہی۔

*... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ مگر اُس وقت کی چیخ و پکار کچھ کام نہ آئے گی۔" اب پچھاوت کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔"

★ روزِ قیامت عذابِ پروردگار کی گرفت میں آئیں گے تو اپنے کیے پر پچھتائیں گے لیکن اُس وقت فائدہ نہ ہوگا۔ یا۔ جب خدا کی جانب سے اُن پر کوئی عذاب دنیا میں پڑتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے ظلم کیا ہے۔

*... (تفسیر انوار النجف ص ۲۲۸)

www.drhasanrizvi.com

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾

(۴۷) اور ہم قیامت کے دن (اعمال کو) بالکل ٹھیک تولنے والی ترازوئیں قائم کریں گے، جو عدل وانصاف کا معیار ہوں گی۔ پھر کسی شخص پر ذرا سا بھی ظلم نہ ہوگا۔ جس نے رائی کے دانے کے برابر بھی عمل کیا ہوگا، ہم اُسے بھی سامنے لے آئیں گے، اور حساب لینے کے لیے تو ہم (خود) بہت کافی ہیں۔

بہترین وعظ

فرزندِ رسولؐ حضرت امام علی ابن الحسینؑ (زین العابدین) علیہ السلام نے فرمایا: "اے خدا کے بندو! جان لو کہ مشرکوں کے لیے نہ تو میزانیں قائم ہوں گی، نہ حساب کتاب کے دفتر کھولے جائیں گے، کہ اُن کو تو گروہ در گروہ جہنم میں (اینٹ پتھروں کی طرح) دھکیلا جائے گا، ترازو کا قائم ہونا، حساب کتاب کے دفتر صرف مسلمانوں کے لیے کھولے جائیں گے۔

پس اے خدا کے بندو! خدا سے ڈرتے رہو۔"

* ..... (تفسیر صافی ص ۳۲۸ بحوالہ کافی)

اعمال کی ترازوؤں کی اہمیت

بعض مفسرین نے لکھا کہ: قیامت میں کئی کئی ترازوئیں ہوں گی۔ لیکن معتبر بات یہی ہے کہ جمع کا صیغہ ترازو کے اظہار، اہمیت اور عظمت کے لیے ہے۔

* ..... (ابن کثیر)

یعنی: اعمال کی ترازو انسان کی ابدی زندگی کے فیصلے کرے گی۔ جیسے قرآن نے واضح طور پر یوں بیان فرمایا:

" فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ؕ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۙ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ؕ " (سورۃ القارعۃ آیت ۶ تا ۹ پارہ ۳۰)

www.drhasanrizvi.com

یعنی: "پس جس کی (نیک اعمال کی) میزانیں بھاری ہوں گی (نیک اعمال کا پلّہ ترازو بھاری ہوگا)

وہ اپنی پسندیدہ زندگی (عیش) میں ہوگا۔ اور جس کی (نیک اعمال کی) میزانیں ہلکی ہوں گی

(نیک اعمال کم ہوں گے) پس اُس کا ٹھکانہ ہاویہ (جہنّم کی دہکتی بھڑکتی آگ) میں ہوگا۔"

القرآن (القارعۃ آیت ۶ تا ۹)

اعمال کی ترازو کی کیفیّت

وہ ترازوئیں جن میں ہمارے اعمال تُلیں گے مادّی ترازوئیں نہ ہوں گی، وہ ایسی ترازوئیں ہوں گی جن میں انسان کے اخلاق، افکار، اوصاف، نیّتیں، ارادے کوششیں، نیکیاں، اور بُرائیاں ٹھیک ٹھیک تُل کر اپنا وزن بتلادیں گی، کہ کون کتنا نیک ہے اور کون کتنا بُرا ہے۔ کسی آدمی کی اخلاقی حیثیّت کس درجے کی ہے، اُس کا ایمان، ارادے کتنے پاک یا کتنے نجس تھے، مگر اُس ترازو کی نوعیّت ایسی ترازو جیسی ہوگی جس کے پلڑے (پلّے) دو چیزوں کے وزن کو ٹھیک ٹھیک بتا دیتے ہیں۔ اِسی طرح خدا کی عدل کی ترازو میں ہر انسان کے اعمال و افکار، زندگی کے کارنامے یا بُرائیاں پوری پوری طرح تُل جائیں گی اور ذرّہ بھر نیکی یا بُرائی تلے بغیر نہ بچے گی۔ نیکی یا بدی کا ہر ہر پہلو تُل کر بتادے گا کہ اِس آدمی کی نیکیاں غالب تھیں یا بُرائیاں (اور یہ کہ نیکیاں یا بُرائیاں کس قدر غالب تھیں یا کس قدر مغلوب تھیں)۔

---- (تفہیم القرآن)

★ یہی مطلب قرآن مجید کی اِس آیت کا ہے: "فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝ (سورۃ الزلزال آیت ۷-۸ پارہ ۳۰) ۹۹

یعنی: "جو شخص ذرّے کے وزن کی برابر بھی نیکی کرے گا، وہ اُس کو دیکھے گا۔ اور جس شخص نے ذرّے کے وزن کی برابر بھی بُرائی کی ہوگی، وہ اُسے بھی دیکھ لے گا۔"

؎ از مکافاتِ عمل غافل مشو ؞ گندم از گندم بروید، جو ز جو

یعنی: جیسی کرنی ویسی بھرنی کے قانون سے غافل نہ ہونا۔ کیونکہ گندم سے گندم پیدا ہوتا ہے اور جو سے جو اُگتا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

حاصلِ ونتائج

(۱) نہ تو نیکی کرنے والے کی جزا میں کوئی کمی ہوگی، اور نہ بدکاروں کی سزا میں کسی قسم کی کوئی زیادتی یا ظلم ہوگا۔

(۲) حساب کتاب میں ذرہ برابر غلطی نہ ہوگی۔ رائی کے برابر بھی اگر کسی نے نیکی کی ہوگی تو وہ حاضر کردی جائے گی۔ عربی میں "خَرْدَلٍ" کالے رنگ کے چھوٹے چھوٹے دانوں والی گھاس کو کہتے ہیں۔ اور اردو میں اِس موقع پر رائی کے دانے کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔

(۳) آیت کی مرکزی تعلیم یہ ہے کہ: "قیامت کے دن معمولی سے معمولی اچھے یا بُرے عمل کا حساب کتاب ہوجائے گا۔ اور کسی پر کسی قسم کا کوئی ظلم بالکل نہ کی جائے گی۔ کیونکہ آیت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ: "خدا حساب لینے کے لیے بہت کافی ہے۔" یعنی حساب خدا لے گا۔ اور جب وہ حساب لے گا تو ذرہ برابر بھی عمل نہ چھُٹے گا اور نہ ذرہ برابر کوئی غلطی یا ظلم ہوگا۔

(تفسیر نمونہ) .... *

★ میزان کے معنی ناپ تول یا وزن کرنے کا آلہ۔

لیکن ہر چیز کے وزن کرنے کا آلہ الگ ہوتا ہے۔ مثلاً بخار ناپنے کا آلہ، ترازو نہیں بلکہ تھرمامیٹر ہوتا ہے۔ ہوا کے دباؤ کے ناپنے کا آلہ بیرومیٹر ہوتا ہے۔ گاڑی کی رفتار کے ناپنے کا آلہ الگ اور خون کی رفتار کے ناپنے کا آلہ الگ ہوتا ہے۔ پھر جہاں تک انسانی صفات کا تعلق ہے تو وہاں انسانوں کے ذریعے صفات کو ناپا جاتا ہے۔ جیسے پہلوان کو رستمِ زماں کہتے ہیں۔ اور سخی انسان کو حاتمِ وقت کہتے ہیں۔ عالم کا علم سقراط کے حوالے سے ناپا جاتا ہے (مثلاً میر انیسؒ کی وفات پر مرزا دبیرؒ نے اُن کی عظمت کو ایک مصرعہ میں حضرت موسیٰؑ کے حوالے سے تولا تھا: "طورِ سینا بے کلیم اللہ، منبر بے انیسؒ")

اور احادیثِ رسولؐ میں آتا ہے کہ: "قیامت کے دن انسانی اعمال کا وزن انبیاءؑ اور ائمہؑ اہلِ بیتؑ کے اعمال کے حوالے سے کیا جائے گا۔ اسی لیے ائمہؑ اہلِ بیت کی زیارت میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَلسَّلَامُ عَلٰی مِیْزَانِ الْاَعْمَالِ" (سلام ہو اُن پر جو اعمال کے تولنے کی ترازو ہیں) (بحار الانوار جلد ۹۷)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ (۴۸) (اِس سے پہلے) ہم موسیٰ اور ہارون
الۡفُرۡقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكۡرًا کو "فرقان" (یعنی حق اور باطل کو الگ الگ
لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۸﴾ کرنے والی کسوٹی) اور "ضیا"(۲) (یعنی سیدھا

راستہ دکھانے والی روشنی) اور "ذکر"(۳) (یعنی بھولا ہوا سبق یاد دلانے والی یاد دہانی یا نصیحت) عطا کر چکے ہیں، اُن متقی لوگوں کی بھلائی اور فائدے کے لیے جو احساسِ بندگی کے ساتھ برائیوں سے بچتے ہوئے فرائض کے ادا کرنے والے ہیں۔

★ "فرقان" سے مراد ایسی جامع کتاب ہے جو "حق" اور "باطل" کے درمیان فرق کر کے دکھا دے۔
اور "ضیا" سے مراد وہ "روشنی" ہے جس سے جہالت اور حیرانی کے اندھیروں میں روشنی پھیل جائے۔
اور "ذکر" سے مراد وہ "نصیحت" ہے جس سے وہ لوگ نصیحت حاصل کریں جو ابدی اور حقیقی تباہیوں سے بچنا چاہتے ہیں۔
★ ---- (تفسیر صافی ص ۳۲۸)

سورۂ انبیاء کا خلاصہ

★ یہاں سے انبیاء کرام کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ ساری باتوں اور قصوں کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) سارے پچھلے انبیاء کرام بھی بشر تھے، کوئی نرالی مخلوق نہ تھے۔ یہ آج کوئی نیا واقعہ پیش نہیں آیا ہے کہ ایک "بشر" خدا کا رسول بن کر آ گیا ہو۔

(۲) پچھلے انبیاء کرام بھی اُسی کام کے لیے آتے تھے جس کے لیے حضرت محمد صلعم آئے ہیں۔ اِن کی تعلیم بھی وہی ہے جو تمام پچھلے انبیاء کی تعلیم تھی۔

(۳) تمام انبیاء کرام بڑی بڑی مصیبتوں سے گذرے ہیں۔ وہ مصائب شخصی بھی تھے اور قومی بھی۔ انفرادی مسائل بھی تھے، اجتماعی مسائل بھی۔ لیکن آخر کار خدا کی مدد اُن کے شاملِ حال ہوئی اور

www.drhasanrizvi.com

خدا نے اُن کو اپنی رحمت سے نوازا۔ اُن کی دعاؤں کو قبول کیا۔ اُن کے مخالفوں کو نیچا دکھایا۔ اور معجزانہ طور پر اُن کی مدد کی۔

(۴) اگرچہ تمام انبیاء کرامؑ عظیم ترین مراتب کے حامل تھے، مگر وہ سب خدا کے بندے تھے' خدا کے ساجھی یا شریک نہ تھے۔ وہ بیمار بھی ہوتے تھے اور اُن سے قصور (ترکِ اولیٰ بقول شیعہ) بھی ہو جاتے تھے۔ اللہ کی طرف سے اُن سے مواخذہ بھی ہوتا تھا اور معافی بھی۔

* .... (تفہیم القرآن)

* یہاں تورات کے لیے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یعنی تورات کی تین خصوصیات تھیں:

(۱) تورات حق و باطل کا فرق دکھانے والی "کسوٹی" تھی۔

(۲) وہ انسان کو زندگی کا سیدھا راستہ دکھانے والی "روشنی" تھی۔

(۳) وہ اولادِ آدمؑ کو اُن کا بھولا ہوا سبق سکھانے والی اور "یاد دلانے والی نصیحت تھی"۔

* .... (تفہیم القرآن)

* تمام آسمانی کتابوں کی یہی خصوصیات ہوتی ہیں۔ (مؤلف)

آیت کے الفاظ کی تشریح

* "ضیاء" اُس روشنی کو کہتے ہیں جو کسی ذات کے اندر سے پیدا ہو۔

"ذکر" ہر اُس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کی غفلت اور بے خبری کو دور کرے۔

"فرقان" ہر اُس چیز کو کہہ سکتے ہیں جو حق اور باطل کو الگ الگ بیان کرنے والی ہو۔

* انسان اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے سب سے پہلے "فرقان" کا محتاج ہے تاکہ حق اور باطل کے دوراہے پر کھڑا انسان حق کے راستے کو معلوم کر سکے، راستہ معلوم ہو جانے کے بعد راستے پر چلتا ہوتا ہے اُس کے لیے غفلت کو دور کرنا ضروری ہے اور راستے کے خطرات سے خبردار کرنا ضروری ہے اور پھر راستہ چلنے کے لیے روشنی درکار ہے تاکہ راستہ دکھائی بھی دے۔

* .... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ (۴۹) جو اپنے پالنے والے مالک سے بے دیکھے

وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ ڈرتے ہیں[ل] اور جن کو (ہردم حساب و کتاب)

کے وقت کا کھٹکا اور دھڑکا لگا رہتا ہے۔

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (۵۰) تو اب یہ (دوسرا) بابرکت[ل۲] ذکر (قرآن)

اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۰﴾ نصیحت نامہ بھی ہے اور یاد دہانی بھی، ع ۹

جسے ہم نے اب (تمہارے لیے) اُتارا ہے۔ تو کیا تم اِس کا انکار ہی کیے چلے جاؤ گے؟

ل معلوم ہوا کہ متقین کی دو خاص صفتیں ہوتی ہیں (۱) اللہ کی ناراضگی یا اُس کے عذاب سے ڈرتے سہمتے رہنا۔

(۲) روزِ قیامت کا خوف۔

تمام نصیحتوں اور اصلاح کے عمل کی کامیابی کا دار و مدار اِسی دل کی کھٹک پر منحصر ہوتا ہے
٭ - - - - (ماجدی)

٭ شیخ سعدی نے لکھا کہ "میں سب سے زیادہ تو خدا سے ڈرتا ہوں اِس کے بعد اُس سے ڈرتا ہوں جو خدا سے نہیں ڈرتا۔

ل۲ مبارک کے معنی: (۱) وہ چیز جس کا نفع بہت ہی زیادہ ہو۔ (۲) وہ منسوخ یا ختم ہونے والی

نہ ہو۔ اِس لیے کہ اُس کے فیوض، فوائد اور برکات لازوال ہیں۔ ٭ - - - (مجمع البیان)

٭ آخر میں فرمایا: "کیا تم اِس کتاب قرآن کا انکار کر رہے ہو جو تمہارے لیے بیداری، آگاہی

یاد آوری، غفلت سے دوری کا سامان ہے، برکتوں کا سرچشمہ، دنیا اور آخرت کی بھلائیوں

کا مرکز ہے۔ ہر قسم کی کامیابیوں اور خوش بختیوں کا ذریعہ ہے۔

٭ - - - - (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ (۵۱) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نے مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ اِس سے پہلے ابراھیم کو "رُشد" (یعنی سیدھے راستے پر چلنے کی سمجھ عطا کی تھی اور ہم اُن کو خوب جانتے تھے۔

★ خدا کا فرمانا: "اِس سے پہلے" یعنی حضرت موسیٰؑ کے دور سے پہلے۔

★ لیکن بعض مفسرین نے اِس کا مطلب "حضرت ابراھیمؑ کے بالغ ہونے سے پہلے" لکھا ہے
★ ..... (تفسیر ماجدی)

خدا کا علم

★ اور خدا کا یہ فرمانا کہ: "ہم اُن کو خوب جانتے تھے"۔ بتاتا ہے کہ: خدا کی بخششیں اندھا دُھند یا اٹکل پچّو نہیں ہوا کرتیں، بلکہ خدا کی عطائیں ظرف و محل، فکر و عمل غرض تمام تر حکیمانہ بنیادوں پر ہوتی ہیں۔
★ ..... (فصل الخطاب)

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو جو ہوشمندی حاصل تھی وہ ہماری (یعنی خدا کی) بخشش تھی۔ اور خدا کا یہ فرمانا کہ "ہم خوب جانتے تھے"، بتاتا ہے کہ خدا کی عطائیں اندھی بانٹ نہیں ہوا کرتیں۔ خدا کو معلوم تھا کہ ابراھیمؑ کیسے آدمی ہیں۔ اِس لیے خدا نے اُن کو نوازا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ: "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" (سورۃ الانعام آیت ۱۲۴ پ۸)
یعنی: (اللہ کو خوب معلوم ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کس آدمی کے حوالے کرے (کہاں قرار دے))

اِس میں قریش کے سرداروں کے اِس اعتراض کا جواب بھی آگیا کہ آخر محمدؐ میں کونسا سُرخاب کا پَر لگا ہوا ہے کہ اللہ کو ہم جیسے بڑے بڑے لوگ تو دکھائی نہ دیئے اور صرف محمدؐ دکھائی دیا رسولؐ بنانے کے لیے۔
★ ..... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ (٥٢) جب اُنھوں نے اپنے باپ (چچا)
مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ اور اپنی قوم والوں سے کہا کہ: "آخر یہ کیا
لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾ (واہیات) مورتیاں ہیں جن کے عاشق
ہوکر تم اُن کی پوجا پاٹ اور بندگی میں جمے بیٹھے ہو"؟

★ مطلب یہ ہے کہ اے مشرکو! تم جن بُتوں کو خدا مان رہے ہو ذرا اُن کی اصلیت اور حقیقت پر بھی غور کرلو۔ آخر پتّھر کی وہ مورتیاں جو خود تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشی ہیں، خدا کیسے بن گئیں؟

★ .... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ "عٰكِفُوْنَ" کے معنی اعتکاف کرنے والے، گرد جمع ہونے والوں کے ہوتے ہیں۔ یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ "عاکفون" کے معنی مقیم ہونا، قیام کرنا، رہنا، جمے رہنا اور نہ ٹلنا بھی ہوتا ہے۔

★ .... (تاج العروس)

★ اعتکاف کے شریعت اور فقہ میں یہ معنی ہوتے ہیں کہ: "عبادت کی نیّت سے خود کو مسجد میں روکے رہنا۔

★ .... (لغات القرآن نعمانی جلد ٣ صفحہ ١٩٨)

★ شیخ اسماعیل شہید نے اس آیت سے صوفیہ کے تصوّر شیخ کے ناجائز ہونے کو ثابت کیا ہے

★ .... (تفسیر ماجدی)

★ یاد رہے کہ قریشِ مکہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد تھے۔ اور کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ہی تعمیر کیا تھا۔ قریش کا سارا بھرم کعبہ اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد ہونے کی وجہ سے قائم تھا۔ اسی لیے بظاہر کعبہ کے مجاور، خادم الحرم تھے۔ اس لیے بظاہر یہاں پر جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا

www.drhasanrizvi.com

قصہ سنایا جارہا ہے، وہ ایک سبق آموز تاریخی واقعہ ہے لیکن جب یہ آیتیں اُتر رہی تھیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قصہ قریش کے شرک اور بت پرستی پر ایسی کاری ضرب تھی جو ٹھیک ٹھیک شرک اور بُت پرستی کی جڑ پر جاکر لگتی تھی۔ ۔ ۔ ۔ (تفہیم القرآن)

★ اصل میں اِن الفاظ کے ذریعے حضرت ابراہیم علیہ السلام اُن بتوں کی شدت کے ساتھ انتہائی تحقیر فرما رہے تھے مثلاً پہلے یہ فرمایا: مَا هٰذِهِ "(یہ بُت ہیں ہی کیا) پھر اُن بتوں کو "تماثیل" فرمایا۔ جو تمثال کی جمع ہے۔ یعنی: یہ بت صرف بے روح تصویریں یا بے حقیقت مجسمے ہیں۔ اصل میں یہ تصویریں شروع میں انبیاء، اولیاء، اور ملائکہ کی تصویریں تھیں جو بعد میں خدا سمجھی جانے لگیں۔

آخر میں فرمایا کہ: "ان تصویروں پر تم اعتکاف کیے بیٹھے رہتے ہو۔" عکوف کے معنی ایسی خدمت کے ہوتے ہیں جس میں احترام شامل ہو۔ یعنی تم اِن بُتوں کے سامنے سر جھکائے بیٹھے رہتے ہو۔"

مقصدِ کلام یہ تھا کہ: "یہ بُت تصویریں ہیں یعنی بے روح، بے جان تخیلات ہیں۔ ایسی چیزیں احترام کے لائق نہیں ہوسکتیں۔ اِن میں نہ ہوش ہے، نہ حواس، نہ طاقت، نہ قدرت۔ یہ تصویریں بھلا کسی کے کیا کام آسکتی ہیں۔؟ (جو خود تمھاری محتاج ہیں) ★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر نمونہ)

★ لِاَبِیْهِ: اِس جگہ "اَب" کا اطلاق "چچا" پر ہوا ہے۔ کیونکہ باتفاقِ امامیہ نبیؐ کے والدین کافر نہیں ہوا کرتے۔ حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام "تارخ" تھا جو فوت ہوچکے تھے اور آذر آپؑ کا چچا تھا جس کے گھر میں آپؑ کی پرورش ہوئی۔ اس لیے اَب پر باپ کا اطلاق مجازاً قرآن میں موجود ہے۔ (تفسیر انوار النجف ۹ صـ ۲۲۹)

"اَلتَّمَاثِیْلُ" تمثال کی جمع ہے، اور تمثال اُس مورت یا صورت کو کہتے ہیں جو اللہ کی بنائی ہوئی کسی مخلوق کی مشابہت میں گھڑی جائے۔" کہتے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے علماء، بزرگوں کی یا بقولے اجرامِ علویہ کی مورتیاں بنائی ہوئی تھیں۔ (مجمع البیان)

★ جناب امیر المومنینؑ ایسی جگہ سے گذرے جہاں کچھ لوگ شطرنج وغیرہ کھیل رہے تھے تو آپؑ نے اُن کو ڈانٹ کر یہی آیت پڑھی کہ: یہ کونسی مورتیاں ہیں جن پر تم جھکے ہوئے ہو کہ خدا اور رسولؐ کی نافرمانی میں منہمک ہو۔ (مجمع البیان۔ بحوالہ تفسیر انوار النجف ۹ صـ ۲۲۹)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوۡا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا لَهَا (۵۳) انھوں نے کہا: "ہم نے تو اپنے باپ
عٰبِدِيۡنَ ۞ دادا تک کو انہی کی پوجا پاٹ اور بندگی
کرتے ہوئے پایا ہے"۔

★ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا استدلال اتنا زبردست تھا کہ بیچارے مشرکوں کے لیے سر کھجانے اور سر جھکانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اِس لیے آخر اُن کو صاف صاف اعتراف کرنا ہی پڑا کہ عقل، علم اور منطق کی کوئی شہادت یا دلیل تو ہمارے پاس موجود نہیں ہے جو بت پرستی اور شرک کو ثابت کر سکے، بس ہمارے پاس صرف یہی دلیلِ قاطع ہے کہ "ہم تو بس یہی کرتے چلے آئے ہیں' اور کرتے چلے جائیں گے جو ہمارے (احمق) باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ یعنی: وہ بھی کاٹھ کے الّوؤں کو پوجتے آئے ہیں، اور ہم بھی انہی کو پوجتے رہیں گے، وہ بھی صرف اِس لیے کہ وہ اُن کو پوجا کرتے تھے، ہم بھلا اپنے پچھلے بزرگوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں؟
* .... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ حضرت ابراھیم علیہ السلام کی مدلّل تقریر کے مقابلے میں مشرکوں کے پاس اِس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کو پوجتے دیکھا ہے اس لیے ہم انہی کی سنت پوری کر رہے ہیں۔

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "بڑے گذرے ہوئے بزرگوں کی باتوں یا اعمال کی اندھا دھند پیروی کرنا عقل دشمنی ہے، اِس لیے کہ گذرے ہوئے لوگ آنے والی نسلوں سے ہمیشہ زیادہ عالم نہیں ہوا کرتے بلکہ اکثر معاملہ اِس کے برعکس ہوتا ہے۔ کیونکہ زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ علم و دانش میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ (اِس کی مثال آج ہمارے سامنے آفتابِ نصف النّہار کی طرح واضح ہے۔ ریڈیو، ٹی وی، ہوائی جہاز، بحری غوطہ خور سب میرین، موٹر کاریں، کمپیوٹر، ٹیلیفون وغیرہ علم و دانش کی جیتی جاگتی مثالیں موجود ہیں)
* .... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ لَقَدۡ كُنۡتُمۡ اَنۡتُمۡ (۵۴) ابراہیمؑ نے فرمایا: "واقعتاً تم اور تمھارے

وَاٰبَآؤُكُمۡ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۝۵۴ باپ دادا کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔"

قَالُوۡۤا اَجِئۡتَنَا بِالۡحَـقِّ اَمۡ اَنۡتَ (۵۵) انھوں نے کہا: "کیا تم واقعی کوئی سچا

مِنَ اللّٰعِبِيۡنَ ۝۵۵ پیغام سنجیدگی سے لائے ہو یا تم ہم سے

تفریحاً مذاق کر رہے ہو"؟

آباء واجداد کی پیروی، جو آج بھی موجود ہے

★ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکوں کی احمقانہ دلیل کا جواب یہ دیا کہ "تمھاری اس دلیل سے، کہ، ہم اس لیے ان بتوں کو پوجتے رہیں گے کہ ہمارے باپ دادا ان کو پوجتے چلے آئے ہیں۔ اس سے تمھارے شرک کی حقانیت تو ثابت نہ ہو سکی۔ البتہ یہ ثابت ہو گیا کہ تمھارے باپ دادا تم سے بھی زیادہ احمق اور گمراہ تھے جن کی اندھی تقلید کو تم نے اپنی زندگی کا اصل مقصد بنا رکھا ہے۔

★ ---- (شیخ الاسلام عثمانی)

★ محققین نے نتیجے نکالے کہ (۱) یہ کوئی دلیل ہی نہیں ہے کہ اگر بزرگ کوئی کام کیا کرتے تھے، محض اس لیے ان کاموں کو انجام دیا جائے۔ (۲) نیز یہ آیت ان جاہل مریدوں کو رد کر رہی ہے، جو اکابرین کی تقلید کرنے میں غلو کرتے ہیں اور صحیح دلیل سننے کے بعد بھی بزرگوں کے اقوال و اعمال کو حجت بنائے رکھتے ہیں۔

★ ---- (تفسیر ماجدی)

★[۱] مشرک قومیں عقیدۂ توحید سے اس قدر دور بھاگتی ہیں کہ وہ انبیاء کرامؑ سے توحید کا پیغام سن کر یہ سمجھتی ہیں کہ انبیاء کرام ان سے مذاق کر رہے ہیں یا ان سے تفریح لے رہے ہیں۔ بھلا انبیاءؑ کا اس طرح کے مذاق سے کیا تعلق۔ ؟ (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ (۵۶) ابراھیمؑ نے فرمایا: "ارے (دل لگی کیسی؟)

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِیْ بلکہ حقیقتاً تمہارا پالنے والا آسمانوں اور

فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ زمین کا مالک ہے۔ اُسی نے اُن (سب) کو

مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وجود بخشا ہے، میں تمہارے سامنے

اُس کی گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔

وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ (۵۷) اور خدا کی قسم میں لازمی طور پر تمہارے

بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اِن بُتوں اور خداؤں کی خفیہ کارروائی

کے ذریعہ اچھی طرح سے خبر لوں گا' جب تم پیٹھ پھرا کر کہیں گئے ہوئے ہو گے۔"

آیت ۵۶ : حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اپنی واضح دلیلوں سے بالکل صاف طور پر ثابت کر دیا کہ یہ پتھر، لکڑی کے ٹکڑوں کے بُت کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ صرف اور صرف عبادت و اطاعت کی لائق وہ ذاتِ خداوندی ہے جو تمام کائنات کی خالق و مالک ہے۔ وہی سب کا رب ہے اور اِس حقیقت کا صرف میں اکیلا ہی گواہ نہیں ہوں بلکہ تمام عقلمند لوگ جو اندھی تقلید کے قائل نہیں، اِس حقیقت پر گواہ ہیں۔ * ... (تفسیر نمونہ)

آیت ۵۷ : معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے یہ بات آہستہ سے کہی ہوگی، بہت سوں نے سُنی ہوگی اور بہت سوں نے نہ سُنی ہوگی۔ جنھوں نے سنی بھی ہوگی اُنھوں نے حضرت ابراھیمؑ کے اس جملے کی کوئی خاص پرواہ نہ کی ہوگی کیونکہ اُنھوں نے یہ سوچا ہوگا کہ بھلا ایک اکیلا جوان ساری قوم کے خداؤں کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ (شیخ الاسلام عثمانی) * ....

★ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جملہ زور سے نہیں کہا، بلکہ چپکے سے کہا (لبوں ہی لبوں میں) یا دل ہی دل میں کہا ہوگا۔

★ قدیم مفسرین قتادہ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ ★ (مجمع البیان)

نتیجہ :- فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ دشمن کو مغالطے میں رکھنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے عہد شکنی نہ ہوتی ہو اور باطل کی قوتوں کی تائید کا بھی کوئی پہلو نہ نکلتا ہو۔

★ .... (تفسیر ماجدی)

★ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ اے مشرکو! اگر تم میرے منطقی علمی اور عقلی استدلال سے میری بات سمجھ میں نہ آئی ہو تو پھر میں عملاً تم کو دکھا دوں گا کہ تمہارے ان جھوٹے خداؤں کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔ ان کاٹھ کے الوؤں کو خدا سمجھنا حماقت کی سب سے آخری منزل ہے۔

(جس طرح آج کا استاد تھیوری پڑھا کر لیبارٹری میں Practical کراتا ہے)

★ .... (تفہیم القرآن)

★ یعنی یہ بت جنھیں تم اپنی قسمت کا مالک سمجھ کر پوج رہے ہو، کسی کام کے نہیں ہیں۔

بقول شاعر:- "اور کبوتر میں غٹرغوں کے سوا کچھ بھی نہیں"

★ ______ (رئیس امروہوی)

★ اصل بات یہ تھی کہ بت پرست ہر سال ایک خاص دن بتوں کی عید مناتے تھے۔ طرح طرح کے کھانے بتوں کے سامنے چڑھا کر سب کے سب شہر سے باہر چلے جاتے تھے، تاکہ بت وہ کھانے بے تکلفی کے ساتھ کھالیں۔ اس طرح وہ کھانے متبرک ہو جاتے تھے اور شام کے وقت پنڈت جی آکر ان کھانوں کو اڑاتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موقع پا کر بتوں کی کھانوں کے بجائے جوتوں سے تواضع کی۔ (تفسیر نمونہ)

★ حضرت ابراہیمؑ ایک ایک بت کے سامنے وہ کھانا رکھ کر اس کو کھانے کی دعوت دیتے۔ جب وہ جواب دیتا اور کھانا نہ کھاتا تو تیشہ مار کر اس کے ہاتھ پاؤں توڑ ڈالتے۔ تمام بتوں کو توڑ کر تیشہ بڑے بت کے کندھے پر رکھ کر واپس آگئے۔ ؎

؎ تفسیر ابن العربی ص ۲۲۲ جلد ششم

www.drhasanrizvi.com

فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا (۵۸) تو ابراہیم نے ان بتوں کا چورا نکال کر
لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾ چورا چورا کر دیا اور صرف ان کے بڑے کو چھوڑ دیا
تاکہ وہ اُس کی طرف رجوع کریں۔[1]

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ (۵۹) ان لوگوں نے (واپس آکر) کہا: "ہمارے
اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾ معبودوں کا یہ حال کس نے کیا؟ واقعاً وہ
بڑا ہی ظالم آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ (۶۰) کچھ لوگوں نے کہا: "ہم نے ایک نوجوان
يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ کو ان کا ذکرِ بد کرتے سنا ہے، جس کا نام
ابراہیمؑ ہے۔"

آیت ۵۸: احتمالات

[1] (۱) امام رازی نے ان الفاظ کا مرجع (اشارہ) خود حضرت ابراہیمؑ کو لیا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ شاید وہ اُس کی طرف (حضرت ابراہیمؑ کی طرف) رجوع کریں۔ دونوں صورتوں میں حضرت ابراہیمؑ کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان کو (مشرکوں کو) قائل کرسکیں کہ نہ تو چھوٹے بت کسی کام کے ہیں اور نہ بڑا بت کسی کام کا ہے۔ کیونکہ نہ چھوٹے خود کو بچا سکے، نہ بڑا۔ .... (تفسیر کبیر)

(۲) اس آیت میں اشارہ بڑے بت کی طرف بھی پھر سکتا ہے، اور خود حضرت ابراہیمؑ کی طرف

www.drhasanrizvi.com

بھی پھر سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں مشرکوں کے عقیدے پر بڑی کاری ضرب ماری گئی تھی، زبردست طنز تھا یعنی: اگر یہ کاٹھ کے الّو، خدا ہیں تو بڑے حضرت نہ معلوم کس بات پر اپنے چھوٹوں پر بگڑ گئے کہ سب کا کچومر نکال دیا یا پھر ان بڑے حضرت سے یہ پوچھو کہ حضور! آپ کے ہوتے ہوئے یہ سب کیا ہو گیا؟

اور اگر دوسرا مفہوم مراد لیا جائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ مشرک جب اپنے خداؤں کا کچومر نکلا ہوا دیکھیں گے تو اُن کا دماغ میری ہی طرف جائے گا۔ پھر وہ مجھے بلا کر مجھ سے پوچھ گچھ کریں گے پھر مجھے صاف صاف بتانے کا موقع مل جائے گا کہ اِن جھوٹے خداؤں میں کچھ نہیں رکھا۔ (اگر ان میں کچھ بھی طاقت یا اختیار نام کی کوئی شئے ہوتی تو مجھے اِن کی اپنی توڑ پھوڑ سے مجھے روک نہ لیتے، کچھ تو دفاع کرتے ایسے تباہ تو نہ ہوتے کہ سب کے سب چکنا چور ہوئے پڑے ہیں۔)

(تفہیم القرآن) ------ *

محققین نے نتیجہ نکالا: کہ عقلمند انسان وہ ہوتا ہے جو (۱) استقلالِ فکری رکھتا ہو۔ (۲) اوہام کا پابند نہ ہو کر رہ جائے۔ (۳) کسی رسم کے طرفداروں کی اکثریت سے متاثر نہ ہوتا ہو۔ (۴) اور نہ اکثریت کو حق کی دلیل سمجھتا ہو۔

(تفسیر نمونہ) ------ *

(۵) آباء پرستی سے قطعاً آزاد اور مُبرا ہو۔* (مؤلف)

آیت ۶۰ کی تشریح:۔ یہ کہنے والے وہی لوگ ہوں گے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دھمکی کو سُن چکے تھے۔ اِس لیے اُنھوں نے یہ کہا کہ یہ کام وہی ایک شخص کر سکتا ہے جو ہمارے بتوں کا ذکر بُرائی کے ساتھ کیا کرتا ہے۔

(شیخ الاسلام عثمانی) ......*

★ جب وہ لوگ واپس آئے اور بتوں کی حالت دیکھی تو تفتیش شروع ہوئی، اُن میں سے ایک آدمی نے کہا کہ شاید یہ کام ابراہیمؑ نے کیا ہے پس اُس کے کہنے پر باقی لوگ بھی یہی کہنے لگے اور نمرود کے سامنے گواہی دی کہ ہم نے ایک جوان کو بتوں کی برائی کرتے سنا ہے اُس کا نام ابراہیمؑ ہے الخ) (تفسیر انوار النجف ۹ ص ۱۳۱ ملخص)

www.drhasanrizvi.com

قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ (۶۱) سب نے کہا: "تو پکڑ لاؤ اُسے سب
النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ کے سامنے، شاید کہ لوگ (اُس کے
خلاف) گواہی دیں۔

قَالُوْۤا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا (۶۲) (ابراہیمؑ کے آنے پر) اُنھوں نے پوچھا:
بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾ کیوں اے ابراہیمؑ! کیا تو نے ہمارے
معبودوں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟"

آیت ۶۱ : کافروں، مشرکوں کا یہ کہنا کہ: "پکڑ لاؤ ابراہیمؑ کو سب کے سامنے، تاکہ لوگ دیکھ لیں (کہ اُس کی کیسی خبر لی جاتی ہے)۔؟

★ کافروں کا یہ کہنا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دلی مراد تھی۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ یہی چاہتے تھے کہ مجھے عوام کے سامنے بات کرنے کا موقع مل جائے۔ صرف پروہتوں اور پنڈتوں کے سامنے بات نہ ہو۔ تاکہ عام آدمی خوب اچھی طرح سے سمجھ لیں کہ جن کا ٹھ کے اُلّوؤں کو اِن پنڈتوں نے خدا بنا رکھا ہے (وہ محض دھوکا ہے) وہ بے چارے کس قدر بے بس اور مجبور ہیں (کہ خود اپنا دفاع نہ کر سکے) اِس طرح اُن پنڈتوں اور پروہتوں نے بھی وہی حماقت کی جو فرعون نے کی تھی۔ دونوں نے عوام کو اکٹھا کر لیا۔ اِس طرح وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عوام کے سامنے اپنا استدلال پیش کرنے کا موقع مل گیا۔

(تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ﴗ كَبِيْرُهُمْ (۶۳) هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۳﴾

ابراہیمؑ نے جواب دیا: "بلکہ کہیں یہ سب کچھ اُن کے بڑے نے (نہ) کیا ہو۔ تو خود اُنہی سے پوچھ لو اگر وہ بات کرتے ہوں"

حضرت ابراہیمؑ کا جواب اور اُس کے رموز

★ اِس آیت پر، کہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "بلکہ یہ کام اُن کے بڑے نے کیا ہوگا۔ اُنہی سے پوچھ لو اگر وہ بات کرتے ہیں" مفسّرین نے لکھا ہے کہ: "حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ بولا" حالانکہ جرائم کی تفتیش کا یہ اصول ہوتا ہے کہ جس کے پاس آلۂ جرم ملتا ہے وہی ملزم قرار پاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس کلہاڑے سے بُت توڑے تھے وہ کلہاڑا بڑے بُت کی گردن میں ڈال دیا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ: "یہ کام اُن کے بڑے نے کیا ہوگا" استدلال کے طور پر فرمایا تھا، کوئی خبر کے طور پر نہیں فرمایا تھا۔ یہ جملہ صرف اور صرف مشرکین کو یہ سمجھانے کے لیے فرمایا تھا، تاکہ یہ سمجھ سکیں کہ جن کاٹھ کے اُلّوؤں کو وہ خدا مان رہے ہیں وہ کس قدر بے بس و مجبور ہیں۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات صرف اِس لیے کہی تھی کہ وہ اُن مشرکوں کے افکار کی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ وہ اصل میں اُن مشرکوں کو یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ بُت کچھ کام نہیں کر سکتے، خدا کی قسم بتوں نے یہ کام نہیں کیا تھا، مگر ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ نہیں بولا۔"

★ .... (اصول کافی)

★ بعض مفسّرین نے لکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ جملہ شرط کے طور پر فرمایا تھا کیونکہ اُنھوں نے فرمایا تھا کہ: "اُن سے پوچھ لو اگر وہ بات کرتے ہیں۔"

★ .... (تفسیر کبیر)

www.drhasanrizvi.com

★ لیکن پہلی تفسیر زیادہ صحیح ہے۔ (تفسیر نمونہ)

★ اِس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اِس جملے کو مشرکین نے بھی خبر کے طور پر نہ لیا، بلکہ استدلال کے طور پر لیا۔ اِسی لیے اگلی ہی آیت میں فرمایا کہ یہ جملہ سُن کر مشرکین اپنے ضمیر کی طرف لوٹے اور سر جھکا کر (خود سے) کہنے لگے: "سچی بات تو یہ ہے کہ تم نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔" (آیت ۶۴)

یعنی: ایسے گونگوں کو تم لوگوں نے اپنا خدا مان لیا ہے۔

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ جملہ استدلال کے طور پر تھا، خبر کے طور پر نہ تھا۔

اِس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اُن کے وجدان اور ضمیر کو جگا دیا۔ جس طرح طوفان آگ پر راکھ کو ہٹا دیتا ہے۔ وہ گہری نیند سے بیدار ہو گئے اور خوب سمجھ گئے کہ وہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں، اِس طرح کہ جو قادرِ مطلق ہے اُس کو چھوڑ کر اپنی قسمت کا مالک اُن کو بنا بیٹھے ہیں جو قطعاً لاچار و مجبور ہیں، اِس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟ پچھلی آیتوں میں اِنہی مشرکوں نے حضرت ابراھیمؑ کو ظالم کہا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استدلال کی منہ بولتی کامیابی دیکھیے کہ وہ اب خود اپنی ہی زبان سے خود اپنے کو ظالم کہہ رہے ہیں۔

★ - - - - (تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا: کہ: "حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اِس قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بُت بولتے ہیں تو ضرور اِن کے بڑے بُت ٹھاکر صاحب نے اُن کو توڑا پھوڑا ہے، اور اگر یہ چھوٹے خدا بول تک نہیں سکتے تو اِن کے بڑے ٹھاکر صاحب بھی محض کاٹھ کے اُلّو نکلے اور اپنے ساتھی خداؤں کو نہ بچا سکے۔ اب کیونکہ وہ بُت بولتے ہی نہ تھے اِس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی بات خلافِ واقعہ نہیں فرمائی تھی۔"

★ - - - - - (تفسیر صافی ص۳۲۸ بحوالہ عیون الاخبار الرضاؑ)

★ عربی گرامر کے اعتبار سے بھی اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ کو جانچا جائے تو آپؑ نے "فَعَلَهٗ"

www.drhasanrizvi.com

کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس لفظ میں "ھُوَ" کی ضمیر مُستتر (پوشیدہ) ہے۔ جس کے معنی ہیں: "اُس نے کیا" گویا بتوں کا توڑنے والا "وہ" ہے۔ اس میں "وہ" سے مراد خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر آگے فرمایا: "کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا" یعنی: "ان کا بڑا" اس طرح کافروں کی توجہ بڑے بت کی طرف بھی پھیر دی، تاکہ اُن کے خلاف ایک بھرپور استدلال قائم کرسکیں۔ پھر اِس پر مزید یہ فرمایا: "فَسْئَلُوْھُمْ" یعنی: "اِن بتوں ہی سے پوچھ لو"۔ پھر اِس پر شرط بھی لگادی: "اِنْ کَانُوْا یَنْطِقُوْنَ"۔ یعنی: "اگر یہ (اُلّو) کچھ بول سکتے ہیں"۔ یہ اُن کافروں پر ایک کاری ضرب تھی۔ کیونکہ اُن کے خدا بے چارے بول ہی نہ سکتے تھے اور نہ اپنی حفاظت خود کرسکتے تھے۔

مطلب یہ تھا کہ ایسے بے چارے خدا تمھاری مرادیں کیا پوری کریں گے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استدلالی پے در پے حملے اتنے شدید تھے کہ اگلی ہی آیت میں خود مشرکوں نے اپنے خلاف خود فیصلہ دے دیا۔ اِس طرح کہ: "اُنھوں نے اپنے دلوں کی طرف رجوع کیا (یعنی: دلوں میں سوچا) پھر خود ہی کہنے لگے: "یقیناً تم لوگ خود ہی ظالم ہو۔" پھر اُنھوں نے اپنے سر جھکا لیے اور کہنے لگے: "حقیقتاً تم کو تو علم ہی ہے کہ یہ (ہمارے خدا) بول بھی نہیں سکتے۔"

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک ایک لفظ کی تشریح سننے کے بعد آپ خود ہی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی لفظ خلافِ واقعہ بیان نہیں فرمایا تھا۔ البتہ ذومعنی کلام فرمایا۔ وہ بھی اِس طرح کہ اصل فاعل کا پتہ بھی دے دیا اور کافروں کی توجہ دوسری طرف بھی مبذول کرادی۔ (سبحان اللہ)

(القرآن المبین ترجمہ سید امداد حسین کاظمی)

★ - - - -

★ اب بخاری شریف" کی اُس حدیث کا کیا کیا جائے جس میں فرمایا گیا ہے کہ: "حضرت ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے تھے۔" - - - جبکہ حقیقتاً اُن میں سے کوئی بھی جھوٹ نہ تھا۔

(صحیح بخاری)

www.drhasanrizvi.com

امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی کی نقل شدہ روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کے قول کو کذب قرار دیا گیا ہے لیکن اس کی تفسیر میں اہلِ سنّت کے مفسّرین نے لکھا کہ :

" حضرت ابراہیمؑ کا جھوٹ صرف صورتاً جھوٹ تھا، حقیقتاً جھوٹ نہ تھا۔" نیز یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کی نیت کسی غلط کام کی نہ تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کا مقصد صرف اور صرف بُت پرستی کے خلاف دلیل قائم کرنا تھا، سمجھانے کے لیے کسی بات کو فرض کر کے جھوٹ بولنا، جھوٹ نہیں ہوتا۔

★ ---- (تفسیر ماجدی)

★ امام رازی نے لکھا کہ: "حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ بت پرستوں کو قائل کر سکیں کہ یہ بت کسی کام کے نہیں۔ نہ چھوٹے بُت کسی کام کے ہیں اور نہ بڑے۔ کیونکہ نہ چھوٹے بُت خود کو بچا سکے اور نہ بڑا بُت۔

★ ---- (تفسیر کبیر امام رازی)

★ فنّی اعتبار سے سچ اور جھوٹ کا سوال کسی خبر پر ہوا کرتا ہے، استدلال کے مقام پر کبھی کبھی کچھ فرضی باتیں بھی کرنی پڑتی ہیں، وہاں مقصد کسی کو خبر دینا نہیں ہوتا، بلکہ مقصد صرف اپنی بات کو ثابت کرنا ہوتا ہے۔

★ ---- (فصل الخطاب)

حضرت ابراہیمؑ کے تین جھوٹ

بدقسمتی سے حدیث کی ایک روایت یہ بات ہوگئی کہ "حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زندگی میں تین جھوٹ بولے ہیں"۔ لازم آتا ہے کہ بخاری کی ساری روایات ناقابلِ اعتماد ہیں۔۔۔ سند کے قوی اور قابلِ اعتماد ہونے کے باوجود (کیونکہ یہ حدیث امام بخاری نے نقل کی ہے) بہت سے اسباب ایسے ہوسکتے ہیں جن کی وجہ سے ایک متن غلط صورت میں نقل ہوجاتا ہے۔ اور ایسے مضامین پر مشتمل ہوتا ہے کہ جس کی قباحت خود پکار رہی ہوتی ہے کہ یہ روایت حضورؐ کی فرمائی ہوئی نہیں ہوسکتی"۔ (تفہیم القرآن)

★ مولانا مودودی نے یہ نہ سوچا کہ آخر ایسی غلط روایت امام بخاری جیسے محتاط محدّث نے کیوں نقل کر دی؟ ______ کیا یہ اُن ظالم بادشاہوں کی سرپرستی کا نتیجہ تو نہ تھا جو ہر وقت یہ چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح ہمارے جھوٹ بولنے کا جواز پیدا ہوجائے (اس لیے حضرت ابراہیمؑ پر بہتان جڑ دیا)

www.drhasanrizvi.com

★ اصل غلطی تو یہی ہوئی کہ مسلمانوں نے اُس منبعِ علم سے استفادہ کرنا اپنے لیے عیب سمجھا جسے خدا نے قائم کیا اور خدا کے رسولؐ نے سندِ عطا کردی، جو پاک و پاکیزہ اور بے ضرر و بے عیب تھا۔ یعنی آلِ محمدؐ سے احادیثِ رسولؐ حاصل نہ کیں۔ بادشاہوں کے پروردہ وظیفہ خور، بے ضمیر درباری علماء سے علم لیا۔ اِس غلطی کا کچھ نہ کچھ انجام سامنے آنا ضروری تھا۔ اِس لیے احادیث و تفاسیر میں ایسے بیشمار مضامین داخل کیے گئے جو ظالم، جابر، جھوٹے، مکّار بادشاہوں اور سلاطین (خلفاء) کے بدترین اعمال کو جائز بتا سکیں۔

★ اِس نکتہ کو علامہ اقبال نے خوب سمجھا، اور سمجھایا:۔

؎ فتنہ ملّتِ بیضا ہے امامت اُس کی ⁂ جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے
* ———— (اقبالؔ)

؎ بغیر آلِ نبیؐ لکھ رہے ہیں تفسیریں
کتاب کیسے پڑھی جائیگی چراغ بغیر
(قمر جلالوی) ———— *

★ غرض جو "دروازۂ شہرِ علم" تھا، جب اُس کو چھوڑ کر نا اہلوں سے علم حاصل کیا جائے گا تو اُس کا انجام اِس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوات والسلام جیسے اولوالعزم صاحبِ کتاب، صاحبِ شریعت، اللہ تعالیٰ جن پر سلام بھیجے، درود بھیجے، قرآن جنھیں "صدّیق" کہہ کر پکارے (اور بخاری اپنی "صحیح بخاری" میں صحت کے ساتھ اُن حضرتؑ پر بہتان طرازی کرے کہ:—

"حضرت ابراہیمؑ نے تین دفعہ جھوٹ بولا" (صحیح بخاری) یہ بات تو اللہ تعالیٰ کی خبر لے رہی ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی کو لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا جو جھوٹ بولتا ہو۔)
...... (مؤلف)

★ اوّل تو حضرت ابراہیمؑ کا یہ کہنا، خبر دینے کے طور پر تھا ہی نہیں جسے جھوٹ کہا جا سکے۔ یہ تو صرف اُن میں تحقیق کا جذبہ اُبھارنے کے لیے ایک فرضی مثال کی صورت میں، بطور تعریض تھا۔ جیسے عام بحث و مباحثہ میں فرضی مثالیں قائم کر کے استدلال کیا جاتا ہے، اُس کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔
...... (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا (۶۴) (ایسا مدلّل اور منہ توڑ جواب سن کر)

اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۶۴ اُنھوں نے اپنے دل ہی دل میں غور کیا

اور اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور (اپنے دلوں میں) کہنے لگے "واقعی تم خود ہی ظالم ہو۔"

★ مطلب یہ ہے کہ ان بیکار پتھروں، کاٹھ کے اُلّوؤں کو پوچھنے سے کیا حاصل؟ اس طرح تم نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا، اور دوسرا ظلم یہ کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دھمکی سن کر بھی لاپرواہی برتی، اپنے خداؤں کو کھلا چھوڑ گئے، اُن کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ کیا۔

★ .... (ابن کثیر)

حضرت ابراہیمؑ کے استدلال کی زبردست کامیابی

★ یاد رہے کہ ابھی کچھ دیر مشرکوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بُت توڑنے پر ظالم کہا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ کے استدلال کی کامیابی کی انتہا یہ ہے کہ اب وہ خود اپنے کو ظالم کہہ رہے ہیں۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل مقصد بتوں کو توڑنا نہ تھا بلکہ بت پرستی کی فکر، روح، جڑ، بنیاد کو توڑنا تھا، اور اُن کا مقصد استدلال کی حد تک پوری طرح حاصل ہوا، کیونکہ بتوں کو توڑنے سے کیا حاصل؟ وہ مشرک ٹوٹنے والے بتوں سے بھی بڑے بڑے بُت دوبارہ بنا لیتے۔ غرض حضرت ابراہیمؑ اس حد تک ضرور کامیاب ہوئے کہ اُنھوں نے مشرکوں سے خود اُن کی غلطی کا اعتراف کرا لیا، اُن کا سر جھکوا دیا، اُنھیں سوچنے پر مجبور کر دیا۔ ایک معلمِ اخلاق کی اصل فتح یہی ہوا کرتی ہے کہ وہ بجبر کسی بات کو نہیں منوایا کرتا۔ اب حضرت ابراہیمؑ کیا کریں کہ اُن مشرکوں میں جہالت تعصّب اور اندھی تقلید کا رنگ اتنا گہرا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے استدلال کی صیقل اُس کو دور نہ کر سکی۔ اُن کی جہالت پھر اپنی اصلی جگہ پلٹ آئی۔ اسی لیے قرآن نے فرمایا: "ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ (پھر وہ اپنے سروں کے بل (اُلٹے) ہوگئے۔) اور مجبوراً اُنھیں کہنا پڑا کہ ابراہیمؑ تو جانتا ہے کہ یہ ہمارے خدا باتیں نہیں کر سکتے۔

★ .... (تفسیرِ نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ نُكِسُوا عَلٰى رُءُوسِهِمْ ۚ (۶۵) پھر انھوں نے سر جھکا کر[۱] کہا: "یہ بات
لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ﴿۶۵﴾ تو تم خوب جانتے ہی ہو کہ یہ (ہمارے خدا)
کچھ بولتے نہیں ہیں۔"

قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ (۶۶) ابراھیمؑ نے کہا: "پھر کیا تم[۲] اللہ
اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا کو چھوڑ کر اُن (گونگی بیکار) چیزوں کی
يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ بندگی اور پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہو
جو نہ تمھیں کوئی فائدہ پہنچاتی ہیں، اور نہ تمھیں
کوئی نقصان پہنچا سکتی ہیں؟

---

۱ مشرکین حضرت ابراھیم علیہ السلام کے استدلال کے مقابلے پر شرمندگی سے اُن سے آنکھ نہیں ملا سکتے تھے اس لیے سر جھکا کر بولے کہ جان بوجھ کر ہم سے ایسی ناممکن بات کا مطالبہ کیوں کر رہے ہو، بھلا کہیں پتھر بھی بولتے ہیں۔؟ (شیخ الاسلام)

۲ حضرت ابراھیم علیہ السلام کا استدلال یہ تھا کہ "یہ تمھارے خیالی اور ہوائی خدا جو بات تک نہیں کر سکتے، نہ شعور و ادراک رکھتے ہیں، نہ خود اپنا دفاع کر سکتے ہیں، نہ کسی کو اپنی حمایت کے لیے بلا سکتے ہیں۔ جو کسی درد کی دوا نہیں، خدا کیسے کہے جا سکتے ہیں؟ کس طرح لائق عبادت بن سکتے ہیں؟ اُن کی بندگی سے بھلا کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ میرے اِن کو توڑنے نے بتا دیا کہ یہ بے چارے کچھ نہیں کر سکتے۔
(صرف کاٹھ کے اُلّو ہیں۔ خدا نہیں) * ... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ (۶۷) افسوس تم پر اور (تمہارے) ان خداؤں (ے)

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر بندگی کرتے ہو۔

تو کیا تم (کبھی) عقل سے کام ہی نہ لوگے ؟

قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْۤا اٰلِهَتَكُمْ (۶۸) انھوں نے کہا: جلا ڈالو اس کو، اور

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ اپنے خداؤں کا بدلہ لے لو، اگر تمھیں کچھ

کرنا ہے۔"

ف۱ یعنی: اے مشرکو! بھر تمھیں ڈوب مرنا چاہیئے کہ جو مورتی ایک لفظ بھی نہ بول سکے، کسی آڑے وقت کام نہ آسکے، کسی کو ذرہ برابر نفع یا نقصان نہ پہنچا سکے، اُس کو تم خدائی کا درجہ دے رہے ہو۔ کیا اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے ؟

★.... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ "تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم میں سے کچھ افراد، جو تعداد میں ضرور کم تھے، مگر وہ قدر و قیمت کے لحاظ سے بہت زیادہ تھے، حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لے آئے تھے"

★..... (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۱)

ف۲ مشرکوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استدلال کے مقابلے پر اپنی طاقت کو استعمال کیا اور اُن کے لیے اتنی زبردست آگ جلائی کہ اب اُن کے لیے خود یہ ممکن نہ رہا کہ آگ کے قریب جاکر ابراہیمؑ کو آگ میں پھینک سکیں۔ اس لیے منجنیق میں ڈال کر پھینکا۔ ★.... (تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر میزان،

(تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر قرطبی، تاریخ ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۹۸)

★ جس شخص نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنے کا مشورہ دیا تھا، وہ ایرانی باشندہ تھا۔ پس وہ عذاب میں گرفتار ہوا اور زمین نے اُس کو نگل لیا، اور قیامت تک وہ اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔ (مجمع البیان)۔

(بحوالہ انوار النجف صفحہ ۲۲۲)

www.drhasanrizvi.com

★ روایاتِ یہود میں آتا ہے کہ: "بابل کے بادشاہ نے ایک خاص بھٹی حضرت ابراہیمؑ کو جلانے کے لیے بنوائی تھی۔ پانچ پانچ گز کے دَور میں لکڑی کا ڈھیر لگایا، پھر اُس میں آگ لگادی، پھر اُس میں حضرت ابراہیمؑ کو پھینکا۔"

(روایاتِ اسرائیلیات) ......

مشرکوں کا مطلب یہ تھا

کہ: دیکھو! بحث و مباحثہ اور استدلال میں تو تم ابراہیمؑ سے جیت نہیں سکتے، بس اب صرف ایک ہی صورت باقی رہتی ہے کہ ہم اپنے اِن خداؤں کی مدد کریں جو خود ہماری مدد نہیں کرسکتے، کہ اُن کے دشمن کو سخت ترین سزا دیں۔ اگر ہم نے یہ بھی نہ کیا تو گویا کچھ کام نہ کیا۔ اِس مشورے کے نتیجے میں حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلانے کی سزا تجویز ہوئی۔ شاید اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن کے خداؤں کو توڑ پھوڑ کر اُن کے دل جلائے تھے، اُس کے بدلے میں ہم بھی ابراہیمؑ کو آگ میں جلا ڈالیں۔ آخرِ کار اُنھوں نے بڑی بے رحمی کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے حوالے کردیا۔

(شیخ الاسلام عثمانی) ......

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: عام طور پر طاقت اور منطق کے درمیان معکوسی رابطہ ہوتا ہے جس قدر انسان میں مادّی طاقت زیادہ ہوتی ہے اُتنی ہی اُس کی منطق کمزور ہوتی ہے لیکن جو مردانِ حق اور اولیاءِ خدا ہوتے ہیں، وہ جتنے قوی اور طاقتور ہوتے ہیں، اُتنے ہی زیادہ متواضع، منطقی ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی قوم طاقتور تو تھی مگر منطقی اعتبار سے بہت کمزور تھی، اِس لیے اُس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی منطق کے سامنے اپنی مادّی طاقت کو استعمال کیا۔ اِس لیے پنڈت آخرِ کار جذباتی نعروں پر اُتر آئے۔ اپنی قوم کی غیرت کو للکارنے لگے۔ یہ تمہارے خدا ہیں جو خطرے میں پڑگئے ہیں۔ تمہارے باپ دادا کی سنت کو ملیامیٹ کیا جارہا ہے۔ تمھاری غیرت و حمیت کو کیا ہوگیا ہے؟ تم اپنے خداؤں کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ ابراہیمؑ کو جلا کر راکھ کردو، جو کرسکتے ہو کرو، تمہارا خدا اور تمہارا دین سب خطرے میں پڑگیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(تفسیرِ نمونہ) ......

www.drhasanrizvi.com

قُلۡنَا یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا (۶۹) ہم نے کہا: "اے آگ! تو ٹھنڈی ہو جا
عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ ﴿۶۹﴾ اور سلامتی بن جا ابراہیمؑ پر۔"

حضرت ابراہیمؑ کا اللہ پر توکل

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا اور وہ ہوا ہی میں تھے حضرت جبرئیلؑ خدا سے اجازت لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور پوچھا:

"ھَلۡ لَّکَ حَاجَۃٌ؟" (کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟)

* حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: "اَمَّاۤ اِلَیۡکَ فَلَا" (حاجت تو ہے، مگر تم سے نہیں)
* اس پر حضرت جبرئیلؑ نے کہا: "فَاسۡئَلۡ رَبَّکَ" (پس اپنے مالک سے حاجت طلب کیجیے)
* حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: "حَسۡبِیۡ مِنۡ سُؤَالِیۡ عِلۡمُہٗ بِحَالِیۡ"

(میرے سوال کی ضرورت نہیں، میرا مالک خود میری حالت خوب جانتا ہے۔) (الکافی)

*---- (تفسیر المیزان جلد ۱۳ صفحہ ۳۳۶ بحوالہ روضہ، تفسیر کبیر رازی)

حضرت ابراہیمؑ کی مناجات اور دعا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیمؑ نے بڑی محبت اور راز و نیاز کے عالم میں خداوندِ کریم سے اس طرح بات چیت کی: "یَا اَحَدُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا صَمَدُ یَا مَنۡ لَّمۡ یَلِدۡ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ تَوَکَّلۡتُ عَلَی اللّٰہِ

یعنی: (اے اکیلے اے اکیلے، اے بے نیاز، اے بے نیاز! اے وہ کہ جس نے کسی کو نہیں جنا، اور نہ وہ جنا گیا، اور کوئی جس کے برابر یا ہم پلہ نہیں، میں اللہ پر ہی بھروسہ رکھتا ہوں۔

*---- (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفرِ صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آپؑ نے اس طرح دعاء مانگی:

" اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ لَمَّا اَنۡجَیۡتَنِیۡ مِنۡھَا "

یعنی: "اے اللہ! محمدؐ و آلِ محمدؐ کے (اُس) حق کے واسطے سے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں (جو تجھ پر ہے) مجھے اِس آگ سے نجات عطا فرما۔"

(تفسیر صافی صـ ۳۲۹ بحوالہ احتجاج طبرسیؒ)

★ "بروایت تفسیر مجمع البیان" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اِس طرح دعاء مانگی۔ اُس وقت آپؑ کی عمر شریف سولہ ۱۶ برس تھی: (از تفسیر انوار النجف ۹ صـ ۲۳۵)

" یَا اَللّٰہُ یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَا مَنۡ لَّمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ نَجِّنِیۡ مِنَ النَّارِ بِرَحۡمَتِکَ۔ " (تفسیر قمی)

یعنی: اے اللہ! اے یکتا! اے اکیلے! اے بے نیاز! اے وہ جس کے نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور اُس کا کوئی برابر یا ہمسر نہیں، مجھے اپنی رحمت کے سبب آگ سے نجات عطا فرما۔" (تفسیر قمی)

★ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوا کے دوش پر آگ کی طرف جا رہے تھے، ملائکہ میں کہرام برپا ہوگیا، جبرئیلؑ خدا کی اجازت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

" ھَلۡ لَکَ حَاجَۃٌ "؟ (کیا آپؑ کو کوئی حاجت ہے)؟

★ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: " اَمَّا اِلَیۡکَ فَلَا " (حاجت تو ہے) مگر آپ سے نہیں)

★ یہ جواب سن کر حضرت جبرئیلؑ نے اُن کو ایک انگوٹھی دی جس پر لکھا تھا: لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ اَسۡنَدۡتُ اَمۡرِیۡ اِلَی اللّٰہِ اَلۡجَأۡتُ ظَھۡرِیۡ اِلَی اللّٰہِ فَوَّضۡتُ اَمۡرِیۡ اِلَی اللّٰہِ

یعنی: کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے، محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں، میں اللہ کو اپنے معاملہ میں اپنا سہارا بناتا ہوں اور

www.drhasanrizvi.com

میں نے اللہ ہی کو اپنا پشت پناہ بنایا ہے، میں نے اپنا معاملہ اللہ کو سونپ دیا ہے۔"

پس اللہ نے آگ کو حکم دیا کہ: "اے آگ ! ٹھنڈی ہو جا ابراہیمؑ کے لیے اور سلامتی بن جا۔"
★ ..... (تفسیر قمی)

خدا کا فرمانا: اے آگ ٹھنڈی ہو جا

★ اِس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ: خدا نے یہ الفاظ آگ سے کہے تھے، بلکہ یہ خدا کے ارادۂ تکوینیہ کی ایک لفظی تعبیر ہے جسے قرآن دوسری جگہ لفظ "کُن" سے تعبیر کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بس خدا نے یہ چاہا اور آگ ٹھنڈی ہو گئی، وہ بھی فوراً۔ اور خدا کا یہ فرمانا کہ "اے آگ! سلامتی بن جا ابراہیمؑ کے لیے"۔ یعنی: آگ اتنی ٹھنڈی بھی نہ ہو جانا کہ سردی کی شدت کی وجہ سے ابراہیمؑ کو کوئی نقصان پہنچ جائے۔ تیری ٹھنڈک حدِ اعتدال پر ہونا چاہیئے۔ (زمہریر نہ بن جائے)
★ ..... (مجمع البیان)

★ حضرت ابراہیمؑ کے آگ میں پہنچتے ہی دہکتی ہوئی آگ نہایت خوبصورت باغ میں تبدیل ہو گئی۔
..... (تفسیر کبیر امام رازی)

؎ "آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا ※ آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا" (اقبال)

★ اِس آیت پر بیچارے نیچریوں کی بے بسی قابلِ دید ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بیچارے معجزوں کو نہیں مانتے وہ غریب یہ سمجھتے ہیں کہ خداوندِ عالم جو قادرِ مطلق ہے نظامِ عالم کے معمول سے ہٹ کر کوئی غیر معمولی کام ہرگز نہیں کر سکتا۔ تو آخر وہ خدا کو ماننے کی زحمت ہی کیوں کرتے ہیں؟ وہ اِس قسم کے واضح معجزوں کی تاویلیں صرف اِس لیے کرتے ہیں کہ اُن کی عقلیت پرستی ثابت ہو جائے۔ تو ہم اُن سے یہ پوچھتے ہیں کہ: اے بندۂ خدا! تجھ پر یہ فرض کس نے عائد کیا تھا کہ ان معجزوں کی اُلٹی سیدھی تاویلات کرتا پھرے؟ جو شخص قرآن کو جیسا کہ وہ ہے ماننے کے لیے تیار نہیں ہے، اُسے اِن تمام چکروں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ قرآن کے الفاظ کو اپنے خیالات کے مطابق ڈھالنا چاہتا ہے جب کہ قرآن کے الفاظ قدم قدم پر اس کی اوٹ پٹانگ تاویلوں کی نفی کر رہے ہیں۔
★ .... (تفہیم القرآن)

؎ خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں ※ ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق
(اقبال)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (۷۰) ۚ غرض انھوں نے تو ابراھیم کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنانے کا ارادہ کیا، مگر ہم نے ان کو بری طرح نقصان اٹھانے والا بنا کر ناکام کر دیا۔

★ مطلب یہ ہے کہ مشرکین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا برا چاہتے تھے لیکن خود ناکامی، ذلت اور نقصان میں پڑ گئے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صداقت برملا ظاہر ہوگئی۔ اللہ کا کلمہ بلند ہوا۔ (بحر المحیط)

★ اب رہا یہ سوال کہ آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیوں اور کیسے نہیں جلایا؟:

اِس پر مفسرین میں بہت اختلاف ہے۔ البتہ ایک بات سب نے لکھی ہے کہ: کائنات کی کوئی چیز خدا کے حکم و اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتی۔ خدا چاہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ کی چھری، باوجود چلنے کے نہ کاٹے، اور کبھی چاہے کہ آگ نہ جلائے تو وہ جلا نہیں سکتی۔ اور جب چاہے پانی کو جو سببِ حیات ہے، حکم دیدے تو سارے فرعونیوں کو غرق کر دے۔ (اور اسرائیلیوں کو محفوظ کر لے) مکڑی کو حکم دے تو غارِ ثور کے دہانے پر فوراً جالا تن دے اور مکڑی کے کمزور تاروں سے تاریخِ عالم کے دھارے کو موڑ دے۔ (وہ چاہے تو آفتاب کو غروب ہونے کے بعد پلٹا دے، چاند کے دو ٹکڑے کر دے۔)

★ محققین نے حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعے سے ایمان کی قوّت کو ثابت کیا ہے۔ (مجمع البیان، قرطبی۔ تفسیر نمونہ)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے، کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "مومن فولاد کے ٹکڑوں سے بھی زیادہ مضبوط ہوتا ہے کیونکہ فولاد کو جب آگ میں ڈالا جاتا ہے تو اس میں تبدیلی آجاتی ہے لیکن مومن کو اگر قتل بھی کر دیا جائے اور پھر دوبارہ زندہ کیا جائے اور پھر قتل کیا جائے اس کے باوجود اس کے دل میں تبدیلی نہیں آتی"۔ (سفینۃ البحار جلد ۱ صفحہ ۳۶)

ؔ "ہو محفلِ یاراں تو بریشم کی طرح نرم ⁂ رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن"۔۔۔ (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ (٧١) اور (اس طرح) ہم نے ابراہیم اور لوط
الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ کو بچایا اور اُس سرزمین کی طرف لے گئے
جس میں ہم نے دنیا جہان کے لیے برکت (ہی برکت) رکھی تھی۔

★ ایک روایت کے مطابق، نمرود نے تین دن کے بعد جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ آگ ابراہیمؑ کا کچھ نہیں بگاڑ سکی، بلکہ وہ تو زندہ اور صحیح و سالم ہیں۔ پس نمرود نے حکم دیا کہ ان کو جلا وطن کر دیا جائے اور کسی شئے کے ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ اُس وقت جناب سارہؑ آپؑ کی ہمنوا تھیں اور حضرت لوطؑ جو سن و سال میں آپؑ سے چھوٹے تھے، وہ بھی آپؑ پر ظاہری طور پر ایمان لا چکے تھے: "فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ" (سورۂ عنکبوت آیت ٢٦ پ ٢٠)

برکت والی زمین

"تفسیر برہان" میں کلینیؒ کی روایت سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت سارہؑ اور حضرت لوطؑ کے ہمراہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور زمینِ شام کو برکت والی زمین اِس لیے فرمایا کہ اکثر نبیؑ اِسی علاقے میں مبعوث ہوئے۔ یہ زمین نبیوںؑ کا گہوارہ بنی۔ (تفسیر انوار النجف ۹ صفحہ ٢٣٨)

★ خدا کا فرمانا کہ "وہ زمین جہاں خدا کی برکت ہی برکت ہے" مراد فلسطین کی زمین ہے۔ (تفسیر ماجدی)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا وطنی کا حکم ملا تو مال مویشی ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں تھی۔ کہا گیا کہ یہ سب کچھ تم نے ہماری مملکت میں رہ کر حاصل کیا ہے لہٰذا اس پر تمہارا حق نہیں ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے عدلیہ میں دعویٰ کر دیا کہ اگر تم میرے مال کو اِس لئے ضبط کرتے ہو کہ یہ تمہارے ملک کا مال ہے، تو میں نے جس قدر زندگی تمہارے ملک میں گذاری ہے، مجھے وہ واپس کر دو۔" چنانچہ قاضی نے طرفین کے بیان سننے کے بعد فیصلہ صادر کیا کہ: "ابراہیمؑ کو وہ تمام مال و دولت سرکاری خزانے میں جمع کر دینا چاہیئے جو انہوں نے اِس ملک کی حدود کے اندر رہ کر کمائی ہے اور اس کے بدلے میں حکومت کے سربراہ کو چاہیئے کہ وہ ابراہیمؑ کی قیمتی زندگی کا وہ حصہ واپس کر دے جو انہوں نے ملک کی حدود میں گذارا ہے۔" پس نمرود نے قاضی کا فیصلہ مان کر ابراہیمؑ کو مال وغیرہ لے جانے کی اجازت دے دی۔ (انوار النجف ۹ صفحہ ٣٦)

www.drhasanrizvi.com

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ (۷۲) نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝

اور ہم نے (ابراہیمؑ کو) اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولاد عطا کی (اور ان میں سے) ہر ایک کو نیک بنایا۔

نَافِلَةً کے معنی

یعنی خاص عطیہ۔ اور نفل اُس زیادتی اور منفعت کو کہا جاتا ہے جو واجب کی حد سے زیادہ ہو اور قابلِ تعریف ہو۔ اسی لیے نمازِ فریضہ سے زائد کو نافلہ کہا جاتا ہے۔

★ اور بعضوں نے نافلہ کو غنیمت بھی کہا ہے۔ اس مقام پر نافلہ کا اطلاق حضرت یعقوبؑ پر ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا نے یہ خاص عطیہ مرحمت فرمایا۔ کیونکہ دعاء کی استجابت کا تعلق فقط اسحاقؑ تک تھا۔ اور یہ اُس سے زائد تھے۔

★ اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اسحاقؑ اور یعقوبؑ دونوں پر نافلہ کا اطلاق ہوا ہے۔ کیوں کہ خدا پر دینا واجب نہیں تھا پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا اور پوتا از راہِ فضل و کرم عطا فرمائے۔ ★ ...... (تفسیر مجمع البیان بحوالہ تفسیر انوار النجف ص ۲۳۸)

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں بیٹا مانگا تھا، ہم نے پوتا بھی دے دیا یعنی حضرت یعقوبؑ۔ ★ ..... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا: "حضرت سارا زوجۂ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو خدا سے صرف ایک بیٹے کی دعاء مانگی تھی، مگر خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری نسل کی بقاء کا بندوبست کر دیا۔ اس طرح دعاء کی قبولیت کو بہت زیادہ وسیع کر دیا۔ ★ .... (تفسیر تبیان)

★ محققین نے اس بات سے نتیجہ نکالا کہ (۱) خدا کے ہاں دعاء کے الفاظ ہی نہیں دیکھے جاتے، بلکہ اُن کی کیفیت بھی دیکھی جاتی ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ خدا اپنے خاص بندوں کو اپنے فضل و کرم سے اُن کے سوال سے بھی کہیں زیادہ نواز تا ہے۔ ★ .... (تفسیر مجمع البیان، از ابنِ عباسؓ)

www.drhasanrizvi.com

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ (۷۳) بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ۝۷۳

پھر ہم نے اُنھیں "امام" بنایا جو ہمارے حکم سے سیدھا راستہ دکھاتے (تھے) اور ہم نے اُن کی طرف وحی کے ذریعہ سے نیک کام کرنے کا حکم بھیجا۔ نیز نماز کو پابندی کے ساتھ قائم رکھنے اور زکوۃ دینے کی وحی بھیجی۔ اور وہ صرف ہماری بندگی (یعنی، بھرپور اطاعت و عبادت) کیا کرتے تھے۔

نبوت، رسالت اور امامت کا فرق

انبیاء و مرسلینؑ بحیثیت نبی یا رسول کے خدا سے پیغامات حاصل کر کے لوگوں کو پہنچاتے ہیں۔ یعنی تبلیغ دین کرتے ہیں اور لوگوں کو بُرے کاموں کے بُرے انجام سے ڈراتے بھی ہیں اور خدا کی اطاعت کر کے خدا کے بہترین انعامات و اجر کی خوشخبری بھی دیتے ہیں۔ لیکن بحیثیت امام کے وہ خدائی پروگرام کو دنیا پر عملاً نافذ کرتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہیں۔ گویا یہ تشریعی اور تکوینی ہدایت کے کام کو انجام دینا ہوتا ہے۔

★ امام اصل میں آفتاب کی مانند اپنی ہدایت کی شعاعوں سے موجوداتِ عالم کی پرورش کرتا ہے۔ وہ بھی خدا کے حکم کے عین مطابق۔ یہاں ہدایت کرنے کا مطلب راستہ دکھانا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ کام تو وہ بحیثیت نبی یا رسول انجام دیتے ہیں۔ امامت کی منزل میں ہدایت کرنے کا مطلب منزلِ مقصود تک پہنچانا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام صرف اُنہی کے لیے ہو سکتا ہے جو خود کو امام کی ہدایات کے لیے پیش کریں، اور عملاً اُن کی سیرت پر چلیں۔

★ اُنہی اماموں کی خصوصیت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ وہ اچھے سے اچھے کام انجام دیتے ہیں اور

www.drhasanrizvi.com

اُن اچھے کاموں کی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے نماز قائم فرماتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرنے کی تعلیم دیتے ہیں، اور یہ کام بھی وہ وحیِ الٰہی کے ذریعہ انجام دیتے ہیں۔ خدا کی یہ وحی تشریعی بھی ہوسکتی ہے، یعنی خدا اُن کو اُن کاموں کے انجام دینے کا حکم دیتا ہے، اور خدا کی طرف سے یہ وحی تکوینی بھی ہوسکتی ہے۔ یعنی: خدا اِن اماموں کو اُن تمام نیک کاموں کے انجام دینے کی توفیق بھی عطا فرماتا ہے اور جذبہ بھی۔ البتہ اُن میں سے کوئی کام بھی جبری پہلو نہیں رکھتا یعنی۔ امام یہ سب اچھے کام اپنے اختیارات سے انجام دیتے ہیں۔

خدا کا فرمانا کہ، "ہم نے امام معیّن کیے ہیں":

(۲) اور وہ "یَھۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا" ہمارے حکم سے ہدایت کے کام کو انجام دیتے ہیں"۔ یہ دونوں باتیں انبیاء و مرسلینؑ کی امامت کو، اور ائمہ اہلِ بیتؑ کی امامت کو تمام دوسرے امامت کے دعوے داروں سے جدا کر دیتی ہیں۔ دوسرے تمام امامت کے دعویداروں کو خدا نے امام معیّن نہیں کیا ہوتا۔ لوگوں نے اُن کو اپنا امام مان لیا ہوتا ہے اور وہ خدا کے حکم سے ہدایت کا کام انجام نہیں دیتے، خود اپنی مرضی سے ہدایت کرتے ہیں۔ (تفسیر نمونہ)

دو قسم کے امام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: قرآن میں دو قسم کے اماموں کا ذکر ہے۔ ایک جگہ فرمایا: "اور ہم نے اُن کو امام مقرر کیا تاکہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کا کام انجام دیں (وَجَعَلۡنٰھُمۡ اَئِمَّةً یَّھۡدُوۡنَ بِاَمۡرِنَا) مطلب یہ ہے کہ یہ وہ امام ہیں جو خدا کے حکم سے ہدایت کرتے ہیں۔ یعنی: وہ خدا کے حکم کو اپنے حکم پر مقدم سمجھتے ہیں، خدا کے حکم کو اپنے حکم سے برتر جانتے ہیں۔

دوسری قسم کے امام وہ ہیں جن کے لیے خدا نے فرمایا: "وَجَعَلۡنٰھُمۡ اَئِمَّةً یَّدۡعُوۡنَ اِلَی النَّارِ" یعنی: (ہم نے انھیں ایسا امام قرار دے دیا کہ وہ جہنّم کی طرف بلاتے ہیں) یعنی: وہ ایسے امام ہیں کہ جو اپنے حکم کو خدا کے حکم سے برتر اور مقدم سمجھتے ہیں اور اپنے حکم کو خدا کے حکم سے پہلے

www.drhasanrizvi.com

قرار دیتے ہیں۔ اِس طرح اپنی ہوا وہوس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اور کتابِ خدا کے خلاف۔"
* ...... (تفسیر المیزان، تفسیر نور الثقلین، اصولِ کافی، تفسیر انوار النجف)

* "یہی امامِ برحق اور امامِ باطل کا معیار، کسوٹی اور پہچان ہے۔"
* ..... (تفسیر نمونہ)

جھوٹے امام کی علامت

ے خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

ے یہی شیخِ حرم ہے جو چُرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بوذرؓ و دلقِ اُویسؓ و چادرِ زہراؑ

ے فتنۂ ملتِ بیضا ہے امامت اُس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

سچے امام کی علامت

ے تُو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے — حق تجھے میری طرح صاحبِ اَسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق — جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست — زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے

دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

* ..... (از کلیاتِ اقبالؒ)

www.drhasanrizvi.com

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا (۷۴) پھر لوط کو ہم نے حکمت اور علم
وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ عطا کیا اور انھیں اُس بستی سے بچا کر
كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ؕ نکال لیا جہاں (کے لوگ) بڑے
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۙ﴿۷۴﴾ گندے (بے حیائی کے) کام کرتے تھے
واقعًا وہ بڑے ہی بدمعاش، بدکار اور حدوں کو توڑ ڈالنے والے لوگ تھے

حضرت لوطؑ کی قوم کے گندے کام

حضرت لوطؑ کی قوم کا اصل گندا کام تو یہ تھا کہ وہ "ہم جنس پرستی، لواطت" کرتے تھے۔ جسے وہ اپنی بھری محفلوں میں سب کی آنکھوں کے سامنے انجام دیا کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ روایاتِ یہود میں لکھا ہے کہ وہ بڑے چور، ڈاکو بھی تھے۔ یہاں تک کہ ان کے ہاں خیر خیرات کرنا، غریبوں کو کھانا کھلانا، مہمانوں کی خدمت کرنا بڑے بُرے جرائم (سمجھے جاتے) تھے
★ ۔ ۔ ۔ (تفسیر ابن عباس)

★ "قَرْيَةِ" سے مراد شہر سدوم ہے۔ وہاں کے لوگ قوم لوطؑ سے تھے اور خلافِ فطرت کام کرتے تھے اور اسی طرح کے بہت سے گندے کاموں میں مبتلا تھے۔ ★ ۔ ۔ ۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

★ اُس بستی کا نام سدوم تھا جس میں وہ (قوم لوط) رہائش پذیر تھے ان کا فعلِ خبیث یہ تھا کہ عورتوں کی بجائے مردوں پر اپنی شہوت بجھاتے اور غیر فطری فعل کے مرتکب ہوتے تھے۔ نیز ان کا ایک فعلِ خبیث یہ بھی تھا کہ بھری محفل میں بغیر شرم و حیاء کے گوز زنی کرتے تھے اور تیسرا فعلِ خبیث یہ تھا کہ وہ ڈاکو اور راہزن تھے۔ ★ (تفسیر انوار النجف ص ۲۳۹)

★ "خبائث" جمع کی شکل میں استعمال ہوا جس کا مطلب یہ ہے کہ قوم لوط صرف ایک گندہ کام یعنی لواطت ہی نہیں کرتی تھی بلکہ چوری، ڈاکے، محفلوں میں گندے جملے، فقرے کسنا اور لوگوں کی ٹوپیاں اچھالنا، سیٹیاں بجانا، عریانی وغیرہ جیسے کاموں کا ارتکاب کرتے تھے۔ ★ ۔ ۔ ۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَدۡخَلۡنٰهُ فِیۡ رَحۡمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۷۵﴾ (۷۵) پھر لوطؑ کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کر دیا۔ حقیقتاً وہ نیک کام کرنے والے اچھے لوگوں میں سے تھے۔ ع ۵

وَ نُوۡحًا اِذۡ نَادٰی مِنۡ قَبۡلُ فَاسۡتَجَبۡنَا لَهٗ فَنَجَّیۡنٰهُ وَ اَهۡلَهٗ مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۷۶﴾ (۷۶) اور نوحؑ کو بھی، جب (لوطؑ سے) پہلے انھوں نے ہمیں پکارا تھا تو ہم نے اُن کی دعاء کو قبول کر لیا۔ اور اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو بڑے ہی سخت کرب، اذیت اور بے چینی سے بچا لیا۔

۱؎ مطلب یہ ہے کہ ہم نے جب لوطؑ کی قوم پر عذاب بھیجا تو لوطؑ اور اُن کے ساتھیوں کو اپنی مہربانی اور رحمت کی چادر میں ڈھانپ لیا، تاکہ نیکوں اور بدوں کا انجام الگ الگ معلوم ہو جائے۔
* ---- (شیخ الاسلام عثمانی)

* خدا کی یہ خاص رحمت بلاوجہ کسی پر نہیں ہوتی۔ اصل میں یہ حضرت لوطؑ پیغمبر کی اہلیت اور زبردست جہاد کی وجہ سے ملی، جو انھوں نے نہایت سخت بدکار قوم سے فرمایا تھا۔ ہم اندازہ ہی نہیں کر سکتے کہ ایسی بدکار، فاسق، فاجر، ظالم قوم سے مقابلہ کرنے میں کسقدر ذہنی وجسمانی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔
*.... (تفسیر نمونہ)

نوحؑ نے ہمیں پکارا تھا

یعنی: حضرت نوحؑ ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو سمجھاتے رہے۔ سخت تکلیفیں برداشت کرتے رہے۔ آخر کار بد دعاء کی۔ خدا نے بد دعاء قبول فرمائی، اور پوری قوم کو طوفان سے غرق کر دیا، مگر نوحؑ اور اُن پر ایمان لانے والوں کو طوفان اور کفار کے مظالم سے بچا لیا۔
* ---- (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

★ خدا کا یہ فرمانا کہ: "نوحؑ نے ہمیں پکارا"، یہ اشارہ ہے حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا کی طرف۔ جو سورۃ نوح میں بھی بیان کی گئی ہے کہ نوحؑ نے اس طرح بددعا کی تھی:

"رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝" (سورۃ نوح آیت ۲۶-۲۷۔ پ ۲۹)

یعنی "اے میرے پالنے والے مالک! اس بے ایمان (کافر) قوم کے کسی فرد کو زمین پر باقی نہ چھوڑ۔ کیونکہ اگر یہ لوگ باقی رہ گئے تو تیرے بندوں کو خوب خوب گمراہ کریں گے، اور سوائے کافر و فاجر کے کسی کو جنم نہ دیں گے (یعنی) ان کی نسلیں بھی کافر و فاجر ہی ہوں گی۔"

★ نیز حضرت نوح علیہ السلام کی ایک دعا یوں بھی قرآن مجید میں موجود ہے:

فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝ (سورۃ القمر آیت ۱۰ پ ۲۷)

یعنی: "پس انھوں نے اپنے پالنے والے مالک کو (یہ کہتے ہوئے) پکارا (دعا کی) کہ میں ان کے مقابلے میں مغلوب و مجبور ہو گیا ہوں، تو ہی اب میری مدد فرما۔"

★ پھر آیت کا ایک لفظ "نادیٰ" یعنی: "پکارا" بتا رہا ہے کہ نوحؑ کی قوم نے ان کو اس قدر حیران و پریشان کیا تھا کہ آخر کار وہ چیخ پڑے تھے۔

★ اگر سورۃ نوحؑ اور سورۃ ہود کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چل جائے گا کہ نوحؑ کی قوم کتنی بدمعاش اور بداخلاق تھی اور آپ خود فیصلہ کر سکیں گے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جو یہ بددعا فرمائی تھی وہ بالکل بجا تھی۔ (جبکہ حضرت نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کو ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی تھی اتنے طویل عرصے تک آپؑ نے مصائب برداشت کیے اس کے بعد بددعا فرمائی تھی۔)

(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

لفظ "اھل" کے معنی

یہ جو آیت میں استعمال ہوا ہے کہ :

"ہم نے نوحؑ اور ان کے "اہل" (خاندان) کو عظیم غم سے بچا لیا" :

یہاں " اھل " سے مراد اولین معنی میں حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان والے ہیں، عزیزاقارب ہیں۔
اور دوسرے معنی میں ان کے ساتھی اور اُن کے ماننے والے بھی ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا وہ بیٹا جو اُن پر ایمان نہ لایا تھا اُس کے لیے خداوندِ عالم نے فرمادیا تھا کہ

" اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ ۚ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ " (سورۂ ہود آیت ۴۶ پ ۱۲)

یعنی : " یقیناً وہ تمہارے "اہل" میں سے نہیں ہے۔ یقیناً اُس کا عمل اچھا نہیں ہے"۔ (بدعمل ہے)

★ اس آیت سے محققین نے ثابت کیا کہ : "اھل" سے ہونے کی شرط یہ ہوتی ہے کہ وہ فرماں بردار ہو، اور اُسی مکتبِ فکر و نظر کا حامل بھی ہو جو نبی کا ہے۔ آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بدعمل، نافرمان تھا، اپنے باپ اور اپنے نبی کا کہنا نہ مانا، اس لیے خدا نے اُس کو "اھل" سے خارج کر دیا۔
★ .... (تفسیر نمونہ)

★ اسی نافرمانی کی بنا پر آنحضرتؐ نے اپنے خاندان والوں کو نااھل قرار دے دیا تھا۔ اور اطاعت و فرماں برداری ایسی چیز ہے کہ اُس کی وجہ سے غیر خاندان والے بھی نبیؐ کے اھل قرار پاتے ہیں۔ مثلاً حضور اکرمؐ نے حضرت سلمانؓ فارسی کے لیے فرمایا تھا : " اَلسَّلْمَانُ مِنَّا اَھْلُ الْبَیْتِ "

یعنی : "سلمانؓ ہمارے اہلِ بیتؑ میں سے ہیں"۔ (الحدیث)

(جلاء العیون ، بحار الانوار ، منتہی الآمال)

★ اور خدا کا فرمانا : " ہم نے نوحؑ کو کربِ عظیم سے نجات دی " تو حضرت نوحؑ کی سخت مصیبت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ قرآن کے مطابق انھوں نے ۹۵۰ سال اپنی قوم کو سمجھایا، ڈرایا، مگر اُن کی قوم اُن کا مذاق ہی اُڑاتی رہی، اُن کو ذلیل کرتی رہی، ہر طرح کی ذہنی و جسمانی اذیتیں پہنچاتی رہی۔ اور سوا چند آدمیوں کے کسی نے اُن کی ایک بات بھی نہ سُنی۔ ★ .... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَنَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾

(۷۷) اور ہم نے انھیں اُس قوم پر فتح عطا کی جس نے ہماری باتوں، نشانیوں کو بُری طرح جھٹلایا تھا۔ واقعاً وہ بڑے ہی بُرے لوگ تھے پس ہم نے بھی اُن سب کو ڈبو کر ہی چھوڑا۔

خدا کی سزا کی نوعیّت

خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ "کیونکہ وہ بُری قوم تھی اِس لئے ہم نے اُن سب کو غرق کر دیا۔" اِس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدائی عذاب اور سزائیں خُدا کی طرف سے انتقاماً نہیں ہوتیں، بلکہ خود قوم کی نا اہلی کا منطقی اور فطری نتیجہ ہوتی ہیں۔ جیسے جنسی بے اعتدالیاں سخت بیماریوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جو قومیں خدا کی نعمتوں اور احسانات کا مسلسل قولاً اور فعلاً انکار کرتی چلی جاتی ہیں، پھر اُن کو یہ حق ہی نہیں باقی رہتا کہ وہ خدا کی نعمتوں سے لطف اُٹھائیں، پھر اُن سے نعمتیں چھن جاتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص حفظانِ صحت کے اُصولوں کا خیال نہیں رکھتا اور صحت کی نعمت کی قدر نہیں کرتا تو صحتِ جسمانی سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ انتقام نہیں، بلکہ صحت کے اصولوں کا خیال نہ رکھنے کا منطقی اور فطری نتیجہ ہے۔ البتّہ وہ قومیں جو اپنی غلطیوں کا احساس کرتی ہیں، اور اُن سے لوٹ آنے کی کوششیں کرتی ہیں، اُن کی اصلاح کی اُمید ہوتی ہے، اُن کی نسلوں کے سنبھلنے کی توقع ہوتی ہے، اُن پر عذاب نہیں آتا، بلکہ ان کو سنبھلنے کی مہلت پر مہلت دی جاتی رہتی ہے۔ ....★ (تفسیر نمونہ)

اِسی لیے قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ: "جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے، اللہ اُن پر عذاب نہ کرے گا۔" (قرآن)
(سورۃ الانفال آیت ۳۳ پ۹)

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب
....★ (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ (۷۸) فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾

اور داؤدؑ و سلیمانؑ کو بھی (اپنی رحمت و نعمت سے نوازا) جب وہ دونوں ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کر رہے تھے جس میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں پھیل (کر چر) گئی تھیں۔ اور ہم اُن دونوں کے فیصلے کو دیکھنے والے تھے۔

★ اِس آیت سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ بعض قرآنی آیات کی ساخت ہی اِس قسم کی ہے کہ دنیا اُس کی تفسیر معلّمینِ قرآن سے پوچھے۔ اِسی آیت کے بارے میں احادیثِ رسولؐ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب داؤدؑ نے یہ فیصلہ فرمایا تھا کہ اِس زراعت کے ضائع ہونے کے بدلے، جسے دوسرے آدمی کی بھیڑوں نے کھالیا تھا، کھیت کے مالک کو وہ بھیڑیں دے دی جائیں۔ مگر حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ نبی نے یہ فرمایا کہ انصاف کی رُو سے فیصلہ یوں ہونا چاہیے کہ (۱) بھیڑوں کے مالک اِس کھیتی کو دوبارہ لگائیں جسے اُن کی بھیڑوں نے کھالیا ہے۔ (۲) کھیتی اپنی اصلی حالت میں آنے تک کھیت کے مالک کو یہ حق دیا جائے کہ وہ بھیڑوں کے دودھ وغیرہ سے فائدے حاصل کرے (۳) جب کھیتی دوبارہ اپنی اصلی حالت میں آجائے تو بھیڑیں اُن کے مالک تک پہنچا دی جائیں۔ خدا نے اِس آیت سے حضرت سلیمانؑ کے فیصلے کو صحیح قرار دیا۔ (فصل الخطاب)

وصی کا تعیّن فیصلہ کی خوبی پر

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

"خداوندِ حکیم و علیم نے حضرت داؤدؑ پر وحی کی کہ اپنے اہل سے اپنا وصی نامزد کرو، میرے علم میں یہ بات ثابت ہے کہ ہر نبی کا وصی اُسی کے اہل سے ہوگا۔" حضرت داؤد علیہ السلام کے متعدد فرزند تھے اور سب سے پیاری بیوی کے بطن سے بھی ایک فرزند تھا۔ جب آپؑ نے اپنی زوجہ کو حکمِ پروردگارِ عالم سنایا تو اُنھوں نے اپنے بیٹے کا نام پیش کیا۔

www.drhasanrizvi.com

اور حضرت داؤدؑ نے بھی اُن کی تائید و تصدیق کر دی۔ لیکن خدا کے علم میں آپؑ کے وصی حضرت سلیمانؑ تھے۔

پس حضرت داؤدؑ کو وحی ہوئی کہ وصی کی نامزدگی میں عجلت سے کام نہ لو۔ کیونکہ یہ فیصلہ میں خود کروں گا۔

پس تھوڑی دیر گزری کہ دربارِ داؤدیؑ میں مذکورہ مقدمہ پیش ہوا۔ اور اللہ نے وحی کی کہ تمام اولاد کو جمع کرلو، اور اُن سے اِس مقدمے کا فیصلہ لو۔ جس کا فیصلہ صحیح ہوگا، وہی تمہارا وصی ہوگا۔

حضرت داؤدؑ نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کر کے مقدمہ کی نوعیت سے مطلع کیا۔ (سب نے اپنے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کیا) اور حضرت سلیمانؑ نے انگوروں کے باغ کے مالک سے پوچھا کہ اُس شخص کے چوپائے تمہارے باغ میں کس وقت داخل ہوئے تھے؟ اُس نے بتایا کہ "رات کے وقت"۔ پس آپؑ نے چوپاؤں کے مالک سے فرمایا کہ اِس کا فیصلہ یہ ہے اِس سال تیری دُنبیوں سے پیدا ہونے والے بچّے اور اُون صاحبِ باغ کو تم دو گے۔

حضرت داؤدؑ نے فرمایا: بیٹا! علمائے بنی اسرائیل تو اس طرح فیصلہ کرتے ہیں کہ کھیتی کے بدلے میں اُس کو مویشی سالم دیے جائیں۔ تم نے اُن کے فیصلے کو کیوں بدل دیا۔؟"

حضرت سلیمانؑ نے عرض کی: حضور! انگوروں کی (بیلوں کی) اصل (جڑ) موجود ہے دُنبوں نے اُن کا ایک سال کا پھل ضائع کیا ہے، وہ اگلے سال پھر پھل دیں گی۔ (لہٰذا پھل کے بدلے میں پھل ہی ہونا چاہیئے۔)

پس خدا کی جانب سے وحی نازل ہوئی کہ سلیمان کا فیصلہ صحیح اور نافذ ہے۔ اے داؤدؑ! تم کچھ اور چاہتے تھے اور ہم کچھ اور چاہتے ہیں"۔

پس حضرت داؤدؑ نے گھر جا کر اپنی بیوی کو حقیقتِ حال کی اطلاع دی اور اللہ کی رضا پر راضی ہونے کی تلقین فرمائی۔ جس طرح نبی کو حق نہیں پہنچتا کہ حقیقی وصی کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنی مرضی سے وصی نامزد کرے اسی طرح اوصیاء کو بھی حق نہیں پہنچتا کہ اپنے بعد والے وصی کے معاملہ میں حد سے تجاوز کریں۔ (تفسیر صافی۔ بحوالہ تفسیر انوار النجف ج۹ ص۲۴۱)

★ "تفسیر عمدۃ البیان" میں صادقینؑ سے روایت ہے کہ مدّعی کا نام ایلیا، اور مدعا علیہ کا نام یوحنا تھا۔

★ "تفسیر مجمع البیان" میں ہے کہ اُس وقت حضرت سلیمانؑ کی عمر ۱۱ سال کی تھی۔

(از تفسیر انوار النجف ج۹ ص۲۴۱)

www.drhasanrizvi.com

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۫ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿٧٩﴾

(٧٩) پھر ہم نے سلیمانؑ کو (صحیح فیصلہ کرنے کی) سمجھ دے دی اور (اُن میں سے) ہر ایک کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا تھا۔ اور داؤدؑ کے لیے تو ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو تابع فرمان کردیا تھا، جن کو (ہم نے) اُن کے ساتھ تسبیح بھی پڑھوادی۔ اور اِس کام کے کرنے والے ہم ہی تھے۔

نتیجۂ فیصلہ: پچھلی آیت کے ضمن میں حضرت سلیمانؑ کے فیصلے کا بیان گذرا ہے۔ اُس سے یہ نتیجہ نکلا کہ رات کے وقت بھیڑوں کے مالکوں کی یہ ذمّہ داری ہے کہ وہ اپنی بھیڑوں کو دوسروں کے کھیتوں میں داخل ہونے سے روکیں لیکن دن کے وقت کھیتوں کے مالکوں کی ذمّہ داری ہے کہ وہ اپنے کھیتوں کی بھیڑ، بکریوں وغیرہ سے خود حفاظت کریں۔ (تفسیر صافی، تفسیر مجمع البیان، بحوالہ حدیث رسولؐ از کافی وغیرہ)

علم و حکم کے معنی

علم و حکمت عطا کرنے کے معنی عام طور پر قرآن میں نبوّت عطا کرنے کے ہیں۔ "حکم" سے مراد "حکمت" بھی ہوتی ہے، مگر (٢) صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت بھی اور (٣) ساتھ ساتھ اللہ کی طرف سے سندِ حکمرانی (Authority) کا ملنا بھی۔ اور "علم" سے مراد، وہ علمِ خدا ہے جو وحی یا الہام کے ذریعے عطا کیا گیا ہو۔

عدالت کا اصول

ضمناً اِس آیت میں عدل و انصاف کا یہ اصول بھی بیان ہوگیا کہ اگر دو جج ایک مقدمے کا فیصلہ ایک دوسرے سے مختلف کریں تو اگرچہ صحیح فیصلہ ایک ہی کا ہوگا لیکن

www.drhasanrizvi.com

دونوں برحق ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ انصاف کرنے کی صلاحیت دونوں میں موجود ہو۔ اُن میں سے کوئی جاہل یا ناتجربے کار نہ ہو۔

اِسی لیے حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "اگر حاکم یا مجتہد اپنی حد تک صحیح فیصلہ کرنے کی واقعی کوشش کرے تو صحیح فیصلہ کرنے کی صورت میں اُس کے لیے دوگنا اجر ہوگا، اور غلط فیصلہ کرنے کی صورت میں اُسے اکہرا اجر ملے گا۔"

★ ...... (ابوداؤد، ابنِ ماجہ)

★ حضورِ اکرمؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: "قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اُن میں سے ایک جنّتی ہوتا ہے، وہ جب حق کو پہچان لیتا ہے تو حق کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ اب جو قاضی حق کو پہچان لینے کے بعد بھی غلط فیصلہ کرتا ہے، وہ جہنّمی ہے۔ اِسی طرح وہ قاضی بھی جہنّمی ہے جو علم حاصل کیے بغیر لوگوں کے فیصلے کرتا پھرتا ہے۔"

★ ...... (تفہیم القرآن)

حضرتِ داؤدؑ بڑے خوش اِلحان تھے

حضرت داؤد علیہ السّلام بے حد خوش آواز تھے، پھر پیغمبر بھی تھے۔ اِس لیے وہ جب خدا کا کلام پڑھتے تھے تو بڑے جوش سے پڑھتے تھے، اور تسبیح خدا اور تعریفِ خدا کرتے تھے تو بڑے ہی خلوص سے کرتے تھے، اہتمام نہ ہوتا تھا کہ پہاڑ اور پرندے، جانور اور درندے تک اُن کی آواز کے ساتھ ساتھ اپنی آواز ملا دیا کرتے تھے

★ اور آخر میں خدا کا یہ فرمانا کہ: "یہ سب کچھ ہم نے ہی کیا ہے"۔

یعنی: تعجب نہ کرو کہ پتھر، جانور، دریا، پہاڑ کیسے بولنے لگے، کیسے آواز کے ساتھ آواز ملانے لگے؟ یہ سب ہمارا کیا ہوا کام تھا۔ بھلا ہماری لامحدود قوتوں کے مقابلے میں یہ کام کون سا بڑا کام ہے۔

★ ... (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

وَعَلَّمۡنٰهُ صَنۡعَةَ لَبُوۡسٍ (۸۰) لَّكُمۡ لِتُحۡصِنَكُمۡ مِّنۡۢ بَاۡسِكُمۡ‌ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ شٰكِرُوۡنَ ۞

اور ہم نے ہی اُنھیں تمہارے فائدے کے لیے زِرہ کا لباس بنانے کی صنعت اور کاریگری بھی سکھادی تاکہ وہ تم کو ایک دوسرے کی (تلواروں کی) ضرب سے محفوظ رکھے۔ پھر کیا اب تم (خدا کا) شکر ادا کرنے والے ہو؟

روزی کمانے کی ہدایت اور لوہے سے زِرہ بنانے کی ایجاد

فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ نے حضرت داؤدؑ کو وحی کی کہ: اگر تم بیت المال سے نہ کھاتے اور اپنے ہاتھ سے روزی کماتے تو اچھا ہوتا۔"

یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام چالیس دن تک گریہ کرنے میں مصروف رہے۔ پس خدا نے لوہے کو حکم دیا کہ: "میرے بندے داؤدؑ کے لیے نرم ہو جا۔" پھر حضرت داؤد علیہ السلام روزانہ لوہے سے جو اُن کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا، ایک زِرہ بنا لیتے اور اُس کو ایک ہزار درہم میں فروخت کر دیتے۔ اور بیت المال سے مستغنی ہو گئے۔

(تفسیر صافی بحوالہ کافی)

لوہے کا استعمال

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ خداوندِ عالم نے حضرت داؤدؑ کو لوہے کے استعمال پر قدرت عطا فرمائی تھی (آپؑ ہی نے زِرہ کی ایجاد کی تھی) دنیا میں لوہے کے استعمال کا دور یعنی (Iron age) ۱۲۰۰ اور ۱۰۰۰ قبل مسیح شروع ہوا، اور یہی زمانہ حضرت داؤدؑ کا تھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے دنیا والوں کو لوہے کے پگھلانے اور اُس کے پیچیدہ طریقوں سے

www.drhasanrizvi.com

استعمال کرنے کا طریقہ سکھایا۔ مگر اس طرح سے جو لوہا تیار ہوتا تھا وہ سونے چاندی کی طرح مہنگا ہوتا تھا۔

لوہے کی اسی طاقت کو استعمال کر کے حضرت داؤدؑ نے ۱۰۰۴ سنہ سے ۹۶۵ سنہ قبل مسیح فلسطین، شرق اردن، بلکہ شام پر بھی اسرائیلی حکومت قائم کردی۔ فلسطین کے جنوب میں ادوم کا علاقہ لوہے کی دولت سے مالامال تھا۔ حال ہی میں آثارِ قدیمہ کی کھدائیوں میں لوہے کے پگھلانے کی بیشمار بھٹیاں دریافت ہوئی ہیں۔ اُن بھٹیوں کو دیکھ کر ماہرین نے فیصلہ کیا ہے کہ اُن میں وہی اصول استعمال کیے جاتے تھے جو آج جدید ترین زمانے کی بھٹیوں (Blast Furnance) میں استعمال ہوتے ہیں۔

★ .... (تفہیم القرآن)

★ "تفسیر مجمع البیان" میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نبی بھی تھے اور بادشاہِ وقت بھی تھے۔ ایک دفعہ حضرت جبرئیلؑ بشکلِ انسانی سامنے آئے تو حضرت داؤدؑ نے سلام و جواب کے بعد پوچھا کہ تمہارے نزدیک داؤدؑ کیسا حکمراں ہے؟ جبرئیلؑ نے جواب دیا کہ اور سب ٹھیک ہے مگر وہ بیت المال سے روزی لیتے ہیں۔ پس حضرت داؤدؑ نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور اپنے دل میں قسم کھائی کہ بیت المال سے کچھ نہ کھاؤں گا۔

پس خدا نے اُن کے لیے لوہے کو موم کی طرح نرم بنا دیا۔ ★ ... (تفسیر انوار النجف ص ۲۴۲)

لوہے کی نعمت پر شکر ادا کرو

آخر میں خدا کا یہ فرمانا کہ: "پھر تم شکر بھی کرتے ہو"؟

یعنی: ہم نے تمہارے فائدے کے لیے داؤدؑ کے ذریعے ایسی عجیب لوہے کی صنعت نکال دی۔ اب سوچو کہ تم اس قسم کی نعمتوں کا کچھ شکر ادا کرتے ہو؟

★ .... (شیخ الاسلام عثمانی)

"لَبُوْس" یعنی، ہر وہ لباس جو دفاع کے لیے استعمال ہو۔ جیسے زرہ۔ نیز لبوس، تلوار، نیزہ کو بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہاں "زرہ" کے معنی میں آیا ہے۔

★ .... (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً (۸۱) اور سلیمانؑ کو تو ہم نے تند و تیز

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ ہواؤں تک پر قبضہ دے دیا کہ وہ انھیں

الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا کے حکم سے اُس سرزمین کی طرف چلتی

بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ تھیں جس میں ہم نے برکتیں (ہی برکتیں)

رکھی ہیں۔ اور ہم تو ہر چیز کو جاننے والے تھے۔

حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہوا پر

یعنی" ہم نے سلیمانؑ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا وہ جہاں چاہتے تھے تیز چلتی تھی اور جہاں چاہتے تھے آہستہ چلتی تھی اُن کے فرمان کے ماتحت ہی وہ مناسب حرکت کرتی تھی۔ آپؑ ملکِ شام کے شہر بعلبک میں رہائش پذیر تھے اور بیت المقدس کی تعمیر جاری تھی۔ پس آمد و رفت کا سلسلہ روز مرّہ جاری رہتا تھا۔ کیوں نہ وہ زمین مبارک ہو جو اکثر انبیاءؑ کے لیے محلِ بعثت اور جائے عبادت ہوئی۔ ہوا صبح کے وقت تختِ سلیمانؑ کو لیکر ایک ماہ کی مسافت پر لے جاتی اور شام کے وقت بھی ایک ماہ کی مسافت طے کرتی رہتی تھی۔ جب حضرت سلیمانؑ گھر سے نکل کر تختِ شاہی تک تشریف لاتے تھے تو پرندے آپؑ کے سر کے اوپر سایہ کر لیتے تھے اور تمام جن و انسان تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے پس شاہی کرسی پر تشریف رکھتے اور ارد گرد پورا لشکر ہوتا۔ پھر آپؑ پوری آن بان کے ساتھ پرواز کرتے تھے۔

★ - - - - (تفسیر انوار النجف ۹ ص ۲۴۳)

★ حضرت سلیمانؑ نے ایک تخت تیار کرایا جس پر اپنے تمام درباریوں کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ پھر ہوا آتی اور اُسے اُٹھا کر اوپر لے جاتی، اوپر کی نرم ہوا اُن کی ضرورت کے مطابق چلتی۔ صبح سے شام ایک پہر میں پہنچا دیتی۔ کیا آج کی دنیا جو کام الیکٹرونک سے لے سکتی ہے خدا ایک اپنے پیغمبرؑ کی خاطر اپنی قدرت سے کیوں نہیں لے سکتا۔

★ - - - - (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ (۸۲) اور بہت سے ایسے جنات تھے لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ جو سلیمانؑ کے لیے غوطے لگاتے، وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۲﴾ اور اس کے علاوہ دوسرے بہت سے کام بھی کرتے، اور ہم اُن سب کی نگرانی کرنے والے اور سنبھالنے والے نگہبان تھے۔

★ خداوندِ کریم نے حضرت سلیمانؑ کے لیے شیطانوں کو مطیع و مسخّر کر دیا تھا تاکہ وہ دریاؤں اور سمندروں میں غوطہ زنی کر کے مختلف اقسام کے قیمتی و نایاب موتی و جواہر نکال لاتے تھے۔

وَيَعْمَلُوْنَ :۔ غوطہ زنی کے علاوہ کاریگر قسم کے افراد بھی تھے جو آپؑ کے حکم سے مختلف فن کاریوں کا مظاہرہ کرتے تھے، مکانات و محلات کی تعمیر اور محرابوں وغیرہ کی صنعت میں وہ مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔

وَكُنَّا لَهُمْ : یعنی: ہم ہی اُن کو حفظ کرنے والے تھے کہ سلیمانؑ کی ملازمت سے بھاگ نہ جائیں یا یہ کہ اس بات کی ہم حفاظت کرتے تھے کہ کہیں تعمیر کی بجائے تخریبی قدم اٹھانے کی جرأت نہ کریں۔

★ .... (تفسیر انوار النجف ج ۹ ص ۲۲۳)

توحیدِ ذاتی

ایک تو جِنّ، وہ بھی سرکش۔ اِس لیے فرمایا: "اِن کو سنبھالنے والے، اُن کو قابو میں رکھنے والے ہم تھے"۔ ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن توحید کی حفاظت کس کس طرح کن کن نازک مواقع پر کرتا چلا آتا ہے۔

★ .... (تفسیر ماجدی)

★ شیاطین سے یہاں مراد سرکش جِنّ ہیں، جن سے حضرت سلیمانؑ سمندروں میں غوطے لگواتے اور وہ اُس کی تہوں سے موتی جواہرات نکال لاتے۔ عمارات بناتے۔ حوض کی برابر بہت بڑی بڑی دیگیں اُٹھواتے، اور سخت سے سخت کام اُن سے لیتے۔ آج جو کام مادّی قوتوں سے لیے جا رہے ہیں، حضرت سلیمانؑ مخفی قوتوں سے کراتے تھے۔

★ .... (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَيُّوبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ (٨٣) (اسی طرح) جب ایوبؑ نے اپنے

اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝٨٣ پالنے والے مالک کو پکارا کہ "مجھے سخت بیماری کی تکلیف لگ گئی ہے۔ اور آپ تمام رحم کرنے والوں میں سب سے رحم فرمانے والے ہیں۔"

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا (٨٤) پس ہم نے ان کی دعا قبول کر لی،

بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ اور انھیں جو تکلیف تھی اُسے دور کر دیا۔

وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً اور (نہ) صرف انھیں اُن کی اولاد ہی

مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝٨٤ (دوبارہ) عطا کی، (بلکہ) خود اپنی جانب سے اپنی رحمتِ خاص کے باعث اُتنی ہی اولاد اور بھی دے دی، تاکہ یہ (عطا ہماری) بندگی اور اطاعت کرنے والوں کے لیے ایک یادگار سبق بن جائے۔

حضرت ایوبؑ کی دعا کا انداز

کس قدر لطیف ہے۔ مختصر ترین الفاظ میں اپنی تکالیف کا ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ "اے اللہ! تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔" آگے کوئی شکوہ شکایت نہیں کرتے کسی چیز کا مطالبہ بھی نہیں کرتے۔ اِس انداز کی دعا میں واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی انتہائی صابر، قانع، شریف اور خود دار آدمی ہے جو بے حد پے در پے فاقوں سے بیتاب ہو کر کسی نہایت سخی اور کریم النفس ہستی کے سامنے بس اتنا کہہ کر رہ جائے کہ "بھوکا ہوں اور آپ فیاض ہیں۔" آگے کچھ اُس کی زبان سے نہ نکل سکے۔ ★..... (تفہیم القرآن)

حضرت ایوبؑ کا قصہ

فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ:

www.drhasanrizvi.com

جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "حضرت ایوب علیہ السلام پر جو مصیبت آئی وہ کفرِ نعمت کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ شکرِ نعمت کی وجہ سے تھی۔ کیونکہ ابلیسؑ نے اُن سے اِس بات پر حسد کیا کہ وہ خدا کا شکر بہت کیا کرتے تھے۔ شیطانؑ نے خدا سے کہا کہ ایوبؑ اِس لیے شکر کرتے ہیں کہ تو نے اُن کو بہت نعمتیں دے رکھی ہیں۔ اگر تو نے اُن سے وہ نعمتیں چھین لیں تو ہرگز شکر نہ کریں گے۔

★ چنانچہ خدا نے شیطانؑ کو اجازت دے دی تاکہ ایوبؑ کا قصّہ تمام خدا والوں کے لیے ایک سند بن جائے۔ شیطانؑ نے حضرت ایوبؑ کے مال کو ختم کر دیا، پھر اولاد کو ختم کر دیا لیکن آپؑ کے شکر میں کوئی کمی نہ آئی۔ بلکہ جیسے جیسے مصائب بڑھتے گئے، اُن کے شکر میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حضرت ایوبؑ کو بیماری میں مبتلا کیا جس کی وجہ سے چلنے پھرنے پر قادر نہ رہے، مگر اُن کے دماغ پر کوئی اثر نہ ہوا اور نہ شکر ہی میں کمی واقع ہوئی۔

★ ایک دن کچھ راہب انھیں دیکھنے (عیادت) کے لیے آئے اور انھوں نے پوچھا: "اے ایوبؑ! آخر تم سے ایسا کونسا گناہ سرزد ہوا کہ ایسی سخت مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے؟"

★ یہ بات حضرت ایوبؑ پر گراں گذری۔ فرمایا: "مجھے اپنے مالک کی عزّت کی قسم ہے میں نے اپنی غذا کا کوئی لقمہ نہیں کھایا جب تک کسی یتیم و غریب کو اپنے دسترخوان پر نہ بٹھایا۔

★ پھر آپؑ نے خدا سے دعا کی، وہ بھی انتہائی ادب سے۔ لہجے میں کوئی شکایت نہ تھی۔

★ پس خدا کی رحمت کے دروازے کھل گئے۔ پہلے سے بھی کہیں زیادہ نعمتیں عطا ہوئیں۔

★ ..... (تفسیر المیزان بحوالہ تفسیر قمی، نور الثقلین جلد ۳)

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: "مردانِ حق بُرے حالات میں بھی اپنے طرزِ عمل کو نہیں بدلتے۔"

★ ..... (تفسیر نمونہ)

ے "مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند ⁂ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات" ★ ..... (اقبال)

★ وہ تمام روایات غیر معتبر ہیں کہ جن میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ایوبؑ کے جسم میں بیماری کی وجہ سے کیڑے جنم پا گئے تھے اور اُن کے جسم سے سخت بدبو آتی تھی۔ ائمۂ اہلِ بیتؑ کی روایات میں ایسی تمام باتوں کی نفی وارد ہوئی ہے۔ کیونکہ پیغمبروں کو ایسی بیماریاں نہیں ہوتیں کہ لوگ اُن سے نہ مل سکیں۔ ★ ..... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ (۸۵) اور یہی شان اسماعیلؑ وادریسؑ

كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۚۖ ﴿۸۵﴾ اور ذاالکفل کی تھی، کہ یہ سب لوگ

صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے والوں میں سے تھے۔

وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ (۸۶) (اِس لیے) ہم نے انھیں اپنی رحمت

اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۶﴾ (خاص) میں داخل کرلیا (کیوں کہ) وہ نیک

کام کرنے والے لوگوں میں سے تھے۔"

حضرتِ اسماعیلؑ

بے آب وگیاہ علاقہ میں مبعوث ہوئے لیکن صبر و تحمّل سے فرائضِ تبلیغ انجام دیتے رہے۔ آپ قومِ جرہم کی طرف مبعوث ہوئے۔ (انوار النجف ۹ صفحہ ۲۴۵)

حضرتِ ادریسؑ

خدا کے عظیم نبی تھے۔ وہ حضرت نوحؑ کے والد کے دادا تھے۔ توارت میں ان کا نام "اخنوخؑ" اور عربی میں "ادریسؑ" ہے۔ اِدریس کا لفظ درس سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے قلم سے لکھنا شروع کیا۔ آپؑ درس دیا کرتے تھے۔ لباس کے سینے کا طریقہ آپؑ نے سکھایا۔

★ . . . . (تفسیر نمونہ)

حضرتِ ذاالکفلؑ

آپؑ کا نام ذاالکفل اس لیے تھا کہ وہ اِس بات کے کفیل بنے تھے کہ تمام دنوں میں روزے رکھیں گے اور تمام راتوں میں نمازیں پڑھیں گے۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلے کریں گے تو کبھی غصہ نہ کریں گے۔ اور اُنھوں نے یہ ذمّہ داریاں پوری کردیں۔ مگر کہا جاتا ہے کہ وہ نبی نہ تھے۔

★ . . . . (تفسیر جلالین)

★ شیخ الطائفہ نے لکھا کہ "کفل" کے معنی دو گنا پانے کے ہوتے ہیں۔ یعنی اُن کو اپنے زمانے کے لوگوں سے دو گنا زیادہ ثواب ملے گا، اُن کے اپنے عمل کی بلندی اور اخلاص کے سبب سے۔ (تفسیر تبیان)

★ حضرت ذاالکفل بھی نبی تھے لیکن بعض مفسّر لکھتے ہیں کہ وہ نبی نہ تھے، بلکہ ایک نیک انسان تھے۔ قرآن کے الفاظ سے نبوت ثابت ہوتی ہے۔ (سلہ)

www.drhasanrizvi.com

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ ﴿۸۷﴾

(۸۷) اور ذا النُّون (پیغمبر کو بھی ہم نے نوازا) جب وہ غصّہ میں بھرے ہوئے خفا ہو کر چلے تو وہ یہ سمجھے تھے کہ ہم اُن پر کوئی سختی نہ کریں گے۔ (مگر ہم نے انھیں مچھلی کے پیٹ میں پہنچا دیا جس کے) اندھیروں میں اُنھوں نے دعاء مانگی کہ "نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا، تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ حقیقتاً میں ہی قصوروار ہوں۔

حضرت یونسؑ کا ذکر

"ذَا النُّون سے مراد حضرت یونس ہیں۔ جو اپنی قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے۔ کیونکہ کافی عرصے تک تبلیغ فرماتے رہے لیکن اُن کی قوم والے اپنی ضد پر قائم رہے۔ آپؑ نے قوم کے لیے عذاب کی بددعاء کی۔ حکم ہوا ابھی صبر کرو۔ جب زیادہ مُصر ہوئے تو حکم ہوا ۱۵ شوّال بدھ کے روز عذاب نازل ہوگا۔ قوم نے توبہ کرلی۔ عذاب ٹل گیا۔ لیکن حضرت یونسؑ وہاں سے جا چکے تھے۔ پہاڑ کے گوشہ میں جا چھپے تھے۔ جب عذاب نہ آیا تو اپنی قوم سے شرمندگی کے باعث اپنی قوم میں واپس نہ گئے، دریا پر چلے آئے کشتی پر سوار ہوئے۔ وہاں آپ کو مچھلی نے نگل لیا۔ مچھلی کے شکم میں پہنچنے کی وجہ سے آپؑ کو ذَا النُّون کہہ کر پکارا ہے۔

(تفسیر انوار النجف صفحہ ۱۳۲ — ملخص از القرآن الحکیم ترجمہ قرآن مع حاشیہ صفحہ ۳۹۴) ....★

★ مامون عباسی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام پر عصمتِ انبیاء کے متعلق سوالات کیے اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جو خدا کی قدرت پر یقین نہ رکھے مومن نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ خدا کی عدمِ قدرت کا ظن رکھتا ہو اور نبی بھی ہو؟!

★ آپؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: "اِس آیت میں قدد سے مراد تنگیِ رزق ہے۔ جس طرح

www.drhasanrizvi.com

دوسرے مقام پر قرآن میں ارشاد ہوا: وَ اَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ
(سُوْرَۃُ الفجر آیت ۱۶ پ۳۰)
یعنی: "اور جب وہ (خدا) اُس کو آزمائے اور اُس کا رزق تنگ کر دے۔"

پس مقصد یہ ہے کہ حضرت یونس قوم سے ناراض ہو کر چلے گئے۔ اور یہ ناراضگی اُن کی صرف رضائے خدا کی خاطر ہی تھی کیونکہ اُن کو قوم سے کوئی ذاتی رنجش نہیں تھی پس اُن کو یقین تھا کہ میرا یہ فعل صحیح ہے اور اس کی بنا پر مجھے آزمائش میں لا کر خدا تنگیٔ رزق میں مبتلا نہ فرمائے گا۔ لیکن منشائے خداوندی اس کے خلاف تھی۔ پس ایک عرصے تک مچھلی کے شکم میں رہ کر خدا سے نجات کی درخواست کی۔ درخواست قبول ہوگئی۔ (انوار النجف جلد ۱۱ ص ۳۴۶)
(تفسیر صافی ص ۳۳۱ بحوالہ عیون اخبار الرضا)

"فِی الظُّلُمٰتِ" یعنی: تین پردوں کے اندر خدا کو پکارتے تھے۔ رات کا پردہ۔ پانی کا پردہ اور تیسرا مچھلی کے شکم کا پردہ۔ اور "نون" عربی میں مچھلی کو کہتے ہیں۔ مچھلی کے شکم میں رہنے کی وجہ سے "ذاالنون" کہلائے۔
(تفسیر انوار النجف جلد ۱۱ ص ۳۴۷)

★ فرزندِ رسول حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ:
"مجھے اُس شخص پر تعجب ہے کہ جسے رنج و غم درپیش ہو اور وہ اللہ سے ان الفاظ میں فریاد نہ کرے"۔
پھر فرمایا: "جو شخص اپنی مصیبت میں اس آیت: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" کے ساتھ دعا مانگے اُس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔"
(مَن لا یحضرہ الفقیہ، الخصال)

★ یاد رہے کہ یہاں پر "لَنْ نَّقْدِرَ" قدرت کے معنی میں نہیں ہے بلکہ تنگی اور سختی کے معنی میں ہے یہ لفظ قدرت سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ یہ لفظ تقدیر کے لفظ سے ماخوذ ہے۔
(تفسیر کبیر امام رازی۔ تفسیر کشاف)

★ اصل میں حضرت یونس یہ سمجھے کہ اب جبکہ خدا کا عذاب ٹل چکا ہے۔ تو اب میرا اس بستی میں رہنا ضروری نہیں۔ اس لیے بغیر خدا کی وحی کا انتظار کیے بستی سے تشریف لے گئے۔ حالانکہ اس طرح سے چلا جانا نبوت کے مرتبے کے شایانِ شان نہ تھا۔ (اسی کو ترکِ اَولیٰ کہتے ہیں۔ ورنہ بستی سے چلا جانا حرام نہیں ہوتا)
(تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ (۸۸) پس ہم نے اُن کی دُعا قبول کرلی
مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي اور اُنھیں اُس رنج وغم سے چھٹکارا
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ دے دیا۔ اور اِسی طرح ہم ایمانداروں کو
نجات دے دیا کرتے ہیں۔

★ جس وقت حضرت یونسؑ کو دریا میں پھینکا گیا تو ایک مچھلی نے نگل لیا۔ اب وہ خدا کی طرف متوجہ ہوتے اور اپنی کوتاہی کا اعتراف کیا۔ خدا نے اُن کے ترکِ اَولیٰ کو معاف کیا اور مچھلی کے پیٹ سے نجات دے دی۔

٭--- (تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر نورالثقلین)

★ اِدھر حضرت یونسؑ کشتی پر سوار ہوئے تو کشتی غرق ہونے لگی۔ کشتی والے سمجھے کہ ہم میں کوئی غلام ہے جو اپنے آقا سے بھاگ کر بلا اجازت آگیا ہے۔ انھوں تین مرتبہ قرعہ ڈالا تو حضرت یونسؑ ہی کا نام نکلا حضرت یونسؑ دریا میں کود پڑے۔ ایک مچھلی نے آکر نگل لیا۔ خدا نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونسؑ کو ہم نے تیری غذا نہیں، اپنا قیدی بنایا ہے۔ ان کی حفاظت کرنا۔ حضرت یونسؑ نے دعا کی: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ یعنی: نہیں ہے کوئی معبود سوا تیرے، تو ہر عیب سے پاک ہے، میں ہی گنہگار تھا۔''

اِس طرح اُنھوں نے غلطی (ترکِ اَولیٰ) کا اعتراف کیا۔ خدا نے معاف کردیا۔ مچھلی نے اُن کو کنارے پر آکر اگل دیا۔ اور آپؑ صحیح سالم اپنی بستی میں بڑی عزت کے ساتھ واپس تشریف لائے۔

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ یہ بات صرف حضرت یونسؑ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ جو ایماندار لوگ خدا کو پکاریں گے خدا اُن کو بلاؤں سے نجات دے گا۔ حدیثوں میں اس دعا کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

(شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

انسباق اور نتائج

محققین نے نتیجے نکالے :

(۱) خدا کے سوا کوئی پناہ اور سہارا نہیں۔

(۲) خدا کو ہر نقص و عیب سے پاک اور ہر ظلم و غلطی سے منزّہ سمجھنا ضروری ہے۔ نہ خدا سے کسی قسم کی کوئی بدگمانی رکھنی چاہیے۔

(۳) انسان کو ہمیشہ اپنے گناہ یا غلطی کا اعتراف کرتے رہنا چاہیے۔

(۴) حضرت یونس ؑ کی دعاء مقبول دعاء ہے۔ اِسی لیے جناب رسولِ خدا ؐ نے فرمایا: "خدا کے ناموں میں سے ایک ایسا نام ہے جس کے ساتھ جو بھی خدا کو پکارے گا خدا اُس کی دعاء قبول فرمائے گا۔ اور وہ حضرت یونس ؑ کی دعاء میں ہے۔ (تفسیر درِ منثور)

★ اِس بات کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے آخر میں فرمایا: "کَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ" (اِسی طرح خدا مومنین کو نجات عطا فرماتا ہے۔") ★ (تفسیر المیزان)

نوٹ :۔ لیکن دعاء کا پڑھنا کبھی کافی نہیں ہوا کرتا جب تک دعاء کے الفاظ انسان کے وجود میں نقش نہ ہو جائیں۔ (اور انسان کے جسم اور پورے وجود میں زلزلہ آجانا چاہیے پھر آنکھ سے موتی بھی ٹپکے)

(۵) عذاب ۲ دو قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ (۱) عذابِ استیصال۔ یعنی آخری عذاب، جو ناقابلِ اصلاح لوگوں کی تباہی کے لیے ہوا کرتا ہے۔ جیسے حضرت لوط ؑ کی قوم پر عذاب آیا تھا۔

(۲) اور دوسرا عذاب تنبیہ۔ جس کا مقصد صرف قوم کو بیدار کرنا ہوتا ہے۔ اگر قوم یا فرد بیدار ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہو جائے تو عذاب ٹل جاتا ہے۔ (جیسے حضرت یونس ؑ کی قوم پر عذاب آیا اور ٹل گیا۔)

(۶) حضرت یونس ؑ کا واقعہ رہبرانِ دین کے لیے عظیم تنبیہ ہے کہ وہ کبھی یہ نہ سمجھیں کہ بس اب ان کا کام ختم ہو چکا ہے۔ اور وہ اپنی کوششوں کو ہمیشہ کم سمجھیں، اپنی ذمہ داری کا ہر وقت خیال رکھیں۔ (تفسیر نمونہ)

؎ لیں شناعت نے میری بڑھ کے بلائیں کیا کیا ÷ عرقِ شرم سے ڈوبا جو گنہگار آیا۔ (اقبالؔ)

www.drhasanrizvi.com

وَ زَکَرِیَّاۤ اِذۡ نَادٰی رَبَّہٗ (۸۹) اور زکریّاؑ (کو بھی ہم نے ہی نوازا) تھا

رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ جب اُنھوں نے اپنے مالک کو پکارا کہ:

اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ﴿۸۹﴾ اے میرے پالنے والے مالک! مجھے اکیلا

بے اولاد، لاوارث نہ چھوڑ (کیونکہ) تو ہی میرا بہترین مالک اور وارث ہے۔

جناب زکریّاؑ کی دعاء کا ذکر

کیوں کہ حضرت زکریّاؑ اپنے لیے اپنے رب سے وارث مانگ رہے تھے، اِس لیے اِسی مناسبت سے خدا کو یاد کیا اور فرمایا: "وَاَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ"

یعنی: "اور تو ہی سب سے بہتر وارث (عطا کرنے والا) ہے۔" (شیخ الاسلام عثمانی)

* . . . .

تعلیمات و نتائج

حضرت زکریّاؑ کے اِس ذکر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ:

(۱) یہ سارے انبیاءؑ محض انسان تھے۔ الوہیت کا اِن میں کوئی شائبہ بھی نہ تھا۔ وہ دوسروں کو اولاد بخشنے والے، پہنچے ہوئے فقیر نہ تھے۔ بلکہ خود اللہ کے سامنے اولاد کے لیے ہاتھ پھیلانے والے تھے۔ حضرت یونسؑ کا ذکر اِس لیے کیا کہ ایک اولوالعزم نبی ہونے کے باوجود جب اُن سے قصور (ترکِ اَولیٰ) سرزد ہوا تو خدا کی بارگاہ میں اُن کو پکڑ لیا گیا۔ پھر وہ جب اپنے مالک کے سامنے جُھک گئے تو پھر اُن پر ایسا فضل و کرم کیا گیا کہ مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکلے۔ حضرت ایوبؑ کا ذکر اِس لیے کیا گیا کہ انبیاء کرامؑ بھی مصیبتوں میں مبتلا کیے جاتے ہیں اور وہ بھی خدا ہی کے سامنے شِفاء کے لیے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ وہ کسی پیر فقیر سے شِفاء طلب نہیں کرتے خدا ہی سے مانگتے ہیں۔

(۲) نیز یہ کہ ہر نبی کے ذکر میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ سب کے سب توحید کے قائل تھے۔ اپنی حاجتیں خدا کے سوا کسی کے سامنے نہ لے جاتے تھے۔ اور اللہ معجزانہ اور غیر معمولی طریقوں

www.drhasanrizvi.com

سے اُن لوگوں کی خوب خوب مدد کرتا رہتا ہے جو صرف اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور اللہ ہی کی طرف رُجوع کرتے ہیں۔

*..... (تفہیم القرآن)

نوٹ :۔ البتہ خدا سے دعاء کرتے ہوئے خاصانِ خدا سے شفاعت کی درخواست کرنا۔ یا خدا کے نیک بندوں سے اپنے لیے دعاء کرانا شرک نہیں۔ کیونکہ شفاعت قرآن کے اعتبار سے برحق ہے اور خدا کے نیک بندوں سے خدا کی بارگاہ میں اپنے لیے دعاء کرانا قرآن کے مطابق صحیح ہے، اس لیے کہ سورۂ فاتحہ اور نماز کے عالم میں ہمیں صرف اپنے لیے ہدایت مانگنے کا سبق نہیں دیا گیا ہے، بلکہ "اِھۡدِنَا" (یعنی) "ہم سب کو ہدایت عطا فرما"

یعنی: سب کے لیے دعاء کا حکم دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ نیک لوگوں سے اپنے لیے دعاء کرانا قرآنی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ کیوں کہ اس طرح ہم خدا ہی کی طرف رُجوع کرتے ہیں۔ صرف ذریعہ نیک لوگوں کو بناتے ہیں۔ انبیاءِ کرام کیوں کہ خود مقربِ بارگاہ ہوتے ہیں اس لیے وہ بلا واسطہ دعاء کرتے ہیں۔ ہم کو بھی بلا واسطہ دعاء کرنے کی پوری اجازت ہے لیکن نیک لوگوں کا واسطہ دے کر خدا سے دعاء کرنا، گویا اپنے نقص کا اعتراف بھی ہے اور خدا اور خاصانِ خدا کی عظمت کا اعلان بھی۔

خود قرآن میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ: "اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ۝" (سورۃ النساء، آیت ۶۴)

یعنی: (اے رسول!) اگر لوگ اپنے نفسوں پر ظلم کرکے آپ کے پاس آکر اللہ سے استغفار کریں اور رسول بھی اُن کے لیے اللہ سے استغفار کریں تو یقیناً وہ اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پائیں گے۔"

(مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ؗ وَوَهَبْنَا لَهٗ (۹۰) پس ہم نے ان کی پکار سن لی اور
يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ انھیں یحییٰؑ (جیسا عظیم بیٹا) عطا کیا۔ اور
اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى ان کی خاطر ان کی بیوی کو ٹھیک کر دیا۔
الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا (یعنی بانجھ پن دور کر کے اولاد کے قابل بنا دیا)
وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝ حقیقتاً وہ لوگ نیک کاموں کی طرف
لپکتے اور ان کے لیے دوڑ دھوپ کرتے تھے، اور ہمیں اُمید و بیم (یا) خوف اور
شوق کے ساتھ پکارتے تھے، اور ہمارے سامنے عاجزی سے پیش آتے تھے۔

بیوی کی اصلاح کردی

خداوندِ عالم کا فرمانا کہ: "ہم نے اُن کی خاطر اُن کی بیوی کو ٹھیک کر دیا۔" یعنی: وہ بانجھ تھیں، خدا نے اُن کو اِس لائق کر دیا کہ اولاد پیدا کر سکیں۔

★ بعضوں نے لکھا کہ "دورِ شباب واپس کر دیا۔ ★ بعضوں نے لکھا کہ اُن کے اخلاق کو بھی بہت اچھا کر دیا۔ ★ .... (مجمع البیان)

★ بعض صوفیا۔ جو یہ دعوے کرتے ہیں کہ: "جو خدا کو پکارے کسی توقع سے یا ڈر سے، وہ خدا کا اصلی مُحب نہیں ہے" اِس آیت نے اُن کے اِس دعوے کو غلط ثابت کر دیا۔ کیوں کہ انبیاءِ کرامؑ سے بڑھ کر خدا کا مُحب کون ہو سکتا ہے؟ ★ .... (شیخ الاسلام عثمانی)

★ آیت میں کاملین کے اوصاف یہ بیان ہوئے کہ: "(۱) اُنھیں جب کوئی نعمت ملتی ہے تو وہ اُس وقت کم ظرف لوگوں کی طرح غرور و تکبر میں مبتلا نہیں ہوتے۔ بلکہ غریبوں، محتاجوں کی مدد کرتے ہیں۔ (۲) اُس وقت بھی خدا کو پکارتے ہیں۔ فقیری ہو یا امیری ہر حال میں خدا کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ (۳) لوگوں سے جھک کر ملتے ہیں۔ سر بلندی اُن کا سر جھکا دیتی ہے۔ جیسے شاخِ ثمردار پھلوں کی زیادتی سے جھکتی ہی چلی جاتی ہے۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۹۱﴾

(۹۱) اور وہ بی بی (حضرت مریمؑ) جس نے اپنی ناموس کو بچالیا (خود کو مرد کے ناجائز تصرف سے بچا کر اپنی عصمت کی حفاظت کی) تو ہم نے اُس میں اپنی روح کا ایک حصّہ پھونک دیا۔ اور اس طرح اُسے اور اُس کے بیٹے (عیسیٰؑ) کو تمام جہانوں کے لیے اپنی (عظمت و قدرت کی ایک بھرپور) دلیل یا نشانی بنا دیا۔

روح پھونکنے کا مطلب

خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "ہم نے اُس میں اپنی روح کا ایک حصّہ پھونک دیا۔" خدا کا "اپنی روح" فرمانا ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا نے حضرت آدمؑ کی تخلیق کے وقت فرشتوں سے فرمایا تھا: "جب میں اِس (آدمؑ کے پُتلے) میں اپنی روح کا ایک حصّہ پھونک دوں" خدا کا روح کو اپنی طرف نسبت دینا، اصل میں حضرت آدمؑ یا حضرت عیسیٰؑ کے شرف و فضیلت کے اظہار کے لیے تھا۔ تاکہ ثابت ہو جائے کہ یہ حضرات بڑے محترم تھے اور خدا سے خاص الخاص تعلق رکھتے تھے۔ جو اضافت حضرت عیسیٰؑ کے لیے استعمال کی گئی ہے بعینہٖ وہی اضافت حضرت آدمؑ کے لیے استعمال کی گئی تھی۔ (فصل الخطاب)

★ اس بات نے ثابت کر دیا کہ حضرت عیسیٰؑ، حضرت آدمؑ کی طرح صاحبِ شرف و فضیلت ضرور تھے مگر خدا کے بیٹے نہ تھے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کے لیے اپنی روح کہنا حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنا سکتا ہے تو پھر حضرت آدمؑ کو خدا کا بیٹا کیوں نہیں کہتے۔ ـــــ (مؤلف)

★ قرآن کا یہ فرمانا کہ: "مریمؑ نے اپنی عفت کی حفاظت کی" "پاکدامنی اختیار کی" کے معنی یہ ہیں کہ حضرت مریمؑ نے کسی مرد سے نہ حلال نہ حرام، کسی طریقے سے جنسی تعلق قائم نہ فرمایا۔ گویا جنسی ملاپ سے خود کو محفوظ رکھا۔ ـــــ (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً (۹۲) یہ تمھاری اُمّت (مراد تمام انسان)

وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ حقیقتاً ایک ہی اُمّت (یا گروہ) ہے۔

فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ اور میں تم سب کا پالنے والا مالک ہوں۔

پس تم میری ہی بندگی (مکمّل اطاعت) کرو۔

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ: ساری خلق کے لیے خدا کا صحیح دین صرف اور صرف ایک تھا اور ایک ہے۔ اختلافات بعد کے جدت طرازوں کی ایجاد ہیں جس کا سبب قرآن نے اَھْوَآء پست خواہشات کو بتایا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

★ علّامہ طبرسیؒ نے لکھا: "یعنی تمھارا دین ایک اکیلا دین ہے"۔ یہی تفسیر ابنِ عباسؓ، مجاہد اور حسن سے منقول ہے۔ اُمّت اُسی جماعت کو کہتے ہیں جس کا ہدف اور مقصد ایک ہو۔ ★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر مجمع البیان)

★ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ: تمھارا خدا بھی ایک ہے، اور تمھارا اصلی دین بھی ایک ہے۔ تمام انبیاء کے اصولِ دین ایک ہیں، فروعِ دین کا اختلاف، وہ زمانہ، حالات، سالوں کے اختلاف کے سبب مختلف ہوتے ہیں۔ اس میں خدا کی حکمت اور مصلحت کارفرما ہے۔ اختلاف وہ مذموم ہے جو اصول میں ہو۔ اِس لیے لازم ہے کہ سب اہلِ دین مل کر خدا کی بندگی اختیار کریں اور جن اصولوں پر تمام انبیاءِ کرام متفق اور متحد رہے ہیں، ان اصولوں کو سب متحد ہو کر پوری طاقت سے پکڑ لیں۔ (شیخ الاسلام عثمانی)

★ "اُمّت کے معنی ایسا گروہ جس میں کوئی ایسی مشترک خصوصیت ہو جو انھیں جوڑے رکھے۔ (مفردات امام راغب)

★ اور یہ عقیدہ توحید ہے جو مسلمانوں کو ایک اُمّت بناتی ہے اور یہی حقیقتِ توحید انبیاءِ کرام کا اصل پیغام ہے ..... (تفسیر نمونہ)

★ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ: اگر تمھارے ربّ کا کوئی اور شریک خدا ہوتا تو اس کے رسول بھی تمھاری طرف آتے ..... الخ ۔ ۔ (از نہج البلاغہ مکتوب ۳۱)

www.drhasanrizvi.com

وَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ‌ؕ (۹۳) مگر لوگوں نے آپس میں اپنے معاملات کو
كُلٌّ اِلَيۡنَا رٰجِعُوۡنَ ۝۹۳ ایکدوسرے سے الگ تھلگ کر کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (مگر بہر حال) سب کو ہماری طرف پلٹنا ہے ۶ع
فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ (۹۴) پھر جو شخص نیک کام کرے، اِس حالت
وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَا كُفۡرَانَ لِسَعۡيِهٖ‌ۚ میں کہ وہ ابدی حقیقتوں کو دل سے ماننے
وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوۡنَ ۝۹۴ والا 'مومن' بھی ہو، تو اُس کے کام اور
کوششیں اکارت نہ جائیں گی (کیونکہ) ہم[1] اُس کے کاموں کو لکھ رہے ہیں۔

★ [1] یعنی عمل کر کے چاہے کوئی بھول ہی کیوں نہ جائے لیکن ہمارے ہاں ہر نیک عمل کرنے والے کے تمام اعمال بالکل محفوظ ہیں۔ اور اُن کا پورا پورا صلہ ملنا قطعی ضروری ہے۔ خدا کا یہاں "ہم" کہنا بالکل ویسا ہی ہے جیسے ارواح کو قبض کرنے کے سلسلے میں وہ اس عمل کو اپنی طرف نسبت دیتا ہے۔ اِسی طرح قرآن دوسری جگہ بتاتا ہے کہ اعمال کو لکھنے والے فرشتے ہوتے ہیں۔ مگر کیونکہ فرشتے خدا کے حکم سے ہمارے اعمال کو لکھتے ہیں اس لئے اُن کے لکھنے کو خدا نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔
★ .... (تفسیر مجمع البیان)

نتائج و تعلیمات

★(۱) خدا کا فرمانا "فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ" یعنی "جو کوئی کچھ اچھے اعمال بجالائے" یہاں "مِنۡ" تبعیض کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اس سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ نجات کے لیے تمام اعمالِ صالح کا انجام دینا ضروری نہیں۔ اگر کچھ نیک اعمال بھی بجالائے جائیں تو نجات ممکن ہے۔ (سبحان اللہ)
(۲) اعمال کی قبولیت کی شرط ایمان ہے۔ (۳) خدا نیک اعمال بجالانے والوں کا قدر دان ہے
(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ (۹۵) اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ جس بستی کو

اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ ہم نے تہس نہس کر کے تباہ کر ڈالا، پھر

وہ (دنیا میں) پلٹ کر واپس آئے۔

شیعوں کی قدیم تفسیروں میں

یہ آیت رجعت سے متعلق بتائی گئی ہے۔ اب جو لوگ رجعت کے قائل نہیں، وہ لوگ اس آیت کی عجیب و غریب تاویلیں کرتے ہیں۔ کوئی صاحب "لا" کو غائب بتاتے ہیں یعنی "اس دنیا میں ناممکن ہے کہ وہ واپس آئیں۔" کوئی صاحب حرام کے معنیٰ "واجب" لکھتے ہیں۔ یعنی: لازم ہے کہ وہ قوم اب واپس نہیں آئے گی۔" غرض غلط بات کو ثابت کرنے کے لیے اسی طرح کی قلابازیاں کھانی پڑتی ہیں۔ ..... (فصل الخطاب)

★ تفسیر برہان و کافی میں بروایت قمی صادقین علیہما السّلام سے منقول ہے کہ: "وہ رجعت کے زمانہ میں نہ پلٹیں گے۔" (تفسیر انوار النجف ۹ ص ۲۵۲)

★ پس یہ آیتِ مجیدہ زمانِ رجعت کو ثابت کر رہی ہے کیونکہ قیامت کے دن تو ہر مومن و کافر کو پلٹایا جائے گا عذاب شدہ لوگوں کا واپس نہ پلٹایا جانا صرف رجعت کے زمانے کے لیے ہے اور رجعت پر اس قدر اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کا جب ظہور ہوگا تو حضرت عیسیٰؑ چرخ چہارم سے اتر کر اُن حضرتؑ کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے اور خالص مومن زندہ ہو کر اُن کے ہمراہ ہوں گے اور آلِ محمدؐ کے خاص دشمنوں کو پلٹا کر دنیاوی سزا دی جائے گی۔ پس رجعت حق، اور اس پر اعتقاد ایمان ہے۔ ..... (تفسیر انوار النجف ۹ ص ۲۵۲)

اہلِ سنّت کے محققین نے

اس آیت کا مطلب یوں لکھا ہے کہ:-

(۱) جس قوم پر ایک مرتبہ عذابِ الٰہی نازل ہو چکا ہو وہ پھر کبھی نہیں اُٹھ سکتی۔

(۲) کسی قوم کے ہلاک و برباد ہو جانے کے بعد دنیا میں اُس کا دوبارہ پلٹنا اور دوبارہ امتحان کا موقع ملنا

www.drhasanrizvi.com

ناممکن ہے۔

(٣) جس قوم کی بدکاریاں، زیادتیاں، حق سے پیہم روگردانیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں اُن کے لیے خدا کی طرف سے ہلاکت کا فیصلہ ہو جاتا ہے پھر اُس قوم کو توبہ تِلّا اور رجوع اِلی اللہ کا موقع نہیں دیا جاتا۔ اِس لیے پھر ان قوموں کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف پلٹ سکیں۔

★ ----- (تفہیم القرآن)

★ آیت کا مطلب یہ بھی لکھا گیا ہے کہ: "اُن بستیوں پر، کہ جنھیں ہم نے اُن کے گناہوں کے جُرم میں تباہ کر دیا حرام ہے کہ وہ دنیا کی طرف پلٹ کر آئیں۔ وہ ہرگز واپس نہیں آئیں گے۔"

اِس طرح یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے جو مرنے کے بعد عالمِ برزخ میں خدا کی سزائیں دیکھ کر یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم اپنی غلطیوں کی تلافی کے لیے دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ جائیں، مگر یہ پلٹنا اُن کے لیے حرام یعنی: ناممکن ہوگا۔ اِسی حقیقت کو خداوندِ عالم نے سورۃ "المومنون" میں یوں فرمایا ہے:

"حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝"

★ ----- (سورۃ المومنون آیت ٩٩-١٠٠ - پ ١٨)

یعنی: "یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کو موت آجاتی ہے تو کہتا ہے: اے میرے پالنے والے مالک! مجھے (دنیا کی طرف) پلٹا دے، تاکہ اُس میں پہنچ کر وہ نیک اعمال بجا لاؤں جو میں چھوڑ بیٹھا تھا۔ مگر وہ نہیں کے علاوہ کوئی جواب نہ سنے گا (یعنی ہرگز نہیں) یہ تو ایک (بیکار) بات تھی جو اُس نے کہی۔ اور اُن کے پیچھے اس روز (قیامت) تک جس روز وہ اُٹھائے جائیں گے، ایک برزخ (قائم کی گئی) ہے۔"

★ بعض مفسرین نے اِس آیت زیر بحث کو اِس معنی میں لیا ہے کہ اُن کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

★ ----- (تفسیر مجمع البیان، تفسیر کبیر امام رازی)

★ بعض نے لکھا ہے کہ اِس آیت کا مطلب یہ ہے کہ: "یہ حرام ہے کہ وہ لوگ قیامت کے دن پلٹ کر نہ آئیں۔"

★ ----- (تفسیر منہج الصادقین)

www.drhasanrizvi.com

حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ (٩٦) یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج
وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ کھول دیے جائیں گے اور ہر بلندی سے
حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ نکل کر چل پڑیں گے۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ (٩٧) اور (ہمارے) سچے وعدے کے پورے
فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ ہونے کا وقت قریب آلگے گا، تو یکایک
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ يٰوَيْلَنَا قَدْ جن لوگوں نے ابدی حقیقتوں کا انکار
كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا کیا تھا، اُن کافروں کی نگاہیں پتھرا کر
بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی (وہ چیخ و پکار کر
رہے ہوں گے کہ) "بُرا ہو ہمارا، ہائے ہماری کم بختی، اور بد بختی! ہم اتنی بڑی چیز کی طرف سے غفلت میں پڑے رہے۔ بلکہ ہم تو بڑے ہی ظالم، خطا کار اور قصور وار تھے۔

یاجوج اور ماجوج یعنی قیامت کے قریب کے زمانے میں سدِ سکندری منہدم ہو جائے گی اور یاجوج و ماجوج کو پھیلنے کا موقع مل جائے گا۔ پس وہ ہر بلندی سے اُترتے ہوئے ہر وادی سے نکلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ (تفسیر انوار النجف ص ١٥٣)

★ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "جب یاجوج و ماجوج حملہ کریں گے تو اُس وقت قیامت اِس قدر قریب ہوگی جیسے پورے پیٹ والی حاملہ عورت کہ جس کے بارے میں نہیں کہہ سکتے کہ وہ کب بچہ جن دے۔ رات کو یا دن کو۔" (الحدیث)

★ یہ لوگ اتنی کثرت سے ہوں گے کہ ہر بلندی و پستی پر چھا جائیں گے کوئی انسانی طاقت اُن کو روک نہ سکے گی۔ ہر ٹیلے، پہاڑ پر اُن کا قبضہ ہوگا۔ ★ .... (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ط أَنتُمْ لَهَا وَارِدُونَ ۞
(۹۸) اس میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے کہ تم اور تمہارے وہ خدا جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو، وہ (سب) جہنّم کا ایندھن ہیں اور تم کو بھی وہیں وارد ہو جانا ہے۔

لَوْ كَانَ هَٰؤُلَاءِ آلِهَةً مَّا وَرَدُوهَا ط وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ۞
(۹۹) اگر یہ واقعی معبود ہوتے تو جہنّم میں نہ جھونکے جاتے، مگر (اب تو) اُن سب کے سب کو اُسی جہنّم میں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔

★ • حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر اُس چیز کو، جس کی خدا کے سوا عبادت کی جاتی تھی، حاضر کرے گا، وہ چاند سورج ہوں یا کوئی بھی چیز ہو۔ پھر اس کے پجاریوں، عبادت کرنے والوں سے پوچھے گا کہ تم اِن چیزوں کی عبادت کیوں کرتے تھے؟ ہر مشرک کہے گا: "اے ہمارے مالک! ہم تو ان چیزوں کی عبادت اس لیے کرتے تھے کہ یہ ہمیں تجھ سے قریب کردیں۔"

اُس وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ: "اِن کو بھی، اور جن جن کی یہ لوگ عبادت کرتے تھے، اُن کو بھی جہنّم میں جھونک دو۔ سوا اُن کے جن کو ہم نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔[1]" (قربُ الاسناد، صافی بحوالہ ۳۴۳)

لیکن صرف وہی جھوٹے خدا، جنھوں نے خود خدا بننے کی کوشش کی تھی اور اُن کے پرستار واصلِ جہنّم ہوں گے۔ (تفہیم القرآن)

(۱ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۱)

www.drhasanrizvi.com

مشرکین میں بے چینی

تفسیرِ صافی میں بروایت قمی، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ "جب یہ آیت اُتری تو مشرکینِ مکہ میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ پھر اسی آیت کو زیرِ بحث لاکر عبداللہ بن زبعری نے آنحضرت ؐ سے مناظرہ شروع کر دیا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ آیت ہمارے اور ہمارے معبودوں کے متعلق ہے یا گذشتہ اُمتیں اور اُن کے معبود بھی اس میں داخل ہیں؟"

آپ ؐ نے فرمایا: "اس آیت میں سب داخل ہیں سوائے اُن کے جن کو خدا نے مستثنٰے قرار دیا ہے"

ابنِ زبعری نے کہا: "بس میری جیت ہو گئی، کیوں کہ تم لوگ عیسٰےؑ اور اُن کی ماں کو نیک سمجھتے ہو حالانکہ عیسائی اُن کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی ایک جماعت فرشتوں کی پوجا کرتی ہے تو یہ معبود بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے۔"

آپ ؐ نے فرمایا: "ایسا نہیں ہے۔" یہ سن کر قریشیوں نے شور مچا دیا اور ہنستے ہوئے کہنے لگے "ابنِ زبعری نے میدان جیت لیا۔"

آپ ؐ نے بہت متانت اور حوصلے سے ارشاد فرمایا: "غلط بات کہکر شور نہ کرو، میں تو کہہ رہا ہوں غیر اللہ کی عبادت کرنے والے اور اُن کے معبود جہنم میں داخل کیے جائیں گے، سوائے اُن کے جن کو اللہ نے مستثنٰے کیا ہے۔ چنانچہ بعد والی آیت اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ ۔۔۔۔ الخ میں صاف اعلان ہے۔ یہ آیت معبودوں میں سے انبیاء، اوصیاء اور ملائکہ کا استثنار کرتی ہے کہ: اِن کی عبادت کرنے والے جنت سے دور رکھے جائیں گے لیکن یہ خود جنت میں جائیں گے۔" (تفسیر انوار النجف ج۹ صہ۲۵۴)

نیز جس طرح حضرت عُزیرؑ اور حضرت عیسٰےؑ کو خدا کا بیٹا ماننے والے نہ حضرت عُزیرؑ و حضرت عیسٰےؑ کے دوست رہے اور نہ خدا کے دوست رہے بلکہ مشرک ہو گئے۔ اسی طرح حضرت علیؑ کو خدا کہنے والے اور باقی ائمۂ طاہرینؑ کو سابق طریقہ سے خدا یا خدائی صفات میں شریک کرنے والے نہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے محب ہیں، نہ خدا کے دوست ہیں۔ بلکہ مشرک و نجس ہیں۔ (ملخص از تفسیر انوار النجف ج۹ صہ۲۵۵)

www.drhasanrizvi.com

لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ (۱۰۰) اُس میں اُن کی چیخ و پکار ہوگی
فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۞ اور وہاں اُن کا یہ حال ہوگا کہ انھیں
کان پڑی آواز تک نہ سنائی دے گی۔

"زَفِیْرٌ" ایسی چیخ و پکار کی آواز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ ساتھ سانس کی آواز بھی آرہی ہو۔

★ بعض دوسرے ماہرین نے لکھا کہ "گدھے" کی کرخت آواز کے ابتدائی حصّے کو "زفیر" کہتے ہیں اور آخری حصّے کو "شہیق" کہتے ہیں۔

★ غرض یہاں مراد ایسا نالہ و فریاد ہے جو بلا کے غم اور شدّت کی تکلیف کا نتیجہ ہو۔
★ ---- (مفردات امام راغب)

★ مطلب یہ ہے کہ شور، چیخ و پکار اور آہ و زاری اِس قدر شدید ہوگی کہ کان پڑی آواز تک نہ سنائی دے گی۔
★ ---- (جلالین)

★ "وہ اپنے جلنے کی تکلیف کی وجہ سے سخت فریادیں کریں گے۔" ★ (موضح القرآن)

★ بعض مفسّرین نے لکھا کہ: جہنّم کی آگ کے شعلوں کے زور و شور کی وجہ سے کچھ سنائی نہ دیتا ہوگا۔"
★ ---- (تفسیر مجمع البیان)

★ ممکن ہے کہ جہنّم میں ایٹم بم یا اُن سے بھی کہیں زیادہ خوفناک بم ہر وقت پھٹتے رہتے ہوں اس لیے کہ جدید سائنس نے یہ بتایا ہے کہ سورج میں ہر وقت ایٹم بم پھٹتے ہی رہتے ہیں۔

★ بعض پُرانے مفسّرین نے سورج ہی کو جہنّم بتایا ہے۔ (مؤلف)

★ ابنِ مسعود سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "ایک وقت آئے گا کہ ہر دوزخی کو لوہے کے ایک صندوق میں بند کرکے اوپر سے میخیں ٹھونک دی جائیں گے اور اُن صندوقوں کو جہنّم میں چھوڑ دیا جائے گا۔"
★ ---- (شیخ الاسلام عثمانی)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ (۱۰۱) رہے وہ (ایماندار) لوگ جن کے
مِّنَّا الْحُسْنٰىٓ ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا لیے ہماری طرف سے بھلائی اور اچھائی کا
مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ (اُن کی نیکیوں کے سبب سے) پہلے ہی فیصلہ
ہوچکا ہے (کہ)، وہ لوگ اُس (جہنّم) سے دور رکھے جائیں گے۔

حضرتِ علیؑ سے محبّت کا انجام

جنابِ رسولِ خداؐ نے حضرتِ علیؑ سے فرمایا:

"اے علیؑ! تم اور تمھارے شیعہ (چاہنے والے اور پیروی کرنے والے) حوضِ کوثر پر ہوں گے۔ اُن میں سے جس جس سے تم محبّت رکھو گے اُس کو بلاؤ گے اور جس جس سے تمھیں نفرت ہوگی، اُن کو حوضِ کوثر سے روک دو گے۔ اور خوف کے بُرے دن (قیامت کے روز) تم اور تمھارے شیعہ عرشِ خدا کے سائے میں ہوگے، سارے لوگ سخت پریشان ہوں گے، مگر تم لوگ پریشان نہ ہوگے، سب لوگ رنجیدہ ہوں گے، مگر تم رنجیدہ نہ ہوگے۔ کیوں کہ تم لوگوں کے بارے میں خدا نے فرما دیا ہے: "اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰىٓ" یعنی: یقیناً وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی طے ہوچکی ہے۔"

*.... (تفسیرِ صافی ص۳۳۲، المجالس، صواعقِ محرقہ ابنِ حجر مکّی)

نوٹ:- یہاں پر ابنِ حجر مکّی نے "صواعقِ محرقہ" میں لکھا کہ: "یہاں شیعیانِ علیؑ سے مراد ہم اہلِ سنّت والجماعت ہیں۔ کیونکہ ہم ہی اصل میں علیؑ کے دوست ہیں۔ اور جو لوگ خود کو شیعہ کہتے ہیں وہ شیعیانِ علیؑ نہیں، بلکہ غلو کرنے والے ہیں۔

*.... (صواعقِ محرقہ)

بس اتنا کافی ہے کہ ابنِ حجر مکّی نے شیعیانِ علیؑ کو تسلیم کرلیا کہ وہ جنّت میں جائیں گے"۔ اور غلو کرنے والے ہرگز شیعہ نہیں ہوسکتے۔ اصلی شیعہ تو علیؑ سے صحیح محبت کرنے والے ہیں۔

www.drhasanrizvi.com

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ (۱۰۲) وَهُمْ فِىْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۱۰۲

وہ (جنّتی) تو اُس کی آہٹ یا سرسراہٹ تک نہ سُنیں گے۔ وہ اپنی من پسند چیزوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

★ جنّت کی سب سے خاص امتیازی خصوصیت ایک مختصر فقرے میں یہ بتادی گئی کہ وہ ایسی جگہ ہوگی جہاں سب کچھ انسان کی مرضی کے عین مطابق ہوگا۔ موسم ہو، ہوا ہو، مشغلہ یا تفریحات ہوں، غذا یا تعیشات سب کے سب جنّتیوں کی مرضی کے عین مطابق ہوں گے۔ پھر یہ کیفیت عارضی یا وقتی بھی نہ ہوگی، بلکہ دائمی، سرمدی، ابدی، لازوال اور غیر منقطع ہوگی۔

★ . . . . (تفسیر ماجدی)

★ جنّتی لوگ جہنّم سے اِس قدر دور رکھے جائیں گے کہ وہ جہنّم کی آہٹ تک نہ سُنیں گے، وہ نہایت عیش وآرام سے جنّت کے مزے لوٹیں گے۔

. . . . (شیخ الاسلام عثمانی)

جنّتیوں کو چار عظیم نعمتیں ملیں گی

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلایا ہے کہ جنّتیوں کو چار عظیم نعمتیں ملیں گی۔ (۱) حَسِیْس (نہ ہوگی) یعنی: ایسی آواز جو کسی چیز کی حرکت سے پیدا ہو۔ یہاں جہنّم کی آگ کے دھاکے مراد ہیں، جو نہایت وحشتناک دل کو ہلادینے والے ہوں اس کے ساتھ ساتھ آگ کی چنگھاڑ ہوگی جو نہایت خوفناک ہوگی، مگر جنّتی لوگ اِن میں سے کسی آواز کو قطعًا نہ سُنیں گے۔ نعمت اس لیے کہا گیا کہ جنّتی لوگ جہنّم سے بہت زیادہ دور رکھے جائیں گے۔ (اور وہ اُن کی آوازوں کو سننے سے محفوظ رہیں گے)

www.drhasanrizvi.com

(۲) دوسری نعمت یہ ہوگی کہ جنّت میں جنّتی لوگ جو چاہیں گے، میسّر ہوگی۔ وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

(۳) جنّتی لوگوں کو قیامت کی سخت وحشت (فزعِ اکبر) غمزدہ نہیں کرے گی۔ یہ "فزعِ اکبر" شاید صور کی آواز ہوگی۔ لیکن زیادہ مناسب معنی قیامت کے دن کی وحشت ہے جو انھیں لاحق نہ ہوگی۔

(۴) آخری نعمت یہ ملے گی کہ جنّتی لوگوں کا استقبال رحمت کے فرشتے کریں گے اُن کو احترام کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور جنّت میں داخل ہونے کی تہنیت اور مبارک باد پیش کریں گے (یہ کہتے ہوئے کہ:۔)

"حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ ۝"

(سورۃ الزمر آیت ۷۳، پ۲۴)

یعنی: (یہاں تک کہ جب وہ (جنّتی لوگ) جنّت کے قریب آئیں گے اور جنّت کے دروازے کھول دیے جائیں گے، اور (پھر) جنّت کے داروغہ اُن سے کہیں گے کہ سلام ہو تم لوگوں پر، تم اچھے رہے۔ پس اِس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔)

(تفسیر نمونہ)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

نیک اعمال میں جلدی کرو تاکہ تم خدا کے گھر میں، خدا کے پڑوسی بنو۔ ایسے مقام پر کہ جہاں تم پیغمبروں کے ساتھی بن جاؤ، جہاں فرشتے تمھاری زیارت یا ملاقات کے لیے بھیجے جائیں۔ خدا نے اُن جنّتیوں کی یہ عزت بڑھائی ہے کہ اُن کے کان جہنّم کی سرسراہٹ تک نہ سُنیں گے۔" اور امام حسینؑ نے فرمایا: "جس نے ہمیں خوشنودیِ خدا کے لیے محبوب رکھا، تو ہم اور وہ دونوں اپنے نبی اکرمؐ کی خدمت میں یوں اکٹھا وارد ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں۔"

(بلاغت الحسینؑ)

www.drhasanrizvi.com

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (۱۰۳)

انھیں (قیامت کی) وہ سب سے بڑی گھبراہٹ کسی قسم کا کوئی رنج نہ پہنچائے گی، اور نہ پریشان ہی کرے گی۔ فرشتے بڑھ بڑھ کر اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیتے ہوئے اُن کا اِستقبال کریں گے کہ یہی ہے تمھارا وہ دن، جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا تھا۔

★ عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ اہلُ اللہ کو دائمی سکون حاصل رہتا ہے، اور خدا کی عظمت کے احساس سے جو خوف اُن کے دلوں پر حاوی رہتا ہے، وہ اِس سکون کے منافی نہیں ہوتا۔ وہ خوف تو اصل میں عبدیّت اور معرفتِ خداوندی کا منطقی تقاضا ہوتا ہے۔ (تھانوی)

روزِ محشر تین[1] قسم لوگوں کو نجات اور چار[2] قسم کے فائدے:

[1] ★ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: تین قسم کے آدمی روزِ محشر مُشک کے ٹیلے پر کھڑے ہوں گے وہ حساب کی سختی سے محفوظ اور فزعِ اکبر سے پُراَمن ہوں گے:۔

(۱) جو لوگ قرآن کو خدا کے لیے سیکھیں اور قُرْبَةً اِلَی اللّٰہ پیش نمازی کے فرائض انجام دیں۔

(۲) جو لوگ خوشنودیٔ خدا کے لیے اذان کہیں۔

(۳) وہ غلام جو اللہ کے حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے آقاؤں کے حقوق ادا کریں۔ (انوار النجف ۹ صفحہ ۲۵۷)

★ حضرت امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جو شخص[2] سردی یا گرمی میں کسی غریب مومن کو کپڑے پہنائے تو خدا پر حق ہو گا کہ:

(۱) اُس کو جنّت کا لباس پہنائے۔ (۲) اُس پر سکرات الموت کا وقت آسان کرے۔ (۳) اُس کی قبر کو کشادہ کرے (۴) جب قبر سے نکلے گا تو فرشتے اُس کی ملاقات کے لیے آئیں گے اور اُس کو جنّت کی خوشخبری دیں گے۔

(تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر برہان، بحوالہ کافی۔ تفسیر انوار النجف ۹ صفحہ ۲۵۲، ۲۵۷)

www.drhasanrizvi.com

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ (۱۰۴) وہ دن جب ہم آسمان کو یوں لپیٹ
السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَأْنَآ کر رکھ دیں گے جس طرح کاغذ کے
أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهٗ ۚ وَعْدًا خطوط (یا طومار) لپیٹ دیے جاتے
عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ ہیں۔ (غرض) جس طرح پہلے پہل

ہم نے اپنی مخلوق کی پیدائش کی ابتداء کی تھی، پھر اُسی طرح ہم اُس کو پلٹائیں گے اور دہرائیں گے، یہ ایک وعدہ ہے (جس کا پورا کرنا) ہمارے ذمّے ہے۔ یقیناً ہم ایسا ہی کر کے رہیں گے۔

شیخ الطائفہ نے لکھا کہ: "سجِل" پیغمبر اکرمؐ کے کاتب کا نام ہے۔ (تفسیر تبیان)

* بعض روایات میں نبی کریمؐ کے ایک کاتب کا نام "سجِل" بتایا گیا ہے۔ ماہرین نے اس کو ضعیف بلکہ گھڑی ہوئی روایت قرار دیا ہے۔ (ابن کثیر)

قیامت کے آنے کا نقشہ

پرانے زمانے میں کاغذوں کو لکھنے سے پہلے لپیٹ دیا کرتے تھے پھر لکھنے والا آہستہ آہستہ اُنھیں اپنی طرف کھینچ کھینچ کر لکھتا رہتا تھا۔ پھر لکھنے کے بعد بھی اُس کو لپیٹ دیا جاتا تھا۔ قیامت کے دن یہ پورا عالم اُس کاغذ کی طرح ہی لپیٹ دیا جائے گا۔ لیکن اِس لپیٹنے سے مراد عالم کا فنا ہو جانا نہیں ہے بلکہ مراد عالم کا درہم و برہم ہو کر اکٹھا ہو جانا ہے۔ عالم کی شکل و صورت تو بگڑ جائے گی، مگر ختم نہ ہوگا۔ پھر خدا نے فرمایا: جس طرح ہم نے عالم کو پہلے پیدا کیا تھا، اسی طرح دوبارہ اسے پلٹائیں گے۔ اور یہ کام ہماری قدرت کے سامنے قطعاً مشکل نہیں۔" بلکہ اتنا آسان ہے جیسے تمہارے لیے کاغذوں کا لپیٹ دینا۔ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَلَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ (۱۰۵) اور بیشک ہم نے "ذکر" (مراد توریت
بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یا تمام انبیاءؑ کی کتابیں یا لوحِ محفوظ) کے
یَرِثُہَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾ بعد زبور میں بھی یہ لکھ چھوڑا ہے کہ (آخرکار)
" زمین کے وارث و مالک میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔

وہ نیک بندے کون ہیں

★ فرزندِ رسول حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: " وہ نیک بندے جن کا ذکر اس آیت میں ہے امام مہدیؑ اور اُن کے اصحاب ہوں گے۔"

★ ---- (تفسیر صافی ص ۳۳۲ بحوالہ مجمع البیان)

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: " اگر دنیا کی عمر ایک دن بھی باقی رہ جائے گی تب بھی اللہ اُس دن کو اس قدر لمبا کردے گا پھر میرے اہلِ بیت میں سے ایک شخص کو اُٹھائے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔"

(بخاری شریف - متفق علیہ)

دنیا کا اچھا انجام و اختتام

کیا یہ دنیا اِسی طرح کمزوروں اور مجبوروں پر ظلم کرنے اور اُن کا گلا دبانے کے لیے پیدا کی گئی ہے؟ کیا اِس کا انجام بھی یہی ہوگا جو آج اس کا حال ہے؟ خدا کو ہر ماننے والا یہ کہنے پر مجبور ہے کہ یہ دنیا مقصودِ خالق نہیں ہوسکتی، ضرور کوئی دور آئے گا کہ یہ عالم عدل و انصاف کا گہوارہ بن جائے گا، وہی دنیا خالق کی مقصود ہوگی جسے دیکھ کر خالق خود فرمائے گا: "تبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِیۡنَ" (فصل الخطاب)

؎ مجذوبِ فرنگی نے بانداز فرنگی مھدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو
اے تو کہ ہے مھدی کے تخیل ہی سے بیزار نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو

★ ---- (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ (۱۰۶) حقیقتاً اس میں ایک بہت بڑی خبر اور ایک عظیم پیغام ہے اُن لوگوں کے لیے جو ہماری بندگی کا احساس تازہ رکھتے ہیں (جو ہماری عبادت کرنے والے ہیں)

یہ مکمل عدل و انصاف کا نظام

جو صالحین کے ہاتھوں قائم ہوگا، اس میں اُن لوگوں کے لیے جو خدا کی کامل بندگی کا نظام چاہتے ہیں، ایک بہت بڑی خبر اور ایک عظیم پیغام ہے، مگر یہ خوشخبری صرف اُن لوگوں کو خوش کرے گی جو ہماری عبادت و اطاعت کا جذبہ رکھتے ہیں اور اس طرح ہماری بندگی کا احساس تازہ رکھتے ہیں۔

نظام عالم کی ہم آہنگی اور انضباط

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ساری کائنات خدا کی مکمل اطاعت کر رہی ہے۔ ذرہ ذرہ خدا کی مرضی پر چل رہا ہے۔ اسی لیے آج ہمارے کمپیوٹر اتنا صحیح حساب کر لیتے ہیں کہ ہماری چاند گاڑی یا خلائی گاڑیاں بڑی تیزی سے حرکت کر کے مقررہ جگہ پر جا پہنچتی ہیں، جبکہ تمام چاند تارے، زمین اور کرّے بڑی تیزی سے حرکت کر رہے ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے حساب کتاب کا سکنڈ سکنڈ درست ہونا یہ بتاتا ہے کہ کائنات کا پورا نظام کسی باقاعدہ مرتب، حساب کتاب کے مطابق حرکت کر رہا ہے۔ اگر یہ سارا نظام ایک سکنڈ کے سوئیں حصے کے برابر بھی اپنی مقررہ رفتار سے ہٹ جائے یا کم یا زیادہ ہو جائے، تو نہ معلوم ہمارے خلائی جہاز کہاں سے کہاں نکل جائے۔ (تفہیم القرآن)

فطری دعوتِ اطاعت

اب ہم اس بڑے جہان سے اپنے چھوٹے سے جہان میں آتے ہیں، یہاں آکر انسان کے دماغ کے ایک خلیے کی تنظیم میں ذرا سی خرابی پیدا ہو جائے تو

www.drhasanrizvi.com

زندگی کا تمام نظام بگڑ جاتا ہے۔ پوری کائینات کے نظام کو دیکھ کر ہمیں مجبوراً کہنا پڑتا ہے کہ ساری عالمِ انسانیت کو بھی اُسی خدا کے سامنے سرِ اطاعت جھکا دینا چاہیے جس کی اطاعت ساری کائینات بے چون و چرا کر رہی ہے۔ اِس طرح ہم عالم کے عمومی نظام کی طرف پلٹ کر اُس سے ہم آہنگ ہو جائیں گے۔ اِسی میں ہماری اور سارے عالمِ بشریت کی بقا بھی مضمر ہے اور ہماری تکمیل کا راز بھی۔
..... (تفسیر نمونہ)

؎ مومن تو فقط حکمِ الٰہی کا ہے پابند ❊ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
(اقبال)

حقیقی وراثت اور عارضی وراثتِ ارضی

مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:

زمین پر جو زمین کی وراثت عارضی طور پر ملتی ہے اُس کو اللہ نے اِس طرح بیان فرمایا ہے:
"اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ" (الاعراف آیت ۱۲۸ پ۹)

(بلاشبہ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اُس کا وارث بنا دیتا ہے)

یہ وراثت مومن، کافر دونوں کو ملتی ہے۔ فاسق و صالح دونوں کو ملتی ہے۔ سب کو ملتی ہے، مگر جزائے اعمال کے طور پر نہیں، بلکہ امتحان کے طور پر۔ اِسی لیے اگلی آیت میں فرمایا: "وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۠" (الاعراف آیت ۱۲۹ پ۹)

(اور تم کو زمین میں خلیفہ (حاکم، جانشین) بنائے گا۔ پھر دیکھے گا کہ تم کیسے کیسے عمل کرتے ہو؟)

مگر یاد رہے کہ اِس وراثت میں دوام اور ہمیشگی نہیں ہے۔ یہ تو خدا کا امتحان ہے جو خدا قوموں اور افراد سے دنیا میں لیتا رہتا ہے۔ لیکن اس کے بالکل برعکس آخرت کی دوسری دنیا میں اِسی زمین کا دوامی بندوبست ہوگا۔ پھر اِس آیت والا قانون چلے گا کہ "زمین اللہ کی ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے صرف نیک مومنین کو اِس زمین کا وارث و مالک بنائے گا۔ یہ ملکیت امتحان کے طور پر نہیں ہوگی بلکہ جزا کے طور پر ہوگی، اُن نیک اعمال کی وجہ سے ہوگی جو انہوں نے دنیا میں انجام دیے تھے۔
(تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۷﴾ (۱۰۷) اور (کیونکہ) ہم نے جو آپ کو بھیجا ہے وہ دراصل تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

حضورِ اکرمؐ عالمین کے لیے رحمت

حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا:

"عالمین کے لیے رحمت" سے مراد، بلاتفریقِ مذہب و ملت سارے عالمین کے لیے رسولؐ کا سراسر رحمت ہی رحمت ہونا ہے، خواہ وہ مومن ہو یا کافر، نیک ہو یا بد"

* ..... (تفسیر مجمع البیان)

★ کیونکہ فلاح و سعادت صرف رسولِ اکرمؐ کے اتباع ہی سے حاصل ہوسکتی ہے، اور کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتی۔

کیونکہ پچھلی آیت میں صالح بندوں کی حکمرانی کی بشارت دی تھی اور ایسی حکومت سارے عالم کے لیے رحمت ہوتی ہے، اور ایسی حکومت نتیجہ ہوگی حضورِ اکرمؐ کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کا۔ اور وہ قائم بھی ہوگی حضورِ اکرمؐ کے بارہویں نائب کے ہاتھوں، اس لیے۔ اب فرمایا کہ ہمارے پیغمبر کا وجود ہی دراصل سارے عالمین کے لیے سراسر رحمت ہی رحمت ہے۔

کیونکہ ہمارے آخری نبیؐ نے ایسا دین اور ایسا آئین عطا فرمایا ہے جو ساری کائنات کی نجات کا ضامن ہے۔

★ رہا یہ سوال کہ: سب لوگ تو ہمارے رسولؐ کو مانتے ہی نہیں ہیں؟

★ لیکن اس سے آپؐ کے رحمتِ عمومی ہونے پر ذرہ برابر فرق نہیں آتا، جس طرح اگر

www.drhasanrizvi.com

کسی شہر میں ایک بہترین آراستہ و پیراستہ ہسپتال بنایا جائے جس میں اعلیٰ ترین ڈاکٹر اور مشینیں ہوں اور وہ سارے شہر والوں کے لیے مفت ہو، تو کیا وہ ہسپتال پورے شہر کے لیے رحمت نہ ہو گا؟

اب اگر کوئی گروہ اپنی جہالت کی وجہ سے وہاں علاج کے لیے نہ جائے، تو اُس پر ہسپتال کے رحمت ہونے پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ بعینہٖ ہمارے رسولِ اکرمؐ کے وجود کو عالمین کے مالک نے تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے، اِس لیے اگر کوئی گروہ آں حضرتؐ کی تعلیمات سے فائدہ اُٹھانے کو تیار نہیں ہے تو وہ اُس اندھے کی مثل ہے جو سورج کی روشنی کی طرف سے آنکھیں بند کر لے اور سورج سے فائدہ اُٹھانے سے انکار کر دے۔

عالمین سے مراد کم سے کم تمام ادوار کے تمام جنّ اور انسان ہیں جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔ اور ہمارے رسولؐ تو فرشتوں کے لیے بھی رحمت ہیں۔ اِس لیے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جنابِ رسولِ خداؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا: "کیا اِس رحمت کا فائدہ تم کو بھی ملا"؟

جبرئیلؑ نے عرض کی: "پہلے میں اپنے انجام سے ڈرتا تھا لیکن اِس آیت کے نازل ہونے کے بعد میں اپنی حالت اور انجام سے مطمئن ہو گیا۔ کیوں کہ ایک آیت میں خدا نے میری یہ تعریف فرمائی ہے کہ:

"ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ۙ" (سورۃ التکویر آیت ۲۰)

(یعنی: جبرئیلؑ بڑی قوّت والے ہیں، اور عرشِ خدا کے قریب رہتے ہیں۔)

۔۔۔۔ (تفسیر مجمع البیان)

مطلب یہ ہے کہ خدا نے مجھے عرش کے پاس رہنے والا فرما کر میرے وہاں ہمیشہ رہنے کی خوش خبری سنا دی۔"

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا ❊ مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا ❊ مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا

www.drhasanrizvi.com

ے اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا ٭ اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
٭ ۔ ۔ ۔ (حالی)

ہاں ہاں بیشک ہمارے رسولؐ کی زندگی، سیرت، احکام، پروگرام، کردار، اخلاق، تعلیمات، ارشادات سب کے سب رحمت ہی رحمت ہیں۔ ایسی رحمت جو سب کے لیے ہے۔ ایسی رحمت کا اختتام صالحین کی حکومت پر ہوگا۔ اس سے بڑھ کر آپؐ کی ذات کیا رحمت ہوگی کہ آپؐ پوری کائینات کے لیے ایسا پروگرام لے کر آئے ہیں کہ اگر اُس پر عمل کیا جائے تو تمام نامرادیاں، بدبختیاں اور سیہ کاریاں ختم ہوسکتی ہیں۔

٭ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر نمونہ)

ے وہ مری شرمِ گنہ اور وہ شفاعت تیری ہائے اس پیار پہ کیا کیا نہ مجھے پیار آیا
وہ دانائے سُبل ختم الرُسل مولائے کُل جس نے غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یاسیں، وہی طٰہٰ
بمصطفٰےؐ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است
خاک ہو کر یہ ملا اوج تیری اُلفت میں کہ فرشتوں نے لیا بہرِ تیمّم مجھ کو
لیں شفاعت نے قیامت میں بلائیں کیا کیا عرقِ شرم سے ڈوبا جو گنہگار آیا
ہست دینِ مصطفٰےؐ دینِ حیات شرعِ او تفسیرِ آئینِ حیات
روزِ محشر اعتبارِ ما است او در جہاں ہم پردہ دارِ ما است او
خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است اے خنک شہری کہ آنجا دلبر است

٭ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ جناب رسولِ خداؐ کا دنیا میں آنا خدا کی عظیم رحمت و مہربانی ہے۔ اِس لیے کہ آپؐ نے دنیا والوں کو غفلت سے چونکا دیا۔ وہ علم دیا کہ جو حق اور باطل کو الگ کرنے والا ہے۔ ایسا علم جو واضح طور پر ہم کو بتا دیتا ہے کہ تباہی کا راستہ کونسا ہے اور نجات کا راستہ کونسا ہے؟

(تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

(۱۰۸) (اس لئے) آپ فرما دیں کہ میرے پاس تو یہی پیغام بطور وحی کے آتا رہا ہے کہ تم سب کا معبود صرف ایک خدا ہے تو کیا اب تم اُس کی بارگاہ میں (مسلمان ہو کر) سرِ اطاعت جھکاتے ہو۔؟

عقیدۂ توحید کی اہمیّت

اِس آیت میں تین حقیقتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) خدا کی رحمت کے ملنے کی سب سے پہلی شرط توحید کا عقیدہ ہے۔

اعتقاد میں توحید، عمل میں توحید، صفوں میں توحید، قانون میں توحید۔

؎ حقیقت ایک ہے ہر شئے کی، نوری ہو کہ ناری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے، اگر ذرّے کا دل چیریں (اقبالؔ)

(۲) لفظ " اِنَّمَا " سے آیت شروع ہوتی ہے جو کلمۂ حَصَر ہے۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام کی تمام تعلیمات کا خلاصہ توحید کا پیغام ہے۔ اسی لیے سارے اصول و فروع و احکام کی حقیقت توحید کے سوا کچھ نہیں۔ توحید صرف اصولِ دین کا ایک اصول ہی نہیں ہے، بلکہ ایک دھاگے کی طرح ہے جو تمام تسبیح کے دانوں کو ملائے رکھتا ہے۔ یا توحید ایک روح ہے جو دین کے بدن میں پھونکی گئی ہے اور سارے جسم پر محیط ہے۔ (۳) دین کی اصل مشکل شرک اور شرک کے مظاہر سے باہر نکلنا ہے۔ تمام بتوں کو توڑنا ہے۔ خاصکر انسانی طاغوتی قوّتوں کو۔ (تفسیر نمونہ)

؎ ماسویٰ اللہ را مسلماں بندہ نیست
پیشِ فرعونی سرش افگندہ نیست (اقبالؔ)

www.drhasanrizvi.com

فَإِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ اٰذَنۡتُكُمۡ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَإِنۡ اَدۡرِىۡٓ اَقَرِيۡبٌ اَمۡ بَعِيۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ ۞
(۱۰۹) پھر اگر وہ اب بھی منہ پھیر لیں تو آپؐ فرما دیں کہ میں نے تو تم سب کو برابر علی الاعلان (انکارِ حق کے بُرے انجام سے اچھی طرح) خبردار کر دیا ہے۔ اب یہ بات میں نہیں جانتا کہ وہ (قیامت) جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے "قریب ہے" یا دور، (جلد آئے گی یا دیر سے)

پیغامِ توحید کا اعلانِ عام

مطلب یہ ہے کہ میں نے خداوندِ کریم کا پیغامِ توحید تم سب کو بلا تفریق یکساں طور پر پہنچا دیا۔ میں نے یہ نہیں کیا کہ کسی ایک کو کوئی ایسی بات بتا دی ہو جسے دوسروں سے چھپایا ہو۔
★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر تبیان)

★ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ علمِ قرآن میں سب برابر ہیں۔ سارے مسلمان تمام علومِ قرآن کی گہری حقیقتوں کو برابر جانتے پہچانتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ یہاں خطاب توحید کے منکرین سے ہے، اور یہ بات صرف توحید کے پیغام کے پہنچانے کے سلسلے میں کہی جا رہی ہے کہ: میں نے توحید کا پیغام تمام منکروں کو بلا تفریق یکساں طور پر پہنچا دیا ہے۔ (فصل الخطاب)

★ جس عذاب سے یہاں ڈرایا جا رہا ہے وہ، دنیا کی سزا بھی ہو سکتی ہے اور آخرت کی سزا بھی، یا دونوں مراد ہو سکتی ہیں۔
★ ۔۔۔ (تفسیر نمونہ)

★ قومِ عرب کو بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم نے پیغامِ توحید کو نہ مانا اور خدا کے پیغام کو رد کر دیا تو پھر خدا کا عذاب تم پر ضرور آئے گا، خواہ وہ عذاب کسی قسم کا بھی ہو۔
★ ۔۔۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

(۱۱۰) مگر یہ حقیقت ہے کہ خدا ہر وہ بات جانتا ہے جو باآوازِ بلند کہی جاتی ہے یا جسے تم چوری چھپے کیا کرتے ہو۔

★ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے حق کے دشمنو! یہ تصوّر بھی اپنے ذہن میں نہ لانا کہ: تمھیں سزا ملنے میں اس لیے دیر ہو رہی ہے کہ خدا کو تمھاری ان بدمعاشیوں کا علم نہیں ہے۔ نہیں نہیں، ہرگز ایسا نہیں ہے۔ وہ تو تمھاری چھپی ہوئی باتوں سے بھی زیادہ تمھاری نیتوں کو بھی خوب جانتا ہے کیونکہ خدا کا علم لامحدود ہے۔ اُس کے لیے غیب و شہود ایک ہیں۔

★ ---- (تفسیر نمونہ)

توہین آمیز باتوں کا انجام

آیت کا پیغام یہ ہے کہ اے کافرو! تم جو غلط باتیں دینِ حق اور رسولِ خداؐ کے لیے بک رہے ہو، وہ سب خدا سن رہا ہے۔ یعنی: اس غلط فہمی میں نہ رہنا کہ تمھاری بکواس ہوا میں اُڑ گئی اور کبھی تم سے ان توہین آمیز جملوں اور فقروں کا کوئی حساب کتاب نہ ہوگا۔ ★ (تفہیم القرآن)

★ قرآن میں یہ بھی صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ مومن ہو یا کافر، جب کوئی شخص بولتا ہے تو خدا کی طرف سے لکھنے والے لکھنے کے لیے بالکل تیار موجود ہوتے ہیں۔

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جہنّم میں جانے والوں کی اکثریت زبان اور جنسی اعضاء (کے غلط استعمال) کی وجہ سے جہنّم میں جائے گی۔" (الحدیث)

★ (نوٹ:- جنسی اعضاء کے غلط استعمال کا مطلب زناکاری وغیرہ ہے)

★ .... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ (۱۱۱) اور میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ شاید یہ
لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ (دیر اور یہ) وقتی عارضی فائدہ تمہارا
امتحان ہے اور اس طرح تمہیں ایک وقتِ خاص تک کے لیے بطورِ امتحان
مزے اُڑانے کا موقع دے دیا گیا ہے۔

★ فوری سزا نہ ملنے پر تم ہرگز یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ خدا تمہاری حرکتوں سے واقف نہیں، بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ خدا تمہارا امتحان لے رہا ہے۔ خدا کی سزا میں تاخیر کی دو وجوہات یہاں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) خدا سزا دینے میں جلد بازی نہیں کرتا۔ کیوں کہ وہ ہمارا امتحان لینا چاہتا ہے، اور امتحان کے لیے مہلت یا وقت دینا ضروری ہوتا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ نعمتیں دے کر بھی ہمارا امتحان لیتا ہے۔ اس لیے وہ کافروں، منکروں پر اپنی نعمتیں وسیع کر دیا کرتا ہے تاکہ اتمامِ حجت بھی ہو جائے اور امتحان دینے والے سخت ترین سزا کے مستحق ہو جائیں۔ پھر خوب نعمتوں میں غرق کرنے کے بعد جو سزا دی جاتی ہے وہ کہیں زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ ... (تفسیر نمونہ)

★ اصل میں کافروں، ظالموں کو سب سے بڑا دھوکا خدا کے عذاب کے آنے میں تاخیر کی وجہ سے ہوتا ہے اس عذاب کے آنے میں جو دیر ہو رہی ہے تو کافر ظالم یہ سمجھ رہے ہیں کہ رسول کی ساری باتیں جھوٹی ہیں۔ وہ اس بات کو نہیں سمجھ رہے ہیں کہ خدا کی سزا میں دیر اس لیے ہو رہی ہے تاکہ ان کو سوچنے سمجھنے اور سنبھلنے کا موقع مل جائے، اور انھیں اتنی مہلت ضرور مل جائے کہ وہ سزا کے وقت یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا گیا۔ اگر کچھ مہلت دی جاتی تو ہم تیر کی طرح بالکل سیدھے ہو جاتے۔ ... (تفہیم القرآن)

؎ سچ ہے حرامزادے کی رسّی دراز ہے ”
(میر انیسؒ)

www.drhasanrizvi.com

قُلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ (۱۱۲) لہٰذا آپؐ دعا فرمائیں: "اے میرے

وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ پالنے والے مالک! تو حق کے ساتھ فیصلہ

عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ؑ (۱۱۲) فرمادے، اور ہمارا پالنے والا مالک (خدائے

رحمٰن (یعنی، سب کو فیض پہنچانے والا) وہ (خدا) ہے جس سے سہارا لیکر مدد طلب کی جائے" اُن تمام (احمقانہ) باتوں کے مقابلے پر جو تم لوگ بکا کرتے ہو۔

خدا پر توکل

دعا کے عالم میں خدا نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم کہیں:

"رحمٰن ہی ہماری مدد کا سہارا ہے۔" مطلب یہ ہے کہ اے کافرو! حق کے دشمنو! تم میرے خلاف یہ منصوبے بنا رہے ہو، ہمارا رحم کرنے والا مالک (رحمٰن) تمہارے اِن تمام منصوبوں سے ہمیں بچانے کے لیے کافی ہے کیونکہ وہ سب کو فائدے پہنچانے والا خدا ہمارا مددگار اور ہمارا سہارا ہے۔ ★ ۔۔۔۔ (جلالین)

"رَبُّنَا": (اے ہمارے پالنے والے مالک!) کا لفظ یہ بتا رہا ہے کہ خدا کو ماننے والے ہوں، یا نہ ماننے والے ہوں، سب کے سب خداوندِ عالم ہی کے پالے پوسے ہوتے ہیں، اور "رحمٰن" کا لفظ خدا کی عمومی رحمت کو بتا رہا ہے۔ یعنی ہم کو ہر طرف سے خدا کی رحمتوں ہی رحمتوں نے گھیر رکھا ہے۔ اِس کے باوجود ہم اُس کے احسانات کو ایک لمحے کے لیے بھی یاد نہیں کرتے۔ اور آخر میں ہمیں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ "ہم خدا سے مدد طلب کرتے ہیں۔" یہ کہہ کر ہم کافروں کو یہ بتاتے ہیں کہ ہم اکیلے نہیں ہیں، خدا جو کائینات کی سب سے بڑی طاقت ہے، ہمارا مددگار اور سرپرست ہے۔ (تفسیرِ نمونہ)

"خدایا! جس طرح تو نے اپنے نبیؐ کو اُن کے دشمنوں میں اکیلا نہیں چھوڑا تھا، ہمیں بھی اکیلا نہ چھوڑنا کہ ہمارے دشمنوں نے ہمیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے اور مشرق و مغرب سب ہمارے دشمن ہیں۔ (آمین) ★ (۲۱ واں سورہ اختتام کو پہنچا)

www.drhasanrizvi.com

سُورۃُ الحجّ کے رُوحانی خصُوصیّات

۱۔ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے روایت ہے کہ جو شخص اِس سورۃ کی تلاوت کرے گذشتہ اور آئندہ کے تمام حاجیوں کے برابر اُس کو ثواب دیا جائے گا۔ (مجمع البیان)

۲۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جو شخص سورۃ الحج کو ہر تیسرے دن پڑھتا ہے، تو اُس سال کے اندر اُس کو حج نصیب ہوگا۔ اور اگر دورانِ سفر مر جائے تو داخلِ جنّت ہوگا۔ (مجمع البیان، بُرہان۔ صافی)

※ ※ ※ ※

۳۔ کافر، ظالم اور ڈاکو اگر کشتی میں سوار ہوں پس ہرن کی جھلّی پر اس سورۃ کو لکھ کر اُس کشتی میں رکھدیا جائے تو وہ کشتی اُن سب کافروں وغیرہ کو لے ڈوبے گی اور ایک بھی نہ بچے گا۔

۴۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ اگر پانی سے دھو کر ظالم حکمراں کی نشست گاہ پر چھڑکاؤ کیا جائے تو اُس کا اقتدار بحکمِ پروردگارِ عالم جلدی زائل ہو جائے گا۔ (برہان)
(بحوالہ تفسیر انوار النجف منہ ص ۶)

www.drhasanrizvi.com

٧٨.١٠

سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ

اٰيَاتُهَا ۔ رُكُوْعَاتُهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے مدد مانگتے ہوئے، جو سب کو فیض پہنچانے والا، مسلسل بے حد رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ (١) اے انسانو! اپنے پالنے والے مالک کی ناراضگی سے بچو۔ (کیونکہ) یہ حقیقت ہے
اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① کہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی (دل ہلا دینے والی) چیز ہے۔

قیامت کا زلزلہ۔ قیامت کی ابتداء

جناب رسولِ خدا نے فرمایا:

"اے لوگو! خدا سے ڈرو۔ اُس کی ناراضگی سے بچو۔ اُس کے فرائض کو ادا کرتے رہو۔ اور اُس وقت سے ڈرتے رہو جس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے کہ: "قیامت کے وقت کا زلزلہ ایک بہت ہی بڑی چیز ہے۔" (یعنی خوفناک اور دل ہلا دینے والی چیز ہے)

★ .... (تفسیر صافی ص ۳۳۲، بحوالہ احتجاج طبرسی)

★ نیز فرمایا کہ: "یہ زلزلہ مغرب کی طرف سے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے آئے گا اور یہ زلزلہ

www.drhasanrizvi.com

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔"

* .... (تفسیر قمی)

* یاد رہے کہ آیت کا خطاب تمام لوگوں سے ہے۔

* جس زلزلۂ قیامت کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے یہ قیامت کی ابتداء ہوگی۔ زمین یکایک اُلٹی پھرنی شروع ہوجائے گی اور سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکلے گا۔

(مطابق حدیث از ابنِ جریر۔ طبرانی ، ابن حاتم)

شانِ نزولِ آیت

تفسیر مجمع البیان میں اس کے شانِ نزول کے متعلق عمرانؓ بن حصین اور ابوسعیدؓ خدری سے مروی ہے کہ یہ اور اگلی آیتیں اُس وقت اُتریں جب مسلمان غزوۂ بنی مصطلق کے لیے روانہ ہوئے۔ ایک منزل پر جب مسلمان جناب رسولِ خداؐ کے پاس جمع ہوئے تو یہ دونوں آیتیں اُتریں۔ صحابہ کرامؓ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ اتنا گریہ کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ رات بھر اُسی حالت میں گذری۔ حضورِ رسالت مآبؐ نے فرمایا:

"یہ آیتیں اُس دن کے بارے میں اتری ہیں جس دن خدا حضرت آدم علیہ السلام کو حکم دے گا کہ اپنی اولاد کو جہنم کے لیے روانہ کرو۔ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے آدمیوں کو جہنم کی طرف بھیجو، اور صرف ایک کو جنت کی طرف"

یہ سنتے ہی صحابہ کرامؓ بے حد روئے۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: "تم کو خوشخبری ہو کہ مجھے (خدا سے) اُمید ہے کہ "تم میں سے ایک چوتھائی (¼) اہلِ جنت ہوں گے۔" یہ سن کر صحابہ نے تکبیر کہی۔ پھر حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: شاید تم اہلِ جنت میں سے ⅓ ہوگے۔" صحابہ نے خوشی سے پھر نعرۂ تکبیر بلند کی۔

پھر حضورِ اکرمؐ نے فرمایا: "مجھے (خدا سے) اُمید ہے کہ تم اہلِ جنت میں سے ½ ہوگے۔"

صحابہ نے پھر نعرۂ تکبیر خوشی کے عالم میں بلند کیا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اہلِ جنت کی کل ایک لاکھ بیس ہزار صفیں ہوں گی جن میں اسّی ہزار صفیں میری اُمت کے لیے مخصوص ہوں گی اور میری اُمت سے ستّر ہزار آدمی بلاحساب جنت میں جائیں گے۔

* .... (ملخص از: تفسیر مجمع البیان ، نور الثقلین ، تفسیر انوار النجف ۱۱ صٓ)

www.drhasanrizvi.com

امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا خط محمد ابن ابی بکر کے نام :

" جس میں آپؑ نے تحریر فرمایا کہ یہ خط تمام اہلِ مصر کو پڑھ کر سنا دو۔ " اُس خط کے چند فقرے یہ ہیں :

" اے اللہ کے بندو ! قبر سے اُٹھنے کے بعد کا منظر قبر سے بھی سخت تر ہے۔ جس دن بچہ اُس کے طول اور سختی سے بوڑھا ہو جائے گا ، ہوش والے بے ہوش نظر آئیں گے ، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے ، دودھ پلانے والیوں کو دودھ پیتے بچوں کا خیال تک نہ رہے گا ، ایسا سخت دن جس کی سختی پورے اہلِ محشر کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ معصوم فرشتوں میں سنسنی طاری ہوگی۔

آسمان ، زمین اور پہاڑ کانپتے ہوں گے ۔ آسمان پھٹ کر پراگندہ ہوگا ۔ پہاڑ ذرہ ذرہ ہو کر سراب دکھائی دیں گے ۔ نفخ صور سنتے ہی زمینوں اور آسمانوں کی تمام مخلوق گھبراہٹ سے بدحواس ہو جائے گی ، سوائے اُن کے جو مستثنیٰ ہیں۔ اُس آدمی کی کیا حالت ہوگی ، جو کان ، آنکھ ، زبان ہاتھ پاؤں اور جملہ اعضاء سے اپنے پروردگار کی نافرمانی کر چکا ہوگا ، اگر اللہ اپنے رحم و کرم سے اُس کو بخش نہ دے تو اُس دن کی سختی سے اُس کو کون بچائے گا ؟

جہنم کی گہرائی دور تک ، گرمی سخت ، پینے کے لیے پیپ ، عذاب تازہ بہ تازہ اور سر کے اوپر لوہے کے گرز ہائے گراں کی لگاتار مار ، نہ اُس میں وقفہ ہوگا ، نہ جلنے والے مریں گے ، جہاں رحم کا نام نہ ہوگا ، اور چیخ و پکار کو سننے والا (ہمدردی کرنے والا بھی) کوئی نہ ہوگا ۔

اور یقین کرو اے اللہ کے بندو ! دوسری طرف اللہ کی رحمت بھی ہے ، جنت جو زمینوں اور آسمانوں کے برابر وسیع ہے جس میں متقی لوگ جائیں گے ، وہاں دکھ نہ ہوگا ، اُس کی لذت سے کوئی اُکتائے گا نہیں ، وصال کے بعد فراق نہ ہوگا ، رہنے والے اللہ کی رحمت کے سائے میں رہیں گے ، اُن کے سامنے نوجوان لڑکے خوشبوئیں اور میوہ جات سنہری پلیٹوں میں نہایت دل کش انداز اور اچھے سلیقے سے پیش کر کے تابع و فرماں برداروں کی طرح حاضر رہیں گے ۔ " (نہج البلاغہ)

www.drhasanrizvi.com

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴿۲﴾

(۲) جس دن تم اُس کو دیکھو گے تو (تمہاری یہ حالت ہو جائے گی کہ) ہر دودھ پلانے والی (ماں) اپنے دودھ پیتے بچے تک کو بھول جائے گی، اور ہر حمل رکھنے والی عورت کا حمل گر جائے گا، اور تم لوگوں کو دیکھو گے کہ اُن کے ہوش اُڑے ہوئے نشے کی حالت میں ہیں، حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے، مگر اللہ کا عذاب اتنا ہی زیادہ سخت ہوگا۔ (کہ جس کی ہیبت سے اُن کی یہ گت بن جائے گی)

★ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن نفسا نفسی اور خوف و دہشت کا یہ عالم ہوگا کہ اگر بفرضِ محال کوئی ماں اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہوتی تو خوف اور نفسا نفسی کی وجہ سے وہ اپنے بچے تک کو بھلا دیتی۔ یہ مثال محاورۃً ارشاد فرمائی ہے۔ ..... (تبیان)

★ ایک بڑے اعتراض کا جواب: یہ آیت اُن لوگوں کا جواب بھی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ کیسا خدا ہے جو مظلوموں پر ظلم ہوتے دیکھتا ہے۔ مگر اُن پر رحم نہیں کھاتا۔؟ "اس آیت نے بتلایا کہ دنیا کی یہ قلیل مدت امتحان لینے کے لیے پیدا کی گئی ہے" انصاف کے لیے ایک دن معین ہے، جس دن ظالم کو اُس کے ہر چھوٹے سے چھوٹے ظلم کی سزا بھگتنی ہوگی اور مظلوم کی دادرسی ہوگی۔ ..... (ماجدی)

★ آیت میں "مُرْضِع" کے بجائے "مُرْضِعَةٍ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ عربی محاورہ کے اعتبار سے دونوں الفاظ میں فرق یہ ہے کہ "مُرْضِع" اُس عورت کو کہتے ہیں جو دودھ پلانے والی ہو۔ اور "مُرْضِعَةٍ" اُس حالت کو کہتے ہیں جب عورت بچے کو دودھ پلا رہی ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ جب قیامت آئے گی تو جو عورتیں واقعاً دودھ پلا رہی ہوں گی وہ اپنے بچوں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوں گی، کسی ماں کو اپنے سوا اپنے بچے کا بھی ہوش نہ رہے گا۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝۳

(۳) اور انسانوں میں کوئی ایسا انسان بھی ہوتا ہے کہ جو اللہ کے بارے میں بغیر جانے بوجھے (اُلٹی سیدھی) بحث کرتا ہے، اور وہ ہر سرکش شیطان کے پیچھے پیچھے ہولیا کرتا ہے۔

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۴

(۴) حالانکہ شیطان کے لیے تو یہ بات بالکل طے ہو چکی ہے اور اُس کی تقدیر میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو شخص بھی اُس (بدمعاش) کا ساتھ دے گا یا اُس کو اپنا دوست بنائے گا، تو وہ اُسے گمراہ کر کے ہی چھوڑے گا اور اُسے جہنّم کے راستے پر لگا کر اُسے واصلِ جہنّم کر کے چھوڑے گا۔

شانِ نزول

یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی جو اس بات پر جھگڑتا تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور قرآن پچھلے لوگوں کے قصّے کہانیوں کے سوا کچھ نہیں، اور موت کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے۔ (صافی مجمع البیان)

★ بعض مفسّرین نے کہا کہ یہ تمام کفّار و مشرکین و منافقین کے بارے میں اتری۔ (تفسیر نمونہ)

★ اللہ کے بارے میں جھگڑے کی خبر دی جا رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ جھگڑے اللہ کے وجود کے بارے میں تو نہیں ہو سکتے کیوں کہ ادیانِ عالم میں اِس موضوع پر کوئی اختلاف ہی نہیں ہے (یہ جھگڑا تو دینداروں اور بے دینوں کے درمیان ہو سکتا ہے) دینداروں کے درمیان جو جھگڑا ہو گا وہ اللہ کے حقوق، فرائض اور اختیارات کے بارے میں ہو گا۔ خدا کی بھیجی ہوئی کتاب کے بارے میں ہو گا یا پھر مشرکوں سے جھگڑا اس بات پر ہو گا کہ آیا خدا کے لیے کوئی شریک ہے یا نہیں؟ (تفہیم القرآن)

★ - - -

www.drhasanrizvi.com

(۵) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ

اے لوگو! اگر تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے میں کچھ بھی شک ہے، تو (اس بات پر ہی غور کر لو کہ) ہم نے تم کو مٹّی سے پیدا کیا ہے پھر نُطفہ سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے، جسے کوئی ایک صورت دی گئی ہو اور ایسے لوتھڑے سے بھی جسے کوئی صورت نہ دی گئی ہو، جو بے شکل ہوتا ہے اور پھر اُسے شکل دے دی جاتی ہے۔ یہ سب اس لیے کیا گیا ہے تاکہ تم پر اِس حقیقت کو واضح کر دیں (کہ موت کے بعد ہم تم کو ایک اور زندگی دیں گے) غرض ہم جس (نطفے) کو چاہتے ہیں ایک خاص مقررہ وقت تک ماؤں کے پیٹ میں ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر تمھیں بچے (طفل) کی صورت میں باہر نکال لاتے ہیں تاکہ تم اپنی بھرپور جوانی اور عقل و تمیز کی منزلِ کمال تک پہنچ جاؤ

www.drhasanrizvi.com

وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّتَوَفّٰى وَمِنۡكُمۡ	اور تم میں سے کسی کو پہلے ہی اٹھالیا جاتا ہے
مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ	اور تم میں سے کوئی انتہائی بدترین عمر کی
لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۡۢ بَعۡدِ عِلۡمٍ	طرف پھیر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ سب
شَيۡـًٔا ؕ وَتَرَى الۡاَرۡضَ	کچھ جاننے بوجھنے کے بعد، پھر ایسا ہو
هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهَا	جاتا ہے کہ کچھ بھی نہیں جانتا۔ اور تم دیکھتے
الۡمَآءَ اهۡتَزَّتۡ وَرَبَتۡ	ہو کہ زمین سوکھی ہوئی مردہ پڑی ہے،
وَاَنۡۢبَتَتۡ مِنۡ كُلِّ	پھر جیسے ہی ہم نے اُس پر پانی برسایا تو وہ
زَوۡجٍۢ بَهِيۡجٍ ﴿۵﴾	تروتازہ ہو کر لہلہا اُٹھتی ہے۔ اور پھولنے

پھلنے لگتی ہے۔ اور ہر قسم کی خوشنما، خوش منظر نباتات اُگانے اور اُگلنے لگتی ہے۔

آیت کے نتائج اور تعلیمات

تمام انسانوں سے خطاب کیا جارہا ہے کہ:

"اے لوگو! تم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے پر شک و شبہ ہے تو اِس دنیا کی زندگی ہی کو دیکھ لو کہ ہم نے تمھیں مٹّی سے نطفہ بنایا، پھر تمھیں جمے ہوئے خون کی شکل دی۔ پھر تمھیں گوشت کا ٹکڑا بنادیا۔ یہ سب ہم نے اِس لیے کیا کہ تم یہ بات خوب اچھی طرح سے سمجھ لو کہ:

(۱) ہم ہر کام کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

(۲) ہم تمھیں کئی کئی شکلوں میں پیدا کرسکتے ہیں۔

(۳) یہ بھی سمجھ لو کہ ہمارا مقصد تمھیں کمال تک پہنچانا ہے ______ اور

www.drhasanrizvi.com

(۴) یہ بھی سمجھ لو کہ ہم تمھیں پیدا بھی کر سکتے ہیں اور کمال تک پہنچانے پر مکمل قدرت رکھتے ہیں اور پھر جوانی کے بعد بڑھاپے کی طرف لوٹا بھی سکتے ہیں۔

(۵) پانچویں بات یہ سمجھ لو کہ یہ تمھارے بڑھاپے کی کمزوری اِس بات کی دلیل ہے کہ تم اِس دنیا سے منتقل ہونے کے قریب پہنچ چکے ہو۔ جس طرح پھل جب بالکل پک جاتا ہے تو درخت سے اُس کے رشتہ ٹوٹنے کا وقت آجاتا ہے۔

(۶) چھٹی بات یہ سمجھ لو کہ تمھارے اندر یہ عظیم تغیرات خدا کے بے پناہ اختیارات کا منھ بولتا ثبوت ہیں اور تمھیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا اللہ کے لیے بالکل آسان کام ہے۔ (تفسیر نمونہ)

دوسری دلیل: دوسری مثال اِسی فلسفہ کو سمجھانے کی یہ دی گئی کہ تم بنجر چٹیل مردہ زمین کو دیکھو کہ بارش کے برستے ہی تر و تازہ ہو کر (سبزے اور نباتات وغیرہ کے اگنے سے) لہلانے اور جھومنے لگی۔ عربی میں بجھی ہوئی خاک کو "ھامدۃ" کہتے ہیں۔ عربی میں یہ لفظ زمین کے اُس حصّہ کے لیے بولا جاتا ہے جس کی گھاس پھوس سوکھ کر زرد، خشک اور مردہ ہو جائے۔ (راغب مفردات القرآن)

حاصلِ مطلب یہ ہے: کہ انسان اور نباتات کی زندگی کے یہ مختلف مراحل اِس لیے دکھائے گئے ہیں، (۱) تاکہ تم یہ سمجھ لو کہ اللہ کا وجود اور اُس کی قدرت ایک سچی حقیقت ہے۔ (۲) اور اللہ کا بنایا ہوا یہ سارا نظام کائنات برحق، سچّی اور ٹھوس حقیقت ہے۔ (۳) یہ کہ یہ ساری تخلیقات بے مقصد نہیں ہیں۔ جیساکہ دوسری جگہ خداوندِ عالم نے خود فرمایا: "ہم نے زمین اور آسمان کے درمیان جو کچھ بھی پیدا کیا ہے اُسے بیکار نہیں پیدا کیا۔ یہ تو کافروں کا وہم و گمان ہے۔" (سورۃ ص آیت ۲۷ ۳۸)

اَرْذَلِ الْعُمُر کے بارے میں جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "انسان جب ۱۰۰ سال کا ہو جاتا ہے تب وہ "اَرْذَلِ الْعُمُر" یعنی ناکارہ عمر کی طرف لوٹ جاتا ہے۔" (صافی، مجمع البیان)

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "ارذل العمر" سے مراد

www.drhasanrizvi.com

وہ وقت ہے کہ جب انسان کی عقل ایک سات سال کے بچّے کے برابر رہ جاتی ہے۔"

*.... (تفسیر قمی)

"اھتزت" کے معنی

" زمین کا تروتازہ ہونا، جھومنا، بل کھانا۔"

*.... (لغات القرآن نعمانی جلد۱)

" انسان کو مٹی سے پیدا کیا " کے معنی یہ ہیں کہ نوعِ انسانی کی تخلیق میں غالب عنصر مٹی کا ہے۔

" مقرّرہ مدّت " سے مراد وہ وقت ہے جس میں بچّہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ یہ مدّت کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ نو مہینے ہے۔

*.... (تفسیر صافی ص۲۳۲)

انسانی تخلیق پر غور کرنا

انسانی تخلیق کے مدارج پر انسان جتنا بھی غور کرتا ہے اُس کے سامنے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ۔ یہ نظامِ کائینات کسی اتّفاقی حادثے سے از خود پیدا نہیں ہوسکتا بلکہ یہ سارا نظامِ عالم کسی عاقل ترین، قادر ترین، کامل ترین ہستی کا کارنامہ ہے۔ زمین کا ایک خاص حالت میں ہونا، سورج میں ایک خاص درجہ حرارت کا ہونا، سورج کا طلوع وغروب باقاعدہ ہوتے رہنا، سورج کی گرمی سے سمندروں سے بخارات کا اوپر کو اُٹھنا، ہوا میں ایک خاص قسم کی حرکت کا ہونا، پھر خشک مقامات پر جاکر ان بخارات کا خاص مقدار میں برسنا، اور پھر اس سارے عمل میں ہمارے سینکڑوں مسائل کا از خود حل ہوتے چلے جانا، پھر اِن میں بلا کا نظم وضبط، ترتیب اور ہم آہنگی کا ہونا یقیناً کسی حکیم مطلق ہی کا کام ہوسکتا ہے۔

(تفسیر ماجدی)

★ آیت کا حاصل : بڑھاپے کی عمر کو رذیل ترین عمر کہتے ہیں:

اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑھاپے میں دنیا کی تمام رونقیں، بہاریں کوئی نفع نہیں پہنچاتیں۔ یہ عمر حسرت ویاس کی عمر ہے۔ کیونکہ بوڑھا آدمی لذائذِ دنیا دیکھتا تو ہے مگر استعمال نہیں کرسکتا۔ البتہ جن لوگوں نے اپنی گذشتہ عمر میں لذائذِ دنیا وی پر آخرت کو ترجیح دی اور قربِ خداوندی اُن کا مطمعِ نظر رہا، اُن کا بڑھاپا وصالِ پروردگار کا پیغام ہوتا ہے اور خدا ایسے لوگوں کا احترام باقی لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے پس وہ باعزت دنیا سے جاتے اور اللہ کے ہاں باعزت مہمان ہوتے ہیں۔ (الانوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ (٦) یہ سب کچھ صرف اِس لیے ہے کہ (تم کو
وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ معلوم ہو جائے کہ) اللہ ہی (سب سے بڑی)
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٦﴾ سچی حقیقت ہے (یا) اللہ کی ہر بات
بالکل سچی ہے، اور حقیقتاً وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ذٰلِكَ : یعنی تمام بیان کردہ اُمور کو مثلاً مخلوق کو پیدا کرنے پر تدریج سے یا بلا تدریج، اِسی طرح زمین سے قسم قسم کی انگوریاں اُگانے پر، بلکہ کائنات کے جملہ تصرّفات پر پوری قدرت رکھنا اس لیے ہے کہ وہی خدائے برحق ہے اور اُسی کا حق ہے کہ اُس کی عبادت کی جائے اور وہ جس طرح ابتداءً سب کا خالق ہے، اِسی طرح دوبارہ مُردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ غرضیکہ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ پس یقین کرلو کہ قیامت ضرور آئے گی اور قبروں میں دفن ہونے والوں کو اللہ ضرور اُٹھائے گا۔ (یا وہ جو کسی بھی طرح مر گئے، دریا میں کسی کو مچھلی نے لقمہ بنالیا ہو یا کسی کو جلا کر راکھ کر دیا ہو سب کو دوبارہ اُس کی اصلی شکل میں زندہ کر کے میدانِ حشر میں اُس کے اعمالِ دنیا کا محاسبہ ضرور کرے گا اور ظالم کو اُس کے ظلم کی سزا، اور مظلوم کو اُس کا حق ضرور دے گا۔)

(تفسیر انوار النجف جلد ۱۲ صفحہ)

★ یہ احمق دہریے بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ ساری کائنات ایک لگے بندھے قانون پر چل رہی ہے جس کو ایک اندھی، بہری، بے علم، بے ارادہ فطرت چلا رہی ہے۔ لیکن اگر وہ آنکھیں کھول کر دیکھیں تو اُن کو نظر آنے لگا کہ جس طرح انسان کا ایک ذرّہ وجود میں آیا ہے، اور جس طرح وہ وجود کے مختلف مراحل طے کرتا ہے، یہ سب کام کسی قادرِ مطلق، حکیمِ مطلق کے فیصلوں کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ غذا جسم میں جا کر کہیں بال، کہیں ہڈی، کہیں گوشت، بنتا ہے۔ ایک نطفہ کے اندر کروڑوں انڈے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کون پیدا کرتا ہے؟

(تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ ۝۷

(۷) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہے ہی نہیں۔ اور اللہ لازمی طور پر ان لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جب خدا قیامت میں اپنی مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو چالیس دن مسلسل بارش برسے گی، جس سے لوگوں کے جوڑ مل جائیں گے اور ان پر گوشت اُگ آئے گا۔" ★ (المحاسن، تفسیر صافی)

★ **نتائج** محققین نے نتیجے نکالے کہ (۱) یہ سارا نظامِ عالم مکمل واضح منہ بولتی دلیل ہے اللہ کی قدرت، حکمت، صاحبِ اختیار اور اُس کی وحدانیت کی۔ (۲) اس قسم کی تمام آیات ہمیں کائنات کے نظم و ضبط کے مشاہدے اور اُس پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتی ہیں تاکہ اسلام کے بنیادی تصورات مثلاً توحید، عدل، قیامت کے عقیدے کو عقلی بنیادوں پر سمجھا اور مانا جائے۔ ★ .... (تفسیر ماجدی)

؎ ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا ⁖ جس پھول کو سونگھتا ہوں بُو تیری ہے (میر انیسؔ)

★ **اللہ کی قدرت میں تفکر بڑی عبادت ہے**

فرزندِ رسولؐ حضرت امام علی بن امام موسیٰ الرضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ: جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ: "لَيْسَ الْعِبَادَةُ كَثْرَةَ الْقِيَامِ وَكَثْرَةَ السُّجُوْدِ بَلِ الْعِبَادَةُ التَّفَكُّرُ فِىْ اٰيَاتِ اللّٰهِ۔" (اصول کافی)

یعنی: (اصل) عبادت یہ نہیں ہے کہ کثرت سے (لمبے لمبے) قیام اور سجدے ادا کیے جائیں بلکہ (اصل) عبادت یہ ہے کہ اللہ کی نشانیوں (تخلیقات) پر غور و فکر کیا جائے۔

www.drhasanrizvi.com

★ اِسی غور و فکر سے ایمان باللہ کی نعمت حاصل ہوتی ہے کہ جس سے بڑی اور عظیم خصلت اور کوئی نہیں۔

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "خَصْلَتَانِ لَيْسَ فَوْقَهُمَا شَيْءٌ (۱) اَلْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ (۲) وَنَفْعُ الْإِخْوَانِ" (تحف العقول)

یعنی: (دو خصلتیں ایسی ہیں کہ اُن سے بلند درجہ کوئی خصلت نہیں۔ (۱) اللہ کو دل سے مان لینا۔ (۲) اپنے بھائیوں کو فائدہ پہنچانا۔)

ے جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا ⁂ تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا
(اقبالؔ)

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام علی بن امام موسیٰ الرضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ۔
جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "یقین سے بڑھ کر کوئی چیز کسی کو عطا نہیں کی گئی۔" (تحف العقول)

ے یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم ⁂ جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں
(اقبالؔ)

★ جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:۔
"إِذَا ظَهَرَتِ الْبِدَعُ فِي أُمَّتِي فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهُ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ" (اصول کافی ج ۱ ص ۵۴) بحوالہ گفتارِ دلنشیں۔

یعنی: "جب میری اُمت میں بدعتیں پھوٹ پڑیں تو عالم کی ذمے داری ہے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے (اور اُن بدعتوں کو روکے) جو ایسا نہ کرے اُس پر خدا کی لعنت ہو۔"

★ جو شخص معاشرے میں برائی کو دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے روکے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو زبان سے روکے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے ناپسند کرے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۹)

www.drhasanrizvi.com

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یُّجَادِلُ (۸) اور انسانوں میں ایسا شخص بھی ہوتا
فِی اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّ لَا ھُدًی ہے بغیر کسی علم و دانش، رہنمائی اور
وَّ لَا کِتٰبٍ مُّنِیۡرٍ ۙ﴿۸﴾ واقفیت کے (جو کسی انسانی تجربہ سے
حاصل ہو) اور بغیر کسی روشن کتاب کے (یعنی بغیر اُس علم کے جو خدا کی کتاب سے
حاصل ہو) اللہ کے بارے میں لڑتا جھگڑتا اور بحث کرتا ہے۔

شانِ نزولِ آیت

یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی تھی
★ .... (تفسیر صافی ص۳۴۲ بحوالہ تفسیر قمی)

★ فرزند رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:
"جو شخص ایسی باتوں پر لوگوں سے جھگڑتا پھرے جن پر جھگڑے کا اُسے کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے تو اُسے خدا کے بارے میں جھگڑنے والا سمجھا جائے گا۔" پھر امامؑ نے اسی آیت کو تلاوت فرمایا۔ (نور الثقلین)

پھر فرمایا ایسے شخص سے زیادہ کسی پر خدا کا عذاب نہ ہو گا جو عابدوں، زاہدوں کا سا لباس پہن لے اور اُس کے دل میں کچھ بھی نہ ہو۔" (مصباح الشریعۃ)

ے "پھرتی ہیں جہالتیں نہ معلوم کتنی ❊ کاندھوں پہ عبائے علم و حکمت ڈالے" (جوشؔ)

★ یہ آیت اُن احمقوں کی شان میں اُتری: جو بے علمی سے مسئلہ توحید میں جھگڑا و مناظرہ کرنے لگتے ہیں نہ اُن کے پاس دلیل ہوتی ہے اور نہ کسی سچی کتاب کا سہارا ہوتا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسان کے پاس علم ہو دلیل قائم کر سکتا ہو۔ اور کسی سچی کتاب کا سہارا بھی اس کو حاصل ہو تو اس کے لیے مناظرہ کرنا جائز اور درست ہے کیونکہ ایسی صورت میں وہ حق کا علمبردار ہو گا اور لوگوں کے لیے حق کے قریب ہونے کا موجب بنے گا، اور بخلاف اس کے بے علمی کی صورت میں خود بھی حق سے دور ہو گا اور لوگوں کے لیے بھی غلط عقائد کی راہ ہموار کرے گا۔
★ .... (تفسیر انوار النجف ص۱۲)

www.drhasanrizvi.com

ثَانِيَ عِطۡفِهٖ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ‌ؕ لَهٗ فِى الدُّنۡيَا خِزۡىٌ‌ وَّنُذِيۡقُهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عَذَابَ الۡحَرِيۡقِ ۝۹

(۹) گردن کو اکڑائے اور کاندھوں کو غرور سے موڑے ہوئے، تاکہ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے بھٹکا دے۔ ایسے شخص کے لیے دنیا میں بھی ذلّت و خواری ہے اور قیامت کے دن تو ہم اُسے جلانے والی آگ کی سزا (کا مزہ) چکھائیں گے۔

★ کندھا پھرا لینا یا موڑ لینا : "ثَانِيَ عِطۡفِهٖ" کا ترجمہ ہے۔ جس سے عربی لغت کے محاورے میں مراد "تکبّر کرنا" اکڑنا اور اِترانا ہوتا ہے۔ خاص اشارہ ابوجہل کی طرف ہے۔ ★ (کشّاف)

★ فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ بغیرِ علم کسی موضوع پر بحث کرنا ناجائز ہے۔ ★ (جصّاص)

★ بدترین قسم کے ۲ دو گروہ : اس آیت میں اور اس سے پہلی آیت میں ۲ دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہے۔

(۱) وہ لوگ ہیں جو بغیرِ علمِ دین کے معاملات میں جھگڑے کرتے ہیں۔ اِس سے مراد بیخبر جاہل عوام النّاس ہیں۔

(۲) وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں فرمایا: "تاکہ لوگوں کو خدا کے راستے سے گمراہ کردیں۔" یہ وہ لیڈرانِ قوم ہیں جو سرمایہ دار، صنعتکار، اور اربابِ حکومت، بڑے لوگ کہلاتے ہیں۔ یہی لوگ عوام کو بھٹکاتے ہیں گویا ابوجہلِ عصر ہیں۔
تفسیر المیزان، تفسیر کبیر امام رازی

★ یہی بڑے لوگ عوام کے ساتھ انتہائی تکبّر اور بے اعتنائی کا سلوک کرتے ہیں، زمینِ خدا پر خدا بننے کی کوشش کرتے ہیں اور دیندار کو ذلیل و خوار کرتے ہیں۔ ★... (تفسیر نمونہ)

؎ بندگی ہم نے چھوڑ دی ہے فراز ؛ کیا کریں لوگ جب خدا بن جائیں (فرازؔ)

★ آخر میں اُن لوگوں کا بُرا انجام بھی بتا دیا گیا ہے کہ "دنیا میں اُن کے لیے آخرکار ذلّت و خواری، رسوائی اور بدنامی ہے اور قیامت میں تو ہم اُن کو بھسم کر دینے والی سزا کا خوب مزہ چکھائیں گے"
★.... (القرآن آیت ۹)

www.drhasanrizvi.com

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتۡ يَدٰكَ (۱۰) (یہ کہکر کہ لے) یہ ہے وہ تیرا کیا دھرا
وَاَنَّ اللّٰهَ لَيۡسَ بِظَلَّامٍ جو خود تیرے ہی ہاتھوں نے تیرے لیے
لِّلۡعَبِيۡدِ ۝۱۰ تیار کرکے آگے بھیجا ہے (ورنہ) حقیقتاً ع ۱
اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔(اس سے زیادہ پُرزور طور پر عدلِ الٰہی کو ثابت کرنا ممکن نہیں)

★ اِنہی دونوں گروہوں سے جن کا ذکر پچھلی دو آیتوں میں ہوا ہے، کہا جائے گا کہ یہ ساری بدمعاشیاں اور بدکاریاں تمھارا ہی کیا دھرا ہے۔ یہ وہ کچھ ہے جو تم نے خود اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجا ہے کیونکہ اللہ کبھی ہرگز اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا۔ اور نہ وہ بلاوجہ کسی کی سزا میں اضافہ فرماتا ہے۔ اس لیے تمھیں جو سخت سزا مل رہی ہے یہ خود تمھارے ہی بُرے اعمال کا نتیجہ ہے۔ خدا کا کام تو عدل فرمانا ہے یا بھر رحم فرمانا ہے۔

" ظَلَّام " مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی " بہت زیادہ ظلم کرنے والا "

" سوال یہ ہے کہ وہ خدا جو مطلقاً قطعاً ظلم کرتا ہی نہیں، اُس کے لیے " ظَلَّام " کا لفظ کیوں استعمال کیا گیا "؟ اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ بہت تھوڑا سا ذرّے کے برابر ظلم کرنا بھی خدا کی ذاتِ والا صفات کے لیے بالکل ایسا ہی ہے کہ گویا اُس نے بہت زیادہ ظلم فرمایا۔ اِس طرح ذرہ برابر ظلم کرنے کے فرضی احتمال کو بھی ختم کردیا۔ (اور خدا کے عدلِ مطلق کو ثابت کردیا۔)

..... (تفسیر نمونہ)

★ عقلاً اور منطقاً جو ذات " ارحم الراحمین " یعنی: سب سے زیادہ رحم کرنے والا۔ " رحمٰن ورحیم " ہو۔ اس کے اس بات کا تصور کرنا ہی محال عقلی ہوگا کہ وہ اپنی مخلوق پر ذرہ برابر بھی ظلم فرمائے (معاذ اللہ) نیز یہ کہ سب سے بڑا عیب ظلم ہے، اور خدا کی ذات ہر چھوٹے سے چھوٹے عیب کے تصور سے بھی پاک اور بلند ہے اُس کے لیے سب سے بڑے عیب کا تصور کرنا عقل دشمنی کی انتہا ہوگا۔

..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّعۡبُدُ (١١) اور انسانوں میں وہ بھی ہے جو اللہ
اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ‌ۚ فَاِنۡ اَصَابَهٗ کی عبادت وبندگی کنارے پر کھڑے ہوکر
خَيۡرُ اۨطۡمَاَنَّ بِهٖ‌ۚ وَاِنۡ کرتا ہے (اِس طرح سے کہ) اگر اُسے (اُس
اَصَابَتۡهُ فِتۡنَةُ اۨنْقَلَبَ عبادت سے کوئی دنیوی) فائدہ ہوا، تو وہ
عَلٰى وَجۡهِهٖ‌ۚ خَسِرَ الدُّنۡيَا مطمئن ہوگیا، اور اگر کوئی مصیبت بطور
وَالۡاٰخِرَةَ‌ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ امتحان کے آگئی، تو اپنے منھ کو پھیر کر الٹا
الۡمُبِيۡنُ‏ ﴿۱۱﴾ پلٹ گیا۔ اُس کی تو دنیا بھی گئی اور آخرت
بھی جاتی رہی۔ یہ ہے کھلا ہوا نقصان (اور سراسر گھاٹا ہی گھاٹا)۔

دنیا پرست نام نہاد مسلمان

فرزند رسولؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے

اِس آیت کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا: "یہ آیت اُن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے شرک کو تو چھوڑا مگر حضرت محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو نہ پہچانا۔ وہ خدا کی عبادت اِس شرط کے ساتھ کرتے ہیں کہ اُن کا مال بڑھتا رہے، جسم تندرست رہے، اولاد عطا ہوتی رہے، تو کہتے ہیں کہ رسولؐ واقعی سچا ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا، تو کہنے لگے کہ اب ہم سوچیں گے۔" اُنھی کے بارے خدا نے فرمایا کہ: "اگر اُن کو اچھائی ملی تو مطمئن گئے، لیکن اگر کوئی مصیبت یا غیر متوقع نقصان یا سختی پہنچی، تو شرک کی طرف لوٹ گئے۔ پھر وہ اُن (بتوں، دیوتاؤں) کو پکارنے لگتے ہیں جن کا نقصان اُن کے نفع سے بہت زیادہ قریب ہے، بلکہ نفع پہنچانا اُن کے بس کی بات ہی نہیں۔"

......(تفسیر عیاشی)

www.drhasanrizvi.com

کنارے پر کھڑے ہونے کے معنی

محققین نے "کنارے پر کھڑے ہونے" کے معنی لکھے ہیں کہ (۱) جب تک دنیا کے فائدے پاتا ہے تو خدا کی بندگی اور اطاعت پر قائم رہتا ہے۔ اور جب تکلیف پاتا ہے تو فوراً خدا کے راستے کو چھوڑ دیتا ہے۔ اِدھر دنیا ہاتھ سے گئی، اُدھر دین بھی (دل سے) رخصت ہوگیا۔ گویا کنارے پر کھڑا ہے۔ یعنی نہ مکمل اِس طرف ہے، اور نہ اُس طرف۔ جیسے کوئی مکان کے کنارے پر (دروازے پر) کھڑا ہو، کہ جب چاہے مکان سے بالکل نکل جائے۔

★ ۔۔۔۔ (موضح القرآن)

(۲) دوسرا مطلب یہ لکھا گیا کہ، وہ اپنی عبادت شک کے ساتھ کرتا ہے۔ اُس کے شک کو پہاڑ کے کنارے سے تشبیہ دی ہے جس سے وہ کسی وقت بھی گر سکتا ہے۔

★ ۔۔۔۔ (تفسیر جلالین)

★ گویا دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ شک کے عالم میں عبادت کرتا ہے۔

★ ۔۔۔۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم)

★ (۳) تیسرے معنی "کنارے پر کھڑے ہونے" کے یہ بیان ہوئے ہیں کہ "اُس کی عبادت بالکل کمزور ہے۔ اِس لیے کہ وہ کبھی اپنی عقل سے کام لیکر غور و فکر نہیں کرتا۔ خدا و رسولؐ کی سچی معرفت حاصل ہی نہیں کرتا۔ بس رسماً دین کو زبان کی نوک سے مانے ہوئے ہے۔ اب اگر ذرا سا بھی شک و شبہ پیدا ہوا، تو دین سے نکل بھاگتا ہے، شک میں پڑ جاتا ہے۔"

★ ۔۔۔۔ (تفسیر تبیان)

(۴) چوتھے معنی یہ لکھے گئے ہیں کہ: "دین کے دو کنارے ہیں۔ ایک "زبان" اور دوسرا "دل"۔ اب اگر زبان سے تو دین کا اقرار کرلے، مگر اُس کا دل، اُس کا ساتھ نہ دے، تو گویا وہ ایک کنارے پر کھڑا ہوا ہے۔

★ ۔۔۔۔ (تفسیر مجمع البیان)

★ اب کیوں کہ دل اور زبان ہم آہنگ ہی نہیں ہیں، اِس لیے اس کو ثبات نہیں ہے۔ ہوا کا

www.drhasanrizvi.com

جھونکا اُسے کہیں سے کہیں لے جاتا ہے۔ جب دنیا کا نفع نظر آیا تو دین پر قدم جما لیے، اور اگر ذرا سی سختی پیش آگئی یا نقصان کا اندیشہ ہوا، تو فوراً دین سے منحرف ہو گیا۔

(فصل الخطاب) ٭....

"عَلٰی حَرۡفٍ"۔ "حرف" کے معنی کنارہ ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح کسی چیز کے کنارے پر کھڑا ہوا انسان کمزور حالت میں ہوتا ہے کہ نہ اُس کو ثابت رہنے کا یقین ہوتا ہے، اور نہ اُس حالت میں کسی کا مقابلہ ہی کر سکتا ہے، بلکہ ہر وقت گرنے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اِسی طرح بعض کمزور ایمان والے لوگوں کی حالت ہے چونکہ اُن کے دلوں میں ایمان پختہ نہیں ہوتا اور ہر معمولی سے معمولی شبہ بھی اُس کے ایمان کو متزلزل کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ پس کنارے پر کھڑے ہوئے انسان کی طرح اُس کی عبادت بھی کمزور اور غیر یقینی ہوتی ہے۔ اگر اُس کی توقع کے مطابق خوشحالی اور وسعتِ رزق اُس کو حاصل ہو جائے تو اُس کا دل مطمئن اور وہ اپنے ایمان سے راضی رہتا ہے، لیکن اگر تھوڑی سی آزمائش اور تکلیف پہنچ جائے تو اُس کا دل شکوک و شبہات کا منبع بن جاتا ہے، اور آخر کار اُلٹے قدم وہ کفر والحاد کی وادی میں جا گرتا ہے۔ ایسا شخص نہ دین کا رہتا ہے نہ دنیا کا۔

کیونکہ اُس پر دنیاوی تنگی اللہ کی جانب سے آزمائش کے طور پر پہنچ گئی، اور وہ دین سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

(تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ صفحہ ۱۳) ٭....

شانِ نزول

حضرت ابنِ عبّاس اور دوسرے پرانے مفسّرین نے لکھا ہے کہ:

"یہ آیت اُن بدّو عربوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اگر اُن کی دلی مرادیں پوری ہو جائیں، یعنی اُن کے مویشی اچھے بچّے دیتے اور دودھ دیتے، اُن کے ہاں لڑکے پیدا ہوتے، مال و دولت میں اضافہ ہوتا، تو وہ خوش ہو کر مسلمان ہو جاتے، لیکن اگر اِس کے برعکس اُن کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوتیں، مویشی مر جاتے، زراعت خراب ہو جاتی، تو کہتے کہ ہماری تمام مصیبتوں کی وجہ دینِ اسلام ہے۔ پھر وہ دین سے پھر جاتے۔

..... (تفسیر قرطبی جلد ۶، تفسیر خوارزمی، تفسیر ابن عبّاس، تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

يَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنۡفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الۡبَعِيۡدُ ۚ﴿۱۲﴾

(۱۲) پھر وہ احمق، اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پکارنے لگتا ہے جو اُس کو نہ تو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں، اور نہ ہی کوئی فائدہ۔ یہ ہے گمراہی کی انتہا۔ (کریلا اور نیم چڑھا)

يَدۡعُوۡا لَمَنۡ ضَرُّهٗۤ اَقۡرَبُ مِنۡ نَّفۡعِهٖ ؕ لَبِئۡسَ الۡمَوۡلٰى وَلَبِئۡسَ الۡعَشِيۡرُ ﴿۱۳﴾

(۱۳) وہ اُن کو پکارتا ہے جن کا نقصان اُن کے فائدہ سے کہیں زیادہ قریب ہے کتنا بدترین آقا[۱] اور کیسا بدترین ساتھی؟

★ [۱] مطلب یہ ہے کہ جس کسی نے بھی اُس کو اِس غلط راستے پر ڈالا ہے، خواہ وہ کوئی انسان ہو یا شیطان، وہ بدترین سرپرست، بُرا دوست، اور خبیث ساتھی ہے۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

؎ تمہارے دفن میں نہ مرے دشمنوں کا ہاتھ ؛ ہاتھوں سے دوستوں کے دبایا گیا ہوں میں

سوال ؟ پچھلی آیت میں توبتوں کے بارے میں یہ فرمایا گیا تھا کہ: "یہ نہ کسی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں، اور نہ نقصان۔" اب یہاں فرمایا گیا کہ "اُن نقصان نفع سے زیادہ قریب ہے۔" تو کیا ان دونوں آیتوں میں تضاد ہے؟

اصل میں یہ ایک عربی محاورہ ہے۔ جیسے ہم اپنی روز مرہ کی زبان میں کہتے ہیں کہ: گناہ کو ترک کرنے کی تکلیف دوزخ کی آگ سے بہتر ہے۔" اس سے ہماری مراد ہرگز یہ نہیں ہوتی کہ دوزخ کی آگ میں کوئی بہتری بھی ہے جس کے مقابلے میں گناہ پر صبر کرنا زیادہ اچھا ہے۔ بلکہ اصل مطلب یہ ہوتا ہے کہ جہنم کی آگ میں کسی قسم کی کوئی اچھائی نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں بھی مطلب ہے کہ بُت کسی قسم کا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

★ ..... (مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا (۱۴) (اس کے برعکس) اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ کہ اُن لوگوں کو، جو خدا و رسولؐ اور ابدی
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ حقیقتوں کو دل سے مانتے ہیں، اور (نتیجتاً)
إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ﴿١٤﴾ اچھے اچھے کام بھی کرتے ہیں، تو خدا اُن کو جنّت
کے ایسے سرسبز و شاداب گھنے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں
بہ رہی ہوں گی۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ خدا جو چاہتا ہے وہ کرکے ہی چھوڑتا ہے۔

مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ (۱۵) اب جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ دنیا
يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اور آخرت میں مومنوں کی کوئی مدد نہیں
فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ کرے گا* تو اُس (احمق) کو چاہیئے کہ (اللہ
ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ کی مدد کو روکنے کے لیے) کوئی رسّی آسمان تک
يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ ﴿١٥﴾ کھینچ کر لے جائے*، پھر اُسے کاٹ ڈالے، پھر دیکھ
لے کہ اُس کی یہ تدبیر اُس کے غم و غصّہ کو دور کرتی ہے (یا نہیں)؟

★ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے اختیارات غیر محدود ہیں دنیا و آخرت میں وہ جسے جو کچھ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور جس سے جو کچھ چاہتا ہے روک دیتا ہے۔ وہ دینا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا، اور اگر روک دے تو کوئی دلوا نہیں سکتا۔ (مؤلف)

★ "سبب" عربی میں اُس رسّی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ درخت پر چڑھا جاتا ہے۔
(لغات القرآن نعمانی جلد ۱)

www.drhasanrizvi.com

★ اِس آیت کی تفسیر میں درج ذیل مطالب بیان کیے گئے ہیں:۔

جس کا یہ خیال ہے کہ اللہ کو رسولؐ اور مومنین کی مدد کرنے سے کس طرح روک دے، تو وہ . . .

(١) کسی رسّی کی مدد سے آسمان پر چڑھ جائے اور خدا کی اُس مدد کو بند کرائے جو رسولِ خداؐ اور مومنین کے لیے آرہی ہے۔

(٢) چھت میں رسّی باندھ کر خودکشی کرلے۔ (نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری)

(٣) یا رسّی کی مدد سے آسمان پر چڑھ جائے اور وحی کے سلسلے کو اُترنے سے روک دے۔

(٤) یا آسمان پر رسّی کی مدد سے چڑھ کر رسولؐ اور مومنین کا رزق ہی بند کرالے۔

(٥) یا پھر اگر رسولؐ اور مومنین کی مدد بند نہ کرا سکے تو گھر کی چھت سے رسّی لٹکائے اور خودکشی کرلے۔

(٦) یا پھر رسّی کی مدد سے آسمان پر چڑھ کر رسولِ خداؐ اور مومنین کے خلاف مدد لے آئے۔

(٧) اگر سلسلۂ تقریر کو سامنے رکھا جائے تو صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ یہ دین کے کنارے پر کھڑا رہنے والا شکی مسلمان خدا کی قضا و قدر سے ہمیشہ ناراض رہتا ہے، اِس احمق انسان سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تو کسی طرح خدا کی تقدیر اور قضا و قدر کو بدل سکتا ہے تو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر دیکھ لے۔ بڑی سے بڑی کوشش، جس کا تصور کیا جا سکتا ہے، کرلے، آسمان پھاڑ سکتا ہے تو پھاڑ لے، مگر تو خدا کے فیصلوں کو نہیں بدل سکتا۔ ★ . . . (تفہیم القرآن)

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام علی ابن الحسینؑ، زین العابدینؑ علیہ السلام روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "تیرے تیوریاں بدلنے سے خدا کی قضا و قدر تو نہیں بدل سکتی، البتہ وہ ثواب ضرور ضائع ہو جاتا ہے جو تجھے تقدیر کے فیصلوں پر صبر کرنے سے ملتا۔" (اگر تو خدا کے فیصلوں سے ناراض نہ ہوتا) (الحدیث)

ے تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی ✣ مری دعا ہے تری آرزو بدل جائے

★ .... (اقبالؔ)

www.drhasanrizvi.com

وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يُّرِيۡدُ ﴿۱۶﴾

(۱۶) اور ایسی ہی کھلی کھلی اور واضح باتوں کے ساتھ ہم نے اِس (قرآن) کو اُتارا ہے، اِس بناء پر کہ خدا جسے چاہتا ہے، منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالصّٰبِـِٕـيۡنَ وَالنَّصٰرٰى وَالۡمَجُوۡسَ وَالَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡۤا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفۡصِلُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ﴿۱۷﴾

(۱۷) جن لوگوں نے ابدی حقیقتوں کو دل سے مانا ہے، یا جو یہودی، صابی (ستارہ پرست)، عیسائی اور مجوسی ہیں اور جن لوگوں نے شرک کیا ہے، اللہ قیامت کے دن لازمی طور پر اُن سب کے درمیان (اُن کے اختلافات کا) فیصلہ کرے گا (کیونکہ ہر چیز اللہ کی نظر میں ہے (یا)، اللہ ہر ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے۔

مجوسی کون ہیں؟

جناب رسولِ خدا ؐ نے مجوسیوں سے جزیہ لیا۔ جس پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپؐ نے تو یہ فرمایا تھا کہ میں اہلِ کتاب کے علاوہ کسی سے جزیہ نہیں لیتا۔ اِس پر آپؐ نے فرمایا:

"مجوسی ایک نبیؑ کی اُمت تھے جن کو انھوں نے قتل کیا۔ یہ لوگ کتاب رکھتے تھے جسے اُنھوں نے جلا ڈالا۔" (مجوسی اپنی محارم سے نکاح کو جائز سمجھتے ہیں) (انوار النعمانیہ) ★ ..... (وسائل الشیعہ)

★ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ نے مجوسیوں پر ایک کتاب اُتاری تھی اور ایک نبی ان کی طرف بھیجا تھا۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۱)

www.drhasanrizvi.com

★ حضرت امام علی ابن الحسینؑ (زین العابدینؑ) علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ: "مجوسیوں سے اہلِ کتاب کا سا برتاؤ کیا کرو۔" (مجوسی کی جمع مجوس ہے)

★ ---- (تفسیر نمونہ)

صابئین سے مراد کسی آسمانی دین کے پیروکار ہیں۔ کیونکہ ان کا ذکر بھی یہود و نصاریٰ کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ بعض مفسرین ان کو حضرت یحییٰؑ بن زکریاؑ کا پیروکار سمجھتے ہیں۔

★ بعض دوسرے مفسرین کے نزدیک صابئین وہ ہیں کہ جنھوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے عقیدوں کو ملا کر ایک نیا مذہب بنالیا۔ یہ لوگ بہتے پانی سے خاص عقیدت رکھتے ہیں، اسی لیے زیادہ تر بڑے دریاؤں کے کناروں پر رہتے ہیں۔

★ بعض مفسرین ان کو ستارہ پرست لکھتے ہیں۔ لیکن یہ آیت اِس بات کی نفی کر رہی ہے کیونکہ خدا نے اِن کا ذکر مشرکین کے ساتھ نہیں فرمایا۔ ★ ... (تفسیر نمونہ)

★ خدا کا فرمانا: "خدا فیصلہ کر دے گا۔" یعنی اپنا فیصلہ ظاہر کر دے گا، اور ان کا انجام اُن کے سامنے لے آئے گا۔ (جلالین)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ نجات کا دار و مدار صرف اچھے اعمال پر نہیں ہوتا۔ اگر نجات کا دار و مدار صرف اعمالِ حسنہ پر ہوتا تو خدا اِس آیت میں لوگوں کے عقائد کو جماعتی نشان بنا کر اُن کے درمیان فیصلہ کرنے کا اعلان نہ فرماتا۔ ★ ... (تفسیر تبیان)

★ آیت کا حاصلِ مطلب یہ ہے کہ: "انسانوں میں جو اختلافات ہیں اُس کا فیصلہ دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ یہ اختلاف بس قیامت ہی میں دور ہو گا۔ قیامت کے دن دو ٹوک فیصلہ کر دیا جائے گا کہ کون حق پر ہے اور کون باطل پر۔ اگرچہ خدا کی کتاب نے یہ فیصلہ دنیا ہی میں کر دیا ہے، مگر یہاں فیصلے کے معنی "جھگڑا چکانے" کے ہیں۔ یہ جھگڑے قیامت کے دن ہی چکا کر ختم کر دیے جائیں گے۔"

★ ---- (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ (۱۸) کیا تم نے نہیں دیکھا (کہ اللہ کے سامنے

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي — سجدہ کرتے ہیں وہ سب کے سب جو
الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ — آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں (مثلاً)
وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ — سورج، چاند، ستارے، پہاڑ، درخت،
وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ — جانور (چوپائے وغیرہ) اور بہت سے آدمی،
النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ — اور زیادہ لوگ تو ایسے بھی ہیں کہ اُن پر
الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ — خدا کا عذاب مقرر ہو چکا ہے۔ (یعنی) جو
فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ — خدا کی سزا کے مستحق ہو چکے ہیں۔ غرض جسے
يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ؕ السجدۃ ۱۸ — اللہ ذلیل و خوار کر دے، اُسے پھر کوئی

عزت دینے والا نہیں ہوتا۔ یقیناً اللہ جو چاہتا ہے، وہ کرتا ہے۔

"اَلَمْ تَرَ": (کیا تو نے نہیں دیکھا؟) رویت کے معنی صرف دیکھنا نہیں ہوتا، بلکہ یہ لفظ "علم" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ بعض دفعہ بہت واضح حقائق کو دیکھنے کے لفظ سے بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ آپ نے دیکھا نہیں کہ فلاں شخص کتنا عالم ہے یا جاہل ہے۔ جبکہ علم اور جہل کو ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ دراصل رویت سے مراد علم و یقین ہے۔

*---- (تفسیر نمونہ)

(اس سے مراد غور و فکر بھی ہوتا ہے)

(یعنی: کیا تم نے غور و فکر نہیں کیا کہ ہر شے خدا کے سامنے سجدہ (اطاعت میں) ہے۔)

السجدۃ ۱

www.drhasanrizvi.com

سجدے سے مراد خدا کو دل و جان سے تسلیم کرنا ہے۔ اور عملاً اُس کی اطاعت کرنا ہے۔
اب جہاں اختیار ہی نہیں ہے، وہاں قوانینِ قدرت کے ذریعے تکوینی اطاعت مراد ہوتی ہے۔
کیونکہ انسان فاعلِ مختار ہے اس لیے انسانوں کے لیے کہا گیا: "بہت سے انسان ایسے بھی ہیں جو نافرمان ہیں"
اب کیونکہ انسانوں کی یہ نافرمانی اُن کے اپنے اختیارات کے غلط استعمال کی وجہ سے ہوتی ہے، اس لئے،
اس کا انجام یہ ہے کہ اُن پر عذاب ہوگا۔"

*---- (فصل الخطاب)

نتائج محققین نے نتیجہ نکالا کہ اگر خیر و شر کا فاعل صرف خدا ہوتا تو اُس کو اہلِ معصیت
کو ذلیل کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ اِس لیے ماننا پڑے گا کہ اللہ کا عزّت دینا یا ذلیل کرنا، اُن کے
استحقاق کی بنا پر ہوتا ہے، اِس کا تعلق لوگوں کے اختیاری کردار سے ہوتا ہے۔ اِس سے یہ بھی ثابت
ہوا کہ اللہ کا چاہنا، بلاوجہ اور اندھا دھند نہیں ہوا کرتا۔ اللہ کا چاہنا بوجہ استحقاق ہوا کرتا ہے، اور
عدل و رحم کے تقاضوں کے مطابق ہوا کرتا ہے۔

*---- (تفسیر تبیان)

*۱ مشرک اور کافر بھی مجبوراً خدا کی اطاعت کر رہے ہیں جیسے ہوا اور پانی خدا کی اطاعت کر رہے ہیں
کافر بھی خدا ہی کے حکم سے وجود میں آتا ہے، خدا ہی کے حکم اور اجازت سے سانس لیتا ہے۔

۲۔ کوئی نبی، فرشتہ، دیوی، دیوتا، ولی، مرشد خدائی اختیارات نہیں رکھتے۔ ان میں سے کسی کو
الوہیت یا معبودیت کا مقام حاصل نہیں۔ نہ کوئی خدا کا ہم جنس ہے، نہ مثیل۔

۳۔ یہاں ذلت اور عزت سے مراد وہ عزت و ذلت ہے جو حق کو ماننے یا نہ ماننے سے حاصل ہوتی ہے
جو حق کو مان لیتا ہے وہ حقیقتاً باعزت ہو جاتا ہے، اور جو ابدی روشن حقیقتوں کو آنکھ کھول کر نہیں دیکھتا
حقیقتاً وہ ذلیل ہو کر رہتا ہے۔ یہی وہ عزت ہے جو خدا کی طرف سے مومنین کو ملتی ہے، اور یہی وہ ذلت ہے
جو حق کے منکروں کو خدا کی طرف سے ملتی ہے جس کی وجہ سے وہ عقلی اعتبار سے پست ہو جاتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۚ (۱۹)

یہ دو گروہ ہیں جو اپنے پالنے والے مالک کے بارے میں جھگڑے ہی چلے جا رہے ہیں، تو ان میں سے وہ لوگ جنھوں نے کفر کا طریقۂ زندگی اختیار کیا ہے، اُن کے لیے تو آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں۔ اُن کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ لوگوں کے جھگڑے تو قیامت ہی کے دن چکائے جائیں گے لیکن اگر کوئی آنکھیں رکھتا ہے تو وہ آج بھی دیکھ اور سمجھ سکتا ہے کہ کون حق پر ہے؟ پوری کائنات کا نظام اسی بات پر گواہ ہے کہ ساری کائنات پر صرف اور صرف ایک خدا کی خدائی پورے زور شور سے چل رہی ہے۔ زمین کے ایک ایک ذرّے سے لیکر آسمان کے بڑے سے بڑے سیاروں تک سب کے سب ایک ہی قانون کے اندر جکڑے ہوئے ہیں۔ کوئی پتّا بال برابر اُس کی اجازت کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔ اِس کے باوجود ایک بے دین دہریہ ہے جسے ایسے عظیم مالک کا وجود ہی نظر نہیں آتا، اور دوسرا مشرک ہے جو ایسے بااختیار عظیم محسن و مالک کو چھوڑ کر بے اختیاروں کے سامنے جھک رہا ہے جو اصل خدا کے سامنے اُسی طرح مجبور ہیں جیسے ہوا، پانی وغیرہ۔ جبکہ اُن میں خدائی شان کا ادنیٰ سا بھی شائبہ نہیں ہے، پھر بھی یہ مشرک انہی کو اپنی تقدیر کا مالک سمجھ رہے ہیں اور خداوندِ عالم کا ہم جنس یا مثیل ٹھہرا رہے ہیں، وہ جو ذرّہ بھی پیدا نہیں کر سکتے اُن کو کائنات کے خالق کے برابر مان رہے ہیں۔ یہی گروہ اپنے مالک کے معاملے میں مومنین سے جھگڑتے ہیں، انہی لوگوں کے لیے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں اور انہی کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اگلی آیتوں میں انہی کا حشر نشر بیان کیا جا رہا ہے۔

(تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِىْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿۲۰﴾ (۲۰) جس سے اُن کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کے حصّے تک گل کر پگھل جائیں گے۔

وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿۲۱﴾ (۲۱) پھر اُن کی خبر لینے کے لیے لوہے کے گرز بھی ہوں گے۔

كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۲۲﴾ (۲۲) جب بھی وہ یہ چاہیں گے کہ اِس (سزا) سے نکل بھاگیں، تو اُنھیں پھر اُسی میں دھکیل کر پلٹا دیا جایا کرے گا کہ لو اب چکھو (جہنّم کی) آگ میں جلنے کی سزا کا مزہ۔ ع۱۲/۹

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: جہنمیوں کے لیے جو گرز ہوں گے، اگر اُن میں سے ایک گرز بھی زمین پر رکھ دیا جائے تو سارے انسان اور جنّ ملکر بھی اُس کو نہیں اُٹھا سکتے۔
★.... (تفسیر صافی ص۳۳۵ بحوالۂ تفسیر مجمع البیان)

دل کی سختی کا علاج
جہنّم کا ایک منظر

ایک دفعہ ابو بصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: فرزندِ رسولؐ! میرا دل سخت ہو گیا ہے (کچھ موعظہ فرمائیے)

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: جبرئیلؑ ایک مرتبہ جناب رسولِ خداؐ کے پاس تلخ چہرے کے ساتھ حاضر ہوئے، حالانکہ وہ ہمیشہ مسکراتے ہوئے آیا کرتے تھے۔ جناب رسولِ خداؐ نے اِس انداز سے آنے کے بارے میں جبرئیلؑ سے وجہ دریافت کی۔؟

جبرئیلؑ نے عرض کی: میں ابھی آگ کی پھونکیاں چھوڑ کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں

www.drhasanrizvi.com

آنحضرتؐ نے فرمایا: "کچھ تفصیل بیان کرو۔"

جبرئیلؑ نے عرض کی: "پروردگارِ عالم کی جانب سے آتشِ جہنم کو بھڑکانے کا حکم ہوا تو ایک ہزار سال تک اُس کی آگ کو پھونکا گیا یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک پھونکا اور بھڑکایا تو وہ سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک پھونکا اور بھڑکایا، تو وہ سیاہ ہوگئی۔ اب اس کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ اگر اہلِ جہنم کے پانی میں سے ایک قطرہ دنیا کے تمام پانیوں میں مل جائے تو اُس کی بدبو اور گرمی سے تمام اہلِ زمین مرجائیں اور جہنم کی زنجیر جو ستر ہاتھ لمبی ہے، اُس کی ایک کڑی اگر دنیا میں ظاہر ہوجائے تو ساری دنیا اُس کی حرارت سے پگھل جائے۔ اور اگر کسی دوزخی کی ایک قمیص زمین و آسمان کے درمیان لٹکا دی جائے تو اُس کی بدبو سے تمام اہلِ زمین مرجائیں۔" اِس خبر کے سننے کے بعد آنحضرتؐ کو کسی نے مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔

پھر جبرئیلؑ نے عرض کی: جب کسی دوزخی کو دوزخ میں پھینکا جائے گا تو وہ ستر سال تک کی مسافت کے برابر جہنم کی گہرائی میں چلا جائے گا، پھر جب اوپر آئے گا تو لوہے کا گرز اُس کے سر پر مارا جائے گا، پھر وہ جہنم کی تہ تک چلا جائے گا۔ جیسا کہ آیت مجیدہ میں خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔

اور اُن کے چمڑے جل جائیں گے تو اُن کو تبدیل کر دیا جائے گا۔

پس امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابو بصیر! اتنا کافی ہے یا کچھ اور بھی بیان کروں؟

ابو بصیر کہنے لگے: حضور! اسی قدر کافی ہے۔

★ بروایت ابنِ طاؤس "برہان" میں منقول ہے کہ پھر جبرئیلؑ نے قسم کھا کر کہا کہ مجھے اُس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو برحق نبی مبعوث فرمایا ہے کہ اگر سوئی کے سوراخ کے برابر آتشِ جہنم کی حرارت کو زمین کی طرف راستہ مل جائے تو تمام اہلِ زمین تڑپ تڑپ کر مرجائیں اور کسی جہنمی کو جہنم سے نکال کر زمین پر بھیجا جائے تو اہلِ زمین اُس کو دیکھ کر ہلاک ہوجائیں۔ اگر دوزخ کی زنجیر کے ایک ہاتھ کے برابر ٹکڑے کو پہاڑوں پر ڈال دیا جائے تو تمام پہاڑ پگھل جائیں اور زقوم جو جہنمی کو پلایا جائے گا اُس کا ایک قطرہ پہاڑوں پر گر جائے تو سب پہاڑ زمین میں دھنس جائیں .... اور .... (بحوالہ تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۱)

www.drhasanrizvi.com

مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر غسلین کا ایک قطرہ پہاڑوں پر ٹپک جائے، تو تمام پہاڑ اُس کو برداشت نہ کرسکیں گے۔ تو کیا ہوگا اُس کا جس کو دوزخ میں پینے کے لیے وہی غسلین دیا جائے گا۔ ...... اِسی طرح ایک گرز اگر پہاڑوں پر رکھا جائے تو اُس کے وزن سے تمام پہاڑ زمین دوز ہوجائیں۔ تو ..... کیا حال ہوگا اُس کا جس کے سر پر وہ گرز مارا جائے گا ؟

اور ایک روایت میں ہے کہ جہنّمیوں کی حالت یہ ہوگی کہ اُن کا اوپر کا ہونٹ بلند کرکے سر کے برابر کردیا جائے گا اور نیچے کا ہونٹ ناف تک چلا جائے گا۔ (العیاذ باللہ، الحفیظ والامان)

..... (تفسیر برہان۔ تفسیر انوار النجف ج۱۰ ص۱۹)

کفار کے لیے چار سزاؤں کا ذکر

یہ وہ کفار ہیں جن کے لیے فرمایا کہ وہ جان بوجھ کر حق کا انکار کرتے ہیں اُن کے لیے چار سزاؤں کا ذکر فرمایا۔

(۱) "اُن کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جاچکے ہیں۔" یعنی آگ کے ٹکڑوں کو کاٹ کاٹ کر لباس کی طرح اُن کے جسموں پر سی دیا جائے گا۔ یا آگ چادر کی طرح اُن کو ہر طرف سے گھیر لے گی۔

(۲) پھر دوزخ کا کھولتا ہوا پانی اُن کے سروں پر اُنڈیلا جاتا رہے گا۔

(۳) پھر اوپر سے اُن کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے جو اُن کے سروں پر برسائے جاتے رہیں گے۔

(۴) چوتھی سزا اُن کے لیے یہ ہوگی کہ جب وہ تنگ آکر جہنّم سے نکلنا چاہیں گے تو اُن کو دوبارہ اُسی میں پھینک دیا جائے گا۔ اور اُس پر یہ فقرہ بھی کسا جائے گا کہ اب اس جلا دینے والی آگ کی سزا کا مزہ چکھو۔ یعنی ساتھ ساتھ توہین و تذلیل بھی کی جاتی رہے گی۔ (تفسیر نمونہ)

★ حدیثِ قدسی ص۴۹ پر مرقوم ہے کہ: اے فرزندِ آدم! میں نے یہ دوزخ کی آگیں نہیں پیدا کیں مگر صرف ہر کافر کے لیے، بخیل اور چغل خور کے لیے، اور اپنے ماں باپ کے نافرمان اور زکوٰۃ نہ دینے والے کے لیے، سود خور، زناکار، حرام سے جماع کرنے والے، قرآن کو بھلا دینے والے، پڑوسیوں کو تکلیف دینے والے کے لیے ..... الخ

..... (حدیثِ قدسی ص۴۹-۵۰)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ اللّٰہَ یُدۡخِلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا (۲۳) (دوسری طرف) جن لوگوں نے ابدی

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ حقیقتوں کو دل سے مانا ہوگا اور اچھے اچھے

تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ کام بھی کیے ہوں گے، اُن کو خدا لازمی طور

یُحَلَّوۡنَ فِیۡهَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ جنتوں کے ایسے سرسبز و شاداب گھنے

ذَهَبٍ وَّلُؤۡلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمۡ باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے

فِیۡهَا حَرِیۡرٌ ﴿۲۳﴾ نہریں بہ رہی ہوں گی، وہاں انھیں سونے

کے کنگن اور موتی (کے ہار) پہنا کر آراستہ پیراستہ کر دیا جائے گا، اور

اُس میں اُن کے لباس ریشم سے تیار کیے ہوئے ہوں گے۔

محققین نے نتیجے نکالے

(۱) جو لوگ دنیا میں حکمِ خدا کی وجہ سے ریشم و سونا نہیں پہنتے تھے، خدا نے یہ سب کچھ (دنیا سے کہیں بہتر انداز میں) جنت میں اُن کے لیے فراہم کر لیا۔ کیونکہ جنت دار الجزاء ہے، دارِ تکلیف نہیں۔ اس لیے وہاں سونا، ریشم پہننا مردوں پر بھی حرام نہ ہوگا۔ (تفسیر تبیان)

(۲) دوسرا نتیجہ یہ نکالا کہ جنت والوں کو شاہانہ لباس پہنائے جائیں گے جس طرح جہنم والوں کو آگ کے لباس پہنائے جائیں گے۔ کیونکہ پرانے زمانے میں بادشاہ سونے چاندی کے ہیرے جواہرات کے زیورات پہنا کرتے تھے۔ (گویا یہ لباس اُن کی بادشاہت اور حکمرانی کی طرف اشارہ ہیں) (تفہیم القرآن)

جنت کی ایک جھلک

جناب ابو بصیر صحابی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپؑ سے

www.drhasanrizvi.com

عرض کی کہ: فرزندِ رسولؐ! جنّت کی کچھ تعریف بیان فرمائیں۔

حضرت امام علیہ السّلام نے فرمایا: "جنّت کی کم سے کم نعمات میں سے یہ ہیں کہ:

(۱) اُس کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے سونگھی جائے گی۔

(۲) معمولی سے معمولی جنّتی کا مکان اتنا وسیع ہوگا کہ اگر تمام جنّ اور انسان ایک ہی وقت میں اُس کے مہمان ہوجائیں تو سب کے لیے کافی ہو۔ اور اُن کے کھانے پینے کے بعد بھی ایسا معلوم ہوگا کہ وہاں کسی نے کچھ کھایا پیا ہی نہیں۔

(۳) کم سے کم درجے کا جنّتی جب اپنی جنّت کے پہلے درجے میں پہنچے گا تو وہاں اس قدر غلام اور کنیزیں نہریں اور میوے دیکھے گا کہ اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی اور دل و دماغ باغ باغ ہوجائیں گے۔ وہ خدا کا دل سے شکر ادا کرے گا۔ تو خدا کا حکم آئے گا کہ "سر اُٹھاؤ" اور اب تم اپنی جنّت کا

(۴) دوسرا درجہ دیکھ لو۔" جب سجدۂ شکر سے سر اُٹھا کر وہ دیکھے گا تو نعمتوں کی 'پہلے درجے سے کئی گنا فراوانی زیادہ دیکھے گا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ پھر سجدۂ شکر میں گر جائے گا۔

(۵) پھر خدا کا حکم ہوگا: "اے میرے بندے اُٹھ اور اپنی جنّت کا تیسرا درجہ بھی دیکھ لے۔" اب جو وہ نعمتوں کو دیکھے گا تو اُس کا دل خوشی سے لبریز ہوجائے گا' یہ جنّت الخلد ہوگی۔

(۶) پھر آپؑ نے فرمایا: مومن کو آٹھ سو کنواری حوریں اور چار ہزار ثیّب حوریں ملیں گی۔

(۷) پھر ان کے علاوہ دو حور العین عطا کی جائیں گی۔ ان کی تخلیق جنّت کی نورانی مٹّی سے ہوگی۔
*..... (تفسیر صافی بحوالہ تفسیر قمی، الخبر ملخصًا بحوالہ تفسیر انوار النجف ج۱۱ ص۲۰)

حَرِیۡرٌ: خداوندِ عالم نے دنیا میں مردوں پر ریشمی لباس حرام کیا ہے۔ اور جنّت میں اس لباس کی پیشکش فرمائی ہے۔ وہاں ہر قسم کی زینت سے مزیّن ہو کر نعماتِ پروردگار میں عیش و آرام کی دائمی زندگی ہوگی۔ وہاں نہ کوئی لغویات، نہ فضول اور دل آزار آوازیں ہوں گی بس پیار و محبّت کے لہجے میں مومن آپس میں ہمکلام ہوں گے۔ اور بعض اوقات فرشتوں سے بھی تحیّہ و سلام سے ملاقاتیں ہوں گی۔ (انوار النجف ج۱۱ ص۱۹)

www.drhasanrizvi.com

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ﴿۲۴﴾

(۲۴) (یہ اس لیے ہوگا کہ) ان کو پاک و پاکیزہ بات کرنے (کلمۂ طیبہ پڑھنے) کی ہدایت بخشی گئی تھی اور ان کی ہدایت بے حد قابلِ تعریف راستے کی طرف ہوئی تھی (مراد ولایتِ علی علیہ السلام کا راستہ)

صراطِ الحمید

یعنی: ایسا راستہ جس پر چلنے والا تعریف کا مستحق ہوجائے۔

..... (راغب)

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"ان سے اولین مراد حضرت حمزہؓ، جعفر طیارؓ، عبیدہؓ، سلمانِ فارسیؓ، ابوذرِ غفاریؓ، مقدادؓ، ابن اسودؓ، عمار بن یاسرؓ ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے ولایت علیؑ کی راہ پالی۔"

..... (تفسیر صافی ص۳۲۵ بحوالہ صافی)

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "خدا کی قسم "صراطِ الحمید" سے مراد وہ امر (بات) ہے جس پر تم لوگوں کو قائم ہونا چاہیے۔ (یعنی: اہلِ بیتِ رسولؐ کی ولایت و محبت کا امر)

..... (المحاسن)

★ "طَيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ" (پاکیزہ بات) سے مراد کلمۂ طیبہ اور عقیدۂ صالحہ کو قبول کرنا۔ اور "صراط الحمید" سے مراد اُس خدا کا راستہ جس کی تمام صفات قابلِ تعریف ہیں۔ انھیں یہی راستہ دکھایا گیا ہے۔"

..... (تفہیم القرآن)

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"پاکیزہ قول سے مراد توحید اور اخلاص فی التوحید" ہے۔ اور "صراط الحمید" سے مراد "ولایت" یعنی اللہ کے مقرر کیے ہوئے اماموں اور رہبروں کی قیادت کو قبول کرنا ہے۔" ★ یہ حدیث اس آیت کی اعلیٰ ترین تفسیر ہے۔

(تفسیر علی بن ابراہیم)

..... (تفسیر کنز)

www.drhasanrizvi.com

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ (۲۵) مگر جن لوگوں نے ابدی حقیقتوں (یا)
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ خدا و رسولؐ کے انکار کا طریقۂ زندگی اختیار
الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَهُ لِلنَّاسِ کیا اور وہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روک
سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ بھی رہے ہیں، اور اُس واجب الاحترام
وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ مسجد میں جانے سے بھی روک رہے ہیں
نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۲۵﴾ جسے ہم نے سارے عالمِ انسانیت کے لیے
بنایا ہے، جس میں وہاں کے رہنے والوں اور باہر سے آنے والوں کے حقوق بالکل برابر ہیں (تو ایسے منکرینِ حق کو اور) جو بھی اُس مسجد میں سیدھے راستے سے ہٹ کر ظلم اور زیادتی کا راستہ اختیار کرے گا، تو ہم اُسے سخت تکلیف دینے والی سزا کا مزہ چکھائیں گے۔

★ اللہ کی راہ سے روکنے کے معنی: ایمان اور اعمالِ صالحہ سے روکنا یا اُن کے راستے میں کسی بھی قسم کی رکاوٹ ڈالنا۔ خواہ وہ رکاوٹ عملی شکل میں ہو یا الفاظ کی شکل میں۔ مثلاً دینِ حق کے خلاف پروپگنڈہ کرنا بھی اللہ کی راہ سے روکنا ہے۔

★ محققین نے نتیجہ نکالا کہ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ "بیت اللہ" کا خادم یا متولی بن کر وہاں کا ٹھیکیدار بن جائے اور جس کو چاہے مکّہ کا ویزا دے اور جب چاہے منع کر دے۔ حاجیوں اور زائرین کے لیے کسی قسم کی چھوٹی سے چھوٹی رکاوٹ ڈالنا اور وہاں زبردستی اپنے عقیدے کو نافذ کرنا حرام ہے۔
...... (تفسیر نمونہ)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:-

"کوئی شخص مکّہ میں اپنے اوپر کوئی بھی ظلم کرتا ہے، چاہے وہ چوری ہو یا کسی پر کوئی زیادتی ہو یا جبر و تشدد

www.drhasanrizvi.com

ہو، میں اِن سب کو "الحاد" سمجھتا ہوں۔

٭ ..... (تفسیر نور الثقلین جلد۳)

★ اِسی وجہ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام لوگوں کو مکہ میں زیادہ دیر تک رُکے رہنے سے منع فرماتے تھے "کیونکہ مکہ میں گناہ کی سزا زیادہ اور سخت ہے۔"

٭ ..... (تفسیر نور الثقلین جلد۳۔ تفسیر نمونہ)

★ اسی بنا پر فقہاء نے فتوٰے دیا ہے کہ اگر کوئی شخص حرم خدا میں ایسا گناہ کرے جس کی حد معیّن ہے، اُس کے اوپر حد کے علاوہ تعزیر بھی جاری کی جائے گی۔ اِس فتوے کو اسی آیت سے اخذ کیا گیا ہے۔

٭ ..... (کنز العرفان جلد۱)

★ خدا کا فرمانا: "کعبہ میں وہاں کے رہنے والے اور باہر سے آنے والوں کے حقوق برابر ہیں۔" یعنی: وہاں وطنی، غیر وطنی، ملکی، غیر ملکی، عرب، غیر عرب کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ کعبہ پر سب مسلمانوں کا حق بالکل برابر ہے۔ اس لیے کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہاں اپنے خاص مسلک کو تمام مسلمانوں پر جبراً ٹھونسنے کی کوششیں کرے۔ کیونکہ وہاں تمام اسلامی دنیا کے مسلمانوں کا حق برابر ہے۔

٭ ..... (فصل الخطاب)

نتیجہ فقہاء نے نتیجہ نکالا کہ: حرمِ مطہر کی زمین وقف کی مصداق ہے۔ کسی کو اس کی ملکیّت کا دعوٰے کرنا، یہاں آنے جانے سے روکنا جائز نہیں۔ حتّٰی کہ مکہ کے مکانات کی خرید و فروخت تک کو صحابہ کرام مکروہ سمجھتے تھے۔

٭ ..... (ابوبکر جصّاص)

★ عبداللہ ابنِ عمر سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا: "مکہ مسافروں کے اترنے کی جگہ ہے۔ نہ اس کی زمینیں بیچی جائیں، اور نہ اس کے مکان کرائے پر چڑھائے جائیں۔"

٭ ..... (تفہیم القرآن مولانا مودودی)

★ حضرت عبداللہ ابنِ عبّاس کا قول ہے کہ: "اللہ نے پورے حرمِ مکہ کو مسجد بنا دیا ہے، جہاں سب کے حقوق برابر ہیں۔ مکہ والوں کو باہر سے آنے والوں سے کرایہ وصول کرنے کا حق نہیں ہے۔"

www.drhasanrizvi.com

فقہاء میں امام ابوحنیفہ ، امام مالک ، سفیان ثوری ، امام احمد بن حنبل کا بھی یہی فتوٰی ہے اس کے باوجود بہت سے فقہاء نے مکہ کے مکانات پر لوگوں کی ملکیت کو تسلیم بھی کیا ہے اور وہاں کی زمین کی خرید و فروخت کو جائز بھی قرار دیا ہے لیکن یہ مسلک ، کتاب اللہ اور سنّتِ رسول ص کے خلاف ہے۔ اِس لیے کہ خدا نے تمام دنیا کے مسلمانوں پر حج واجب اِس لیے نہیں کیا ہے کہ یہ مکہ والوں کی آمدنی کا ذریعہ بنے مسلمان فرض ادا کرنے کی وجہ سے مجبوراً مکہ جائیں اور مکہ والے خوب خوب اُن سے کرائے وصول کریں۔ حقیقتاً مکہ کی زمین کسی کی ملکیت نہیں ہے۔

★ ...... (تفہیم القرآن مولنا مودودی)

ظلم کے راستے سے مراد

" ہر وہ عمل ہے جو حق سے ہٹا ہوا ہو۔ "

★ یوں تو ہر گناہ بُرا ہے۔ مگر مکہ میں گناہ کرنا اور زیادہ شدید ہے۔ بلاضرورت قسم کھانے کو بھی فقہاء نے " الحاد فی الحرم " میں شمار کیا ہے۔ اور اِس آیت کا مصداق ٹھہرایا ہے۔

★ ..... (تفہیم)

نتیجہ

غرض آیت کے الفاظ واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ مکہ کی زمین پر سارے مسلمانوں کا برابر کا حق ہے۔ اس لیے مکہ کی زمین بیچنا بھی جائز نہیں اور کرائے پر دینا بھی جائز نہیں۔

★ احادیث میں ہے کہ پہلے مکہ والے اپنے گھروں کے دروازے تک نہیں لگاتے تھے۔ جو چاہتا آتا ، رہتا اور فرائضِ حج ادا کر کے چلا جاتا۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے معاویہ نے مکہ میں اپنے گھر میں دروازہ لگایا۔

★ ..... (تفسیر برہان)

★ بعض تفسیروں میں ہے کہ اِس آیت میں سزا دینے کی خبر اُن لوگوں کو دی جا رہی ہے جنھوں نے حدیبیہ کے موقع پر جناب رسول خدا ص کو مکے میں داخل ہونے سے روکا تھا۔

★ ..... (تفسیر مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (۲۶)

(۲۶) اور ذرا وہ وقت تو یاد کرو کہ جب ہم نے ابراہیمؑ کے لیے اپنے اِس گھر (کعبہ) کی جگہ کو معیّن کیا تھا (تاکہ) تم میرے ساتھ کسی کو خدائی میں شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور مسجد میں قیام کرنے والوں، اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھّو۔

کعبہ کی فضیلت اور رحمتیں

جب حضرت ابراہیمؑ کو کعبہ کی تعمیر کا حکم ہوا تو آپؑ حیران تھے کہ کعبہ کی بنیادیں کہاں ہیں؟ چنانچہ خدا کے حکم سے ایک تیز ہوا چلی جس نے مٹّی کو اُڑا کر کعبہ کی اصل بنیاد کو ظاہر کردیا۔ اصل میں کعبہ طوفانِ نوحؑ میں گر گیا تھا۔

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "کعبہ کے اردگرد خدا کی ایک سو بیس رحمتیں ہیں۔ جن میں سے ساٹھ صرف طواف کرنے والوں کے لیے ہیں اور چالیس نمازیوں کے لیے ہیں اور باقی بیس کعبہ کی زیارت کرنے والوں کے لیے ہیں۔"

★ .... (تفسیر انوار النجف)

★ حضرت ابراہیمؑ کو اصل میں خانۂ کعبہ اور اُس کے اردگرد کے علاقے سے ظاہری اور باطنی گندگی کو دور کرنے کا حکم دیا گیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ بتوں کی نجاست، شرک کی نجاست، گناہ اور ظلم کی نجاستوں سے اِس جگہ کو پاک رکھیں۔ تاکہ یہاں خالص خدا کی بندگی ہو۔

قائمین کا لفظ آیت میں رکوع و سجود کے درمیان آیا ہے اس لئے یہاں قائمین سے مراد نماز میں قیام کرنے والے ہی ہوسکتے ہیں۔" بعض نے مکّہ میں قیام کرنے والے بھی مراد لیے ہیں۔ ★... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿۲۷﴾

(۲۷) اور اب تم، لوگوں کے لیے حج پر آنے کا اعلان کر دو، تو وہ تمہارے پاس ہر دور دراز رستے سے، پیدل اور لاغر و کمزور سواریوں پر سوار ہو کر آئیں گے۔

حضرت ابراہیمؑ کی آواز

قیامت تک آنے والی ہر اُس روح نے سُنی جن کے لیے علمِ خدا میں حج کرنا مقرر تھا۔ جس طرح حضرت سلیمانؑ ہوا میں تخت پر اُڑتے ہوئے زمین پر کلام کرنے والی ایک چیونٹی کی آواز سن سکتے تھے جو دھیمی آواز سے بول رہی تھی۔ (جبکہ چیونٹی کی آواز ابھی تک ریکارڈ نہیں کی جا سکی)

★ حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ: "حضرت ابراہیمؑ کوہِ ابو قُبیس کے اوپر چڑھے اور کانوں میں انگلیاں ڈال کر بلند آواز سے حج کا اعلان فرمایا: لوگوں نے عالمِ ارواح میں لبیک کہا۔"

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر مجمع البیان)

★ جب حضرت ابراہیمؑ کو اعلان کرنے کا حکم ہوا تو اُنھوں نے عرض کی: مالک! میری آواز لوگوں تک کیسے پہنچے گی؟ خداوندِ عالم نے فرمایا: "اعلان کرنا تمہارا کام ہے، آواز کا ہر کان تک پہنچانا میرا کام ہے۔"

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر برہان)

حاجیوں کے درجات

آیت میں حج پر جانے والوں میں سب سے پہلے پیدل جانے والوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اِس لیے۔ پیدل جانے والوں کا رُتبہ سب سے زیادہ ہے۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔ اِسی لیے جناب رسولِ خداؐ نے حج پر پیدل جانے والوں کے لیے ہر قدم پر سات سَو نیکیوں کا ثواب فرمایا ہے، جبکہ سواری پر جانے والوں کے لیے صرف ستّر نیکیوں کا ثواب فرمایا ہے۔

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر نور الثقلین جلد ۳)

★ ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر علی بن ابراہیم، روح المعانی، تفسیر کبیر امام رازی۔ تفسیر انوار النجف، مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

★ مشہور مفسّر ابو الفتوح رازی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ: اُنھوں نے طواف کرتے ہوئے ایک ضعیف آدمی کو دیکھا جس کے چہرے سے لمبے سفر کی تکان نمایاں تھی۔ اور وہ لکڑی کے سہارے بڑے کرب کے عالم میں طواف کر رہا تھا۔ جب پوچھا گیا کہ بڑے میاں! آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ تو فرمایا: "پانچ سال سفر کر کے پہنچا ہوں۔"

پھر بڑی خوشی کے ساتھ دو اشعار پڑھے: (ترجمہ یہ ہے)

"اپنے محبوب سے ملنے ضرور جائیو، اگرچہ وہ تیرے گھر سے کتنا ہی دور کیوں نہ ہو۔ اور راستے میں کتنی ہی دشواریاں کیوں نہ ہوں۔ فاصلے کی طوالت محبوب سے ملاقات میں رکاوٹ نہ بنے۔ کیونکہ محب کو بہرحال محبوب کی زیارت کے لیے جانا ہی چاہیئے۔"

★ ..... (تفسیر نمونہ)

- بار بار اُس کے در پہ جاتا ہوں ✲ حالت اک اضطراب کی سی ہے۔
- کشاں کشاں لیے جاتی ہے آرزوئے وصال ✲ کشاں کشاں ترے نزدیک آئے جاتے ہیں۔

★ حضرت علی علیہ السّلام یمن سے حج کے لیے تشریف لائے۔ جب حضرت فاطمہ زہراء کے پاس پہنچے تو آپ کا لباس رنگدار اور خوشبو کی مہک محسوس کر کے محوِ حیرت ہوئے۔ کیونکہ خاتونِ جنّت احرام کھول چکی تھیں۔ پس دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ جواب دیا کہ: "آنحضرتؐ نے یہی حکم فرمایا ہے۔" پس آپؑ خدمتِ نبویؐ میں پہنچے اور جناب فاطمہ زہراؑ کے احرام کھولنے کا ذکر کیا۔

★ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: "میں نے یہی حکم دیا ہے۔" لیکن اے علیؑ! تم نے کس طرح احرام باندھا ہے

★ عرض کی: میں ویسے ہی احرام باندھا ہے جس طرح آپؐ نے احرام باندھا ہے۔

★ فرمایا: تم بھی احرام نہ کھولو، جس طرح میں نے نہیں کھولا۔ پس تم قربانی میں بھی میرے شریک ہو۔

★ ..... (ملخصاً از تفسیر انوار النجف ج۱ ص۱۳۲)

www.drhasanrizvi.com

لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾

(۲۸) "تاکہ وہ لوگ (دینی اور دنیاوی) فائدے دیکھیں (یا) اُن کے حصول کے لیے حاضر ہوں جو یہاں اُن کے لیے رکھے گئے ہیں نیز یہ کہ اِن مقررہ دِنوں میں اللہ کو خوب یاد کریں (خاص کر) اِس بات پر کہ خدا نے اُنھیں چوپایوں کے ذریعہ روزی عطا فرمائی ہے۔ پھر خود بھی اُن کا گوشت کھائیں اور محتاجوں، فقیروں، غریبوں کو بھی کھلائیں۔

حج کے فوائد

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "خدا نے حج کا حکم دیا، تاکہ:-

(۱) لوگ ایکدوسرے کو پہچانیں۔ (۲) تجارتی سامان ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل ہوسکے۔

(۳) اسلام کی تعلیمات کی اشاعت ہوسکے اور (۴) حج کو عملی طور پر انجام دینے کے ذریعہ لوگ اسلامی تعلیمات کو اپنے دلوں میں جگہ دے سکیں، اور اُن کو نہ بھولیں۔ (وسائل الشیعہ)

(۵) اگر ہر قوم اپنے ہی ملک اور شہر کی فکر کرے گی تو صرف اپنے مسائل ہی پر غور و فکر کرے گی۔ اِس طرح پوری ملتِ اسلامیہ برباد ہوجائے گی، اُن کے ملک تباہ و برباد ہوجائیں گے، اُن کے مفادات تہس نہس کردیے جائیں گے۔"

(۶) حضرت امام علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ: خدا کے اِس ارشاد کا مطلب کہ: اِس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ

www.drhasanrizvi.com

تم خدا کا فضل تلاش کرو"۔ یعنی جب حاجی احرام اُتار دے اور مناسکِ حج کا وقت ختم ہوجائے تو خرید و فروخت کرے
★ .... (تفسیر المیزان جلد ۲، تفسیر عیاشی)

(۷) حضرت امام علی ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا کہ: اس آیت میں لفظ "منافع" بہت وسیع و بلیغ ہے
یہاں مادی نفع بھی مراد ہے اور معنوی یا روحانی نفع بھی۔
★ .... (بحار الانوار جلد ۹۲)

(۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا:۔

"جب تک کعبہ باقی رہے گا، دین (اسلام) بھی باقی رہے گا۔" (وسائل الشیعہ جلد ۸)

(۹) حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا:۔

"خدا کے لیے، خدا کے گھر کے بارے میں جو خدا کے احکام ہیں، اُن پر عمل کرو، خدا کے گھر کو ہرگز خالی نہ چھوڑو، ورنہ تمھیں خدا کی طرف سے بالکل مہلت نہ دی جائے گی۔" (نہج البلاغہ۔ وصیت ۴۷)

(۱۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے قربانی کے گوشت کے سلسلے میں فرمایا:۔

"کبھی ہم کہا کرتے تھے کہ اس گوشت کا کوئی حصہ باہر نہ جائے کیونکہ یہاں لوگ ضرورتمند تھے۔ اب حاجیوں کی تعداد زیادہ ہے، اب اسے باہر بھیجو۔" (وسائل الشیعہ جلد ۱۰)

(۱۱) خدا کا فرمانا: "کھاؤ اور محتاجوں کو بھی کھلاؤ" اس میں صیغہ امرِ استحبابی ہے، فرضیت کے حکم میں نہیں۔ یعنی: اس پر عمل مستحب ہے، واجب نہیں۔ (مدارک۔ جصاص)

★ ان فائدوں سے مراد: صرف دینی فائدے ہی نہیں ہیں، بلکہ دنیوی فائدے بھی مراد ہیں۔

(۱۲) اسی کعبہ کی وجہ سے تمام عالم اسلام کو ڈھائی ہزار سال سے ایک مرکزِ وحدت حاصل ہوا ہے جس نے خاص طور پر عربوں کو اپنی قبائلیت میں گم ہونے سے بچائے رکھا۔

(۱۳) اسی حج میں ہر سال آنے کی وجہ سے عربوں کی زبان اور تہذیب ایک رہی۔

(۱۴) انھیں حج کی وجہ سے دنیا کی معلومات حاصل ہوتی رہی ہیں ————

www.drhasanrizvi.com

(۱۵) پھر یہ حج ہی کی برکت تھی کہ عرب کی عام بدامنی میں کم سے کم چار مہینے پُراَمن ہو جاتے تھے، اور تجارتی قافلے بخیریت گذر جاتے تھے۔

(۱۶) پھر عربوں کی معاشی زندگی کے لیے توجّہ عظیم (نعمت) رحمت تھی۔

★ **جانوروں پر اللہ کا نام لینے سے مراد** یہ ہے کہ: "اللہ کا نام لے کر اُن کو ذبح کیا جائے۔ قرآن میں ہر جگہ جانوروں پر اللہ کا نام لینے سے یہی مراد ہے۔ اِس سے یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ اللہ کا نام لیے بغیر یا اللہ کے سوا کسی اور کا نام لے کر جانوروں کو ذبح کرنا کفار و مشرکین کا طریقہ ہے۔ مسلمان جب کسی حلال جانور کو ذبح کرے گا، خدا کا نام لے کر ذبح کرے گا۔

★۔۔۔۔ (تفہیم القرآن)

★ **"اَیَّامٍ مَّعْلُومٰتٍ"** (چند مقررہ دنوں) سے مراد ذی الحجہ کے مہینے کے پہلے دس دن ہیں۔

★۔۔۔۔ (بقول ابنِ عباس، حسن بصری، ابراہیم نخعی، قتادہ

★۔۔۔۔ اور دوسرے صحابہ و تابعین۔ از تفسیر کبیر امام رازی)

★ **عرفات میں قیام کرنے والوں کی فضیلت :۔**

★ جنابِ رسولِ خدا ؐ نے فرمایا: "خدا عرفات میں قیام کرنے والوں کے ذریعہ فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ: میرے اِن بندوں کو دیکھو کہ دور دراز سے سفر کر کے (میرے حکم پر) یہاں آئے ہیں۔ تم گواہ رہنا، کہ میں نے اِن کی دعاؤں کو قبول کیا اِن کے نیکوں کی وجہ سے اُن کے بدکاروں کو معاف کیا۔ نیک عمل کرنے والوں کو وہ سب کچھ عطا کیا جو وہ مانگ رہے ہیں۔"

مشعر الحرام کی فضیلت : جب حاجی مشعر الحرام میں عجز و انکساری سے دعائیں مانگتے ہیں تو پھر خدا اپنے ملائکہ سے فرماتا ہے کہ میرے بندے میری طرف متوجّہ ہو کر مجھ ہی سے مانگ رہے ہیں۔ پس تم گواہ رہنا، اِن کی دعائیں قبول، اِن کے بدکاروں کے لیے معافی ہے اور اِن کے نیکوں کو سب کچھ عطا کروں گا، حتیٰ کہ ان کے باہمی حقوق ادا کرنے کا بھی خود کفیل بن جاؤں گا۔ (یعنی انھوں نے جو ایک دوسرے کا حق ادا نہیں کیا ہے، میں خود ادا کروں گا)

★۔۔۔۔ (مجمع البیان)

www.drhasanrizvi.com

ثُمَّ لۡيَقۡضُوۡا تَفَثَهُمۡ وَلۡيُوۡفُوۡا (۲۹) پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی
نُذُوۡرَهُمۡ وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ نذریں بھی پوری کریں، اور اُس پرانے
الۡعَتِيۡقِ ﴿۲۹﴾ محترم گھر "بیت العتیق" کا طواف بھی کریں۔

"ثُمَّ لۡيَقۡضُوۡا" ظاہری معنی تو وہ ہیں جو تحت اللفظ ہیں یعنی: "پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں۔"

بروایت فقیہ عبداللہ بن سنان سے منقول ہے کہ ذریح محاربی نے کہا کہ مجھے امام جعفر صادق علیہ السلام نے "ثم لیقضوا" کے معنی یہ فرمائے ہیں کہ: "پھر اپنے امامؑ کی زیارت کرو" پھر منتیں پوری کرو۔ لیکن اس کے بعد جب میں خدمتِ امامؑ میں حاضر ہوا اور اس فقرے کے معنی دریافت کیے تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "مونچھیں کٹواؤ"، ناخن ترشواؤ" وغیرہ۔ تو میں نے عرض کی کہ حضور! ذریح محاربی نے تو اس کے معنی "امام زمانہ کی زیارت" نقل کیا ہے۔؟ آپؑ نے فرمایا: وہ سچ کہتا ہے۔ کیونکہ قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ لیکن ذریح محاربی کی طرح برداشت کا مادہ کس میں ہے؟ مقصد یہ ہے کہ "زیارتِ امامؑ" باطنی معنی ہے۔ کیونکہ روحانی و جسمانی کثافتیں درحقیقت اُس وقت انسان سے دُھل سکتی ہیں جب امامِ زمانہؑ کی صحیح رہبری حاصل ہو۔ (تفسیر نمونہ)

"وَلۡيَطَّوَّفُوۡا" منیٰ کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد مکہ میں پلٹ کر طواف کرنے کا حکم ہے اور علمائے امامیہ کے نزدیک اس طواف سے مراد طوافِ نساء لیا ہے۔ اور یہ طواف زیارت کے بعد کیا جاتا ہے۔

"بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ" بیت اللہ کو عتیق کہتے ہیں۔ امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ زمین پر جس قدر گھر ہیں اُن کا کوئی مالک ضرور ہے سوائے اس ایک گھر کے۔ اس کا مالک سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں ہے۔ اور اللہ نے سب سے پہلے اس گھر کو زمین سے پہلے خلق فرمایا، پھر زمین کو اس کے نیچے بچھایا۔ ۲۔ ظالم و جابر حاکموں سے اسے محفوظ رکھا یعنی آزاد رکھا۔ (۳) طوفانِ نوحؑ سے محفوظ رہا۔ اس لیے "عتیق" کہا گیا۔ ۴۔ حضرت آدمؑ نے سب سے پہلے زمین پر اس گھر کو بنایا۔ پھر اسی کی بنیادوں پر حضرت ابراہیمؑ نے اس کو بنایا۔ اس لیے اس کو "عتیق" کہا گیا۔ (تفسیر انوار النجف جلد ۱۰ صفحہ ۲۸)

www.drhasanrizvi.com

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ (۳۰) یہ ہے (تعمیرِ کعبہ اور حج کا اوّلین مقصد)

اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ (یا) یہ ہے حقیقتِ حال۔ تواب جو

وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا کوئی بھی اللہ کی محترم چیزوں کی عزت

مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا کرے، تو یہ بات اُس کے پالنے والے

الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا مالک کے پاس خود اُسی کے لیے بہتر ہے۔

قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ اور تمھارے لیے چوپائے (مویشی) حلال ہیں

سوا اُن کے جو تمھیں بتائے جا چکے ہیں۔ پس بُتوں (کے پوجنے) کی گندگی

سے بچتے رہو، اور جھوٹی باتوں سے بھی پرہیز کرتے رہو۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا:
"خدا کا فرمانا کہ: "جو تعظیم کرے اللہ کی مخصوص چیزوں (حُرماتِ اللہ) کی"۔ تو حُرماتِ اللہ سے تین حُرمتیں مراد ہیں جن کی مخالفت شرک ہے۔

(۱) بیت اللہ میں اللہ کی ہتکِ حرمت کرنا حرام ہے۔ یعنی حرم خدا میں خدا کے احکامات کی مخالفت کرنا حُرمت کو ضائع کرنا ہے۔

(۲) قرآن کی مخالفت کرنا۔ (کیونکہ قرآن بھی خدا کی مخصوص چیز ہے۔)

(۳) ہم محمدؐ و آلِ محمدؐ کی محبت و مودت سے کنارہ کشی کرنا۔ (کیونکہ حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ کا احترام واجب ہے کہ وہ خدا کی مخصوص چیزوں میں شامل ہیں۔)

★..... (تفسیر برہان)

www.drhasanrizvi.com

رِجس (یعنی) گندگی سے مراد

(۱) وہ خون ہے جو مشرک اپنے بُتوں پر مل دیا کرتے تھے

(۲) شطرنج یا ہر شرطیہ کھیل کے آلات۔ مثلاً تاش کے پتّے وغیرہ۔ (تفسیر مجمع البیان)

(۳) "قولِ زُور" سے مراد (۱) گانا بجانا ہے۔ (تفسیر برہان بنقل امام محمّد باقرؑ)

(۲) جھوٹ بولنا ہے۔ (تفسیر انوار النجف)

(۳) ہر لغو اور بیہودہ بات بھی اِس میں شامل ہے۔ (تفسیر انوار النجف)

(۴) جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "لوگو! جھوٹی گواہی کو خدا نے شرک کے برابر قرار دیا ہے"۔ پھر آپؐ نے یہی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر مجمع البیان)

(۵) خدا نے بت پرستی اور "قولِ زور" کو ایک ہی حکم میں جمع کیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بت پرستی اور قولِ زُور خدا کو سخت ناپسند ہیں۔ (تفسیر نمونہ)

(۶) اِس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اِس سے خاص طور پر وہ موسیقی مراد ہے جو بتوں کو پوجتے ہوئے گائی بجائی جاتی ہے۔ (مؤلف)

حج کے اخلاقی و روحانی فائدے

(۱) حج کرنے سے انسان کے اندر زبردست اخلاقی انقلاب برپا ہوتا ہے۔ کیونکہ احرام کی پابندیاں اُس کو اعلیٰ ترین اخلاق کے سانچے میں جکڑ دیتی ہیں۔

(۲) ظاہری امتیازات کے بُت پاش پاش ہو جاتے ہیں۔

(۳) ضبطِ نفس اور شخصیت سازی کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۴) انسان مادّی دنیا سے نکل کر روحانیت کی اعلیٰ قدر، اور صدق و صفا کے پاکیزہ ماحول میں پہنچ جاتا ہے۔

www.drhasanrizvi.com

(۵) فخر و ناز، کبر و نخوت، طمع و حرص (سب کے سب) دفن ہو جاتے ہیں۔ موت اور قیامت کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔

(۶) حج کے بعد انسان کے اللہ سے ذہنی اور روحانی تعلقات بہت بڑھ جاتے ہیں۔

(۷) اللہ سے تعلق مستحکم ہو جاتا ہے۔

؎ کشاں کشاں لیے جاتی ہے آرزوئے وصال ٭ کشاں کشاں ترے نزدیک آئے جاتے ہیں

(۸) بار بار مقامِ ابراہیم پر آ آکر نماز پڑھنا، صفا و مروہ پر سعی کرنا، حضرت ابراہیم کے فلسفۂ زندگی اور جذبۂ قربانی کو ہمارے اندر اُجاگر کر دیتا ہے۔

(۹) شرک کی جڑیں کٹ جاتی ہیں۔ اس طرح حاجی کے ذہن میں توحید کی حقیقت اُجاگر ہو جاتی ہے اور ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

؎ آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا ٭ آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا (اقبال)

(۱۰) میدانِ عرفات میں حاجی میدانِ حشر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر سچے دل سے خدا سے اپنے گناہ باآسانی معافی مانگ کر معاف کرا سکتا ہے، اور اپنے گناہوں سے شرمندہ ہو کر عملِ خیر کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔

(۱۱) منیٰ میں حضرت ابراہیمؑ کا جذبۂ قربانی اُس کے دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے۔

(۱۲) مکہ کے بعد مدینہ جا کر اُس کے دل میں محبتِ رسولؐ اور آلِ رسولؐ کا چشمہ اُبلنے لگتا ہے۔

(۱۳) رسول اللہؐ کے روضہ پر شفاعت حاصل کرنے کی دعا دل سے نکلتی ہے۔

(۱۴) حج کرنے والے مسلمان کے دل سے ہر قسم کا نسلی، علاقائی، قومی تفاخر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لیے حضرت علیؑ نے فرمایا: "حج دینِ اسلام کی تقویت ہے۔ اور حج کمزور مسلمانوں کا جہاد ہے۔" (تفسیر نمونہ)

٭ اس میں شک نہیں کہ فریضۂ حج عباداتِ انسانیہ میں سے ایک اہم اور اشرف فریضہ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی پاسداری اور پوری رعایت نہایت کٹھن اور مشکل امر ہے۔ (از مجالس المرضیہ علامہ الحاج)

www.drhasanrizvi.com

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيۡرَ مُشۡرِكِيۡنَ (۳۱) پوری پوری یکسوئی کے ساتھ خالص
بِهٖ‌ؕ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا اللہ کے بندے بنو، اُس کی خدائی میں
خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ کسی قسم کا شرک نہ کرنے والے ہو کر (کیونکہ)
الطَّيۡرُ اَوۡ تَهۡوِىۡ بِهِ الرِّيۡحُ جو کوئی بھی اللہ کے ساتھ (اُس کی خدائی
فِىۡ مَكَانٍ سَحِيۡقٍ ﴿۳۱﴾ میں) کسی کو بھی شریک کرے گا، تو گویا

وہ آسمان سے گر گیا۔ اب یا تو اُسے پرندے نے اُچک لیا، اور یا پھر تیز ہوا نے اُس کو کسی دور دراز جگہ لے جا کر گہرے گڑھے میں دے مارا جہاں اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے (چیتھڑے اُڑ گئے)

★ شرک، کفر، دہریت، الحاد، نفاق اختیار کرنے میں انسان اپنی فطرت کے آسمان سے یکایک گر جاتا ہے پھر یا تو شیاطین، خواہ انسانی شکل میں ہوں یا جن کی، اُس کو شکاری پرندوں کی طرح اُچک لیتے ہیں۔ یا پھر خود اُس کی اپنی خواہشات و جذبات جن کو آیت میں "ہوا" سے تشبیہ دی گئی ہے، اُسے اُڑائے اُڑائے پھرتی ہے، اور آخرِ کار اُس کو گمراہی کے کسی گہرے گڑھے میں لے جا کر پھینک دیتے ہیں۔

"سحیق" کا لفظ "سحق" سے نکلا ہے۔ جس کے معنی: پیسنے کے ہیں۔ اور کسی بہت گہری جگہ کو بھی سحیق اس لیے کہتے ہیں کہ جو چیز اُس میں گرتی ہے، پاش پاش ہو جاتی ہے۔ یہاں پر فکر و اخلاق کی پستی کو اُسی گہرے گڑھے سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں گرنے سے آدمی کے پرزے اُڑ جاتے ہیں۔

★ .... (تفہیم القرآن)

"حُنَفَآءَ لِلّٰهِ" یعنی: اعمالِ حج کی ادائیگی صرف اور صرف اللہ کی اطاعت کی خاطر کی جائے اُس میں

www.drhasanrizvi.com

ذرہ برابر بھی کسی دوسرے مقصد کو شریک نہ کیا جائے۔ اسی لیے حنفاء کے لفظ کے فوراً بعد فرمایا: "غَیْرَ مُشْرِكِیْنَ" (یعنی) شرک کرنے والے نہ ہو۔

(تفسیر انوار النجف)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ آپؑ کے ایک نابینا صحابی شریکِ حج تھے۔ حاجیوں کے شور و غل کو سُن کر بولے: فرزندِ رسولؐ! "مَآ اَكْثَرَ الْحَجِيْجِ" یعنی۔ "حاجی کتنے زیادہ ہیں"؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: بلکہ یہ کہو: "مَآ اَقَلَّ الْحَجِيْجِ وَاَكْثَرَ الضَّجِيْجِ" (یعنی:

"حاجی کس قدر کم ہیں اور شور کتنا زیادہ ہے"؟ صحابی نے وجہ دریافت کی؟

پھر امام علیہ السلام نے اُن کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: اب دیکھو اِن میں کتنے حاجی ہیں؟

جب اُنھوں نے دیکھا تو اُن کو اِدھر اُدھر بندر، سور، جنگلی جانور اُچھلتے کودتے نظر آئے اور بہت کم تعداد میں آدمی دیکھے جو مشغولِ دعاء و مناجات تھے۔ پس آپؑ نے فرمایا: حاجی وہی ہیں جو آدمیوں کی شکل میں تم کو نظر آرہے ہیں باقی سب کے سب حیوان بشکلِ انسان ہیں۔

(المجالس المرضیہ مجلس اول ص۳ بحوالہ انوار النجف ج۱۰ ص۲۹)

"حُنَفَآءَ" حنیف کی جمع ہے۔ اِس سے مراد وہ شخص ہے جو ہر قسم کی گمراہی اور ہر قسم کی افراط و تفریط سے ہٹ کر سیدھے راستے اور میانہ روی کو اختیار کرے۔ دوسرے الفاظ میں غلط راستوں کو چھوڑ کر صراطِ مستقیم پر آجائے۔

(تفسیر نمونہ)

★ پھر کسی طرح کا بھی اُس کا میلان شرک و کفر کی طرف نہ ہو۔

★ غرض یہ اخلاص "یعنی اللہ کی خالص توحید کو ماننے کا دوسرا نام ہے۔

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ: "حنیف کے معنی وہ فطرت ہے جس پر خدا نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی فطرت میں کبھی تغیر یا تبدل نہیں ہوا کرتا۔ اور خدا نے توحید کو انسان کی فطرت میں گوندھ دیا ہے"۔

(تفسیر صافی بحوالہ توحید صدوق)

www.drhasanrizvi.com

ذٰلِكَ ۖ وَمَنْ يُّعَظِّمْ (۳۲) یہ ہے اصل حقیقت ۔ اب جو
شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ کوئی بھی اللہ کے مقرر کردہ شعائر
تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۳۲ (یعنی) خدا پرستی کی علامتوں اور نشانیوں
کا احترام کرے گا، تو یہ ہے دلوں کا تقویٰ ۔ (یعنی یہ عظمتِ الٰہی اور خوفِ خدا
سے دلوں کے متاثر ہونے کا لازمی منطقی نتیجہ ہے ۔)

"شَعَائِرُ اللّٰهِ" کے معنی

اہلِ لغت نے لکھا کہ "شعائر" جمع ہے "شعیرۃ" کی "شعیرۃ" اُس نشانی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو بتائے ۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ اُن جانوروں پر جو خدا کے لیے قربان کیے جائیں، کوئی نشانی مقرر کرو، تاکہ پتہ چل جائے کہ یہ قربانی کا جانور ہے ۔ اِسی لیے شعائر مناسکِ حج کی تمام علامات کو کہتے ہیں ۔

نیز شعائر "اللہ" کے دین کے تمام نشانات پر حاوی ہے ۔ اِس سے مراد خدا کے وہ احکامات بھی ہیں جن سے تجاوز کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے ۔ جن کے احترام کا حکم دیا گیا ہے اور انھیں ضائع ہونے سے بچانا ضروری ہے ۔
(احکام القرآن جلد ۳)

تَقْوَى الْقُلُوْبِ :۔ تقویٰ کا اصل محل قلب ہے ۔ اور شعائر اللہ کا احترام دل کے تقویٰ کا نتیجہ ہے ۔ یہ احترام اِس بات کی علامت ہے کہ دل میں کچھ نہ کچھ خدا کا خوف ہے جب ہی تو شعائر اللہ کا احترام کر رہا ہے ۔ (تفہیم القرآن)

* کیونکہ تقویٰ کا تعلق دل ہی سے ہے، اور دل اصطلاحِ قرآن میں مرکزِ شعور ہے ۔ اس لیے خدا کی علامتوں کو دیکھ کر انسان کے دل میں خدا کی عظمت کا شعور بیدار ہوتا ہے ۔ (تفسیر ماجدی)

* حضرت امام محمد باقر ؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ؐ نے فرمایا : "اَلْقَلْبُ هِيَ الْعَقْلُ" (قلب سے مراد عقل ہے ۔)
(الکافی)

www.drhasanrizvi.com

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿۳۳﴾

(۳۳) تمھارے لیے اِن قربانی کے جانوروں) سے فائدہ اُٹھانے کا حق ہے۔ پھر اُن کے قربان کرنے کی جگہ اُسی قدیم آزاد محترم گھر (کعبہ) کے پاس ہے۔

ع ۴ / ۱۱

★ عظیم مفسّرین حضرت ابنِ عباس، قتادہ، مجاہد، ضحاک اور عطا خراسانی کے نزدیک جب جانوروں کو قربانی کے لیے نامزد کر دیا جاتا ہے، اُس کے بعد اُن سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھانا چاہیے۔ لیکن یہ تفسیر کسی طرح صحیح نہیں۔

★ جبکہ دوسرے مفسّرین مثلاً عطا، یا عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ "وقتِ مقررہ" سے مراد "قربانی کا وقت" ہے۔ قربانی سے پہلے قربانی کے جانوروں کو سواری کے لیے بھی استعمال کر سکتے ہیں اور اُن کا دودھ بھی پی سکتے ہیں۔ اُن سے بچے بھی لے سکتے ہیں، اور اُن کا اُون بھی بھی اُتار سکتے ہیں۔

★ غرض شافعی نے بھی اِسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ حنفی پہلی تفسیر کو مانتے ہیں۔

(تفہیم القرآن) ★ - - - -

★ فقہِ جعفریہ میں بھی دوسری تفسیر معتبر ہے۔

(مؤلف) ★ - - - -

★ مناسکِ حج کے ادا کرنے میں تمھارے لیے فوائد ہیں۔ یا۔ قربانی کے جانوروں میں تمھارے لیے ایک وقتِ معیّن تک فوائد ہیں۔ یعنی سوار ہونا، دودھ پینا وغیرہ، اور یہ اُس وقت تک ہیں جب تک ذبح یا نحر نہ ہو جائیں۔ اور اگر شعائر کا معنی دین ہو تو منفعت سے اُخروی فائدہ مراد ہے۔ اَجَلٍ مُّسَمًّى تک یعنی قیامت کے دن تک۔ (تفسیر انوار النجف ج۱۰ ص۳۲)

www.drhasanrizvi.com

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا (۳۴) غرض ہر قوم کے لیے ہم نے عبادت
لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ کرنے کا ایک خاص طریقہ مقرّر
مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ کر دیا ہے، تاکہ اُس قوم کے لوگ اُن
الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ جانوروں (چوپایوں) پر اللہ کا نام لیں
فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ (۳۴) جو اللہ نے اُن کو بخشے ہیں۔ (ان
ساری باتوں کا مقصد یہ ہے کہ تم بخوبی جان لو کہ) تمہارا معبود بس ایک خدا ہے
لہٰذا تم اُسی کی بارگاہ میں سرِ تسلیم جھکائے رہو، اور اُن لوگوں کو خوشخبری دے دو
جو خدا سے لو لگائے اُس کے سامنے عاجزانہ اور غیر متکبرانہ طریقۂ زندگی اختیار کرتے ہیں۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ : اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں۔ (۱) ہر گزشتہ دور میں ہم نے اہلِ ایمان کے لیے ذبح کرنا عبادت قرار دیا ہے (۲) ہر اُمّت کے لیے ہم نے قربانی مقرّر کی۔ (۳) ہر اُمّتِ مسلمہ کے لیے ہم نے ایک جائے عبادت مقرّر کی جس کا وہ قصد کریں (۴) ہر زمانے کے لوگوں کے لیے ہم نے ایک شریعت بنائی۔
*..... (تفسیر انوار النجف)

نُسُک کے معنی عبادت کے ہیں۔ "نَاسِک" کے معنی: عابد، اور "مَناسِکِ حج" کے معنی: وہ مقامات جہاں حج کی عبادت بجالائی جاتی ہے۔ یا پھر اُن اعمال کو بھی "مناسکِ حج" کہتے ہیں جو حج کے موقع پر بجالاتے ہیں۔
*..... (مفرداتِ امام راغب)

"**مُخْبِتِينَ**" کے معنی: انکساری کرنے والے۔ ادب سے جھکنے والے۔ اِن کی چار صفات ہیں۔ دو مادی۔ دو روحانی۔

(۱) پہلی صفت یہ وہ لوگ اللہ کا نام سنتے ہی احترام سے جھک جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی معرفت اور ذمّہ داریوں کی وجہ سے ہوتا ہے (۲) وہ دنیا کی مصیبتوں کا صبر و تحمل سے مقابلہ کرتے ہیں۔ (۳) نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ (۴) جو کچھ اللہ نے اُنھیں دے رکھا ہے اُس میں سے راہِ خدا اور اطاعتِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ (تفسیر نمونہ) ملخّص

www.drhasanrizvi.com

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

(۳۵) (اُن کی علامتیں یہ ہیں کہ) جب[1] اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو اُن کے دل کانپ کانپ جاتے ہیں،[2] اور جو مصیبت بھی اُن پر آتی ہے تو وہ اُس پر صبر کرتے ہیں،[3] نماز کو پابندی کے ساتھ قائم رکھتے ہیں[4] اور جو کچھ (پاک وحلال) رزق ہم نے اُن کو دیا ہوتا ہے اُس میں سے خیرات کرتے رہتے ہیں۔

★ اللہ تعالیٰ کبھی حرام اور ناپاک مال کو اپنا رزق نہیں فرماتا۔ اِس لیے آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو پاک وحلال رزق ہم نے اُن کو بخشا ہے، اُسے وہ خرچ کرتے ہیں۔

★ خرچ کرنے سے مراد: ہر طرح کا خرچ کرنا نہیں ہے، بلکہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جائز ضروریات کو پورا کرنا، رشتے داروں، ہمسایوں، حاجت مندوں کی مدد کرنا، رفاہِ عام کے کاموں میں حصّہ لینا، زکوٰۃ (خمس) صدقات اور اللہ کے کلمہ اور دین کو بلند کرنے کے لیے مالی قربانیاں دینا۔

★ رہا بے جا خرچ، عیش وعشرت، ریاکاری کے خرچے، یہ انفاق میں شامل نہیں ہیں، بلکہ قرآنی اصطلاح میں یہ "اسراف" یا "تبذیر" ہے۔ اسی طرح کنجوسی سے خرچ کرنا جس میں حقوق ادا نہ کیے جائیں، "انفاق" نہیں ہے۔ اس کو قرآن نے "بُخل" یا "شُحّ النفس" فرمایا ہے۔

★ .... (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَالۡبُدۡنَ جَعَلۡنٰهَا لَكُمۡ مِّنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمۡ فِيۡهَا خَيۡرٌ ‌ۖ فَاذۡكُرُوا اسۡمَ اللّٰهِ عَلَيۡهَا صَوَآفَّ‌ ۚ فَاِذَا وَجَبَتۡ جُنُوۡبُهَا فَكُلُوۡا مِنۡهَا وَاَطۡعِمُوا الۡقَانِعَ وَالۡمُعۡتَـرَّ‌ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرۡنٰهَا لَكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۶﴾

(۳۶) اور قربانی کے موٹے تازے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لیے "شعائر اللہ" خدا پرستی کی علامتوں اور نشانیوں میں شامل کیا ہے، تمہارے لیے اُن میں بھلائی (ہی بھلائی) ہے۔ پس انھیں (نحر کےلیے) کھڑا کر کے اُن پر اللہ کا نام لو۔ اور (قربانی کے وقت) جب وہ کروٹ کے بل زمین پر گر پڑیں اور اُن کی پیٹھیں زمین پر ٹک جائیں تو اُن کے گوشت میں سے خود بھی کھاؤ اور اُن کو بھی کھلاؤ جو قناعت کیے ہوئے بغیر ہاتھ پھیلائے اپنی حاجت بیان کر رہے ہیں۔ اِس طرح ہم نے اُن جانوروں کو تمہارے قبضے میں دے دیا ہے، تاکہ تم شاید (اِس عظمتِ نعمت کی وجہ سے ہمارا) شکریہ ادا کرسکو (یا) ہمارے شکر گذار بن سکو۔

اونٹ کو نحر کرنے کا طریقہ

فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "جب اونٹ کو نحر کرنے کے لیے کھڑا کیا جائے تو نیچے سے گھٹنوں تک اُس کے اگلے پاؤں باندھ دیے جائیں۔" (الکافی)

www.drhasanrizvi.com

قربانی کے گوشت کی تقسیم

نیز فرمایا کہ "قربانی کا ایک تہائی گوشت کنبہ والوں کو کھلاؤ، اور ایک تہائی حصہ قانع کو دو (یعنی فقیر ہیں مگر سوال نہیں کرتے) اور ایک تہائی مسکین کو دو۔"

* کسی نے دریافت کیا: "مسکین" سے مراد سائل ہے۔؟
* آپؑ نے فرمایا: ہاں" اور "قانع" وہ ہے کہ جس کے پاس تھوڑا یا زیادہ جو بھیج دو، وہ اس پر راضی رہے۔ اور "معتر" وہ ہے جو تمہارے سامنے سے گذرے مگر سوال نہ کرے۔"

(تفسیر صافی صہ ۳۲۸ بحوالہ معانی الاخبار) ۔۔۔۔ *

شعائر اللہ کون ہیں؟

محققین نے لکھا کہ جانور اگر خدا کی راہ میں قربانی کے لیے مخصوص کردیے جائیں تو وہ "شعائر اللہ" میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اب جو انسان اپنے اختیار اور شعور کی بنا پر اپنا تن من دھن سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کردیں تو وہ خدا پرستی اور اطاعتِ الٰہی کی کتنی بڑی علامت ہوں گے۔"

(فصل الخطاب) ۔۔۔۔ *

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر * (اقبالؔ)

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم ؛ نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہیں اسماعیلؑ
(اقبال) ۔۔۔۔ *

* حسینؑ ابنِ علیؑ نے کس طرح شعورِ انسانی کو خدا کی طرف منتقل فرمایا۔ بقولِ شاعر:

سجدوں سے کھینچتا ہے جو مسجود کی طرف ؛ تنہا جو اک اشارہ ہے معبود کی طرف (جوشؔ)

* جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: " اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا " یعنی: "اللہ تو اس سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے۔"

(صحیح ترمذی شریف) ۔۔۔ *

www.drhasanrizvi.com

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۭ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۷﴾

(۳۷) (مگر یاد رکھنا کہ) نہ تو اُن جانوروں کا گوشت ہی اللہ تک پہنچتا ہے اور نہ اُن کا خون، ہاں تمہارا تقویٰ (یعنی تمہارے دلوں میں خدا کا جو احترام ہے) اِس طرح ہم نے اُن جانوروں کو تمہارے قبضے میں دے دیا ہے، تاکہ تم اللہ کی کبریائی (بڑائی) کو محسوس کرو (یا۔ بیان کرو) اِس بات پر کہ اُس نے تم کو سیدھا اور صحیح راستہ دکھایا۔ اور نیک لوگوں کو (دائمی کامیابیوں کی) بشارت دے دو

راہِ خدا میں قربانی کی فضیلت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ: "قربانی کے جانور کے خون کا پہلا قطرہ جب زمین پر گرتا ہے تو خدا اُس پہلے قطرے کے بدلے قربانی کرنے والے کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور خدا تقویٰ اختیار کرنے والوں کو (یعنی اپنے دلی احترام کرنے والوں کو) خوب جانتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے ہابیلؑ کی قربانی کو قبول کر لیا اور قابیلؑ کی قربانی کو رد کر دیا۔"

(تفسیر صافی۔ علل الشرائع)

اعمال کا دار و مدار نیّت اور تقویٰ پر ہے

آیت کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ خدا کے اجر کا دار و مدار تمہاری نیّت کے خالص ہونے پر ہے۔ یعنی تمہارا عمل صرف خدا کی خوشی یا خدا سے

www.drhasanrizvi.com

اجر حاصل کرنے کی نیت سے ہونا چاہیئے ۔ یہی اخلاص فی العمل قربانی کی روح اور جان ہے ۔
٭ .... (بیضاوی)

نذر و نیاز

یہی حکم نذر و نیاز کے کھانوں پر بھی صادق آتا ہے ۔ یہ نذر و نیاز خدا کے مقرب بندوں کے ایصالِ ثواب کے لیے کی جاتی ہیں ۔ یہاں "کھانا" اصل چیز نہیں ہوا کرتا، بلکہ انبیاءِ کرام اور اولیاءِ خدا سے خلوص، محبت اور قلبی لگاؤ اصل چیز ہوتی ہے ۔ یہی قلبی لگاؤ اور مودّت انسان کو اُن کی پیروی کرنے پر آمادہ کرتی ہے ۔ ہماری مٹھائیاں، پوریاں، حلوے، روٹیاں اُن تک نہیں پہنچتیں، لیکن ہمارے دل میں جو اُن عظیم ہستیوں کے لیے قلبی احترام ہوتا ہے، وہ خدا تک ضرور پہنچتا ہے ۔ اور وہی قلبی لگاؤ ہماری زندگی میں انقلاب برپا کردیتا ہے ۔ اور ساتھ ساتھ یہ نذر و نیاز کا سلسلہ ہمارے دلوں میں اللہ والوں کی عظمت کا احساس پیدا کرتا ہے اور یہ احساس بالآخر اُن کے اتباع کی بنیاد بن جاتا ہے ۔
٭ .... (فصل الخطاب)

ؔ "تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا ٭ میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا"

٭ کفار قربانی کا گوشت کعبہ کے سامنے لاکر رکھتے اور اُس کا خون کعبہ کی دیواروں سے لتھیڑتے تھے ۔ اِس طرح وہ سمجھتے تھے کہ ہم نے اپنی قربانی خدا کے سامنے پیش کردی اور خدا کو مل گئی ۔

اِس جہالت کا جواب دیا جارہا ہے کہ جو چیز اللہ کے پاس پیش ہوتی ہے، وہ جانوروں کا گوشت، خون نہیں ہوتا ۔ بلکہ تمھارے دل میں جو خدا کا احترام اور خوف (تقویٰ) ہے ۔ یا پھر تمھارا وہ شکرِ نعمت کا احساس جس کی بنیاد پر تم قربانی کرتے ہو، خدا کے پاس پہنچتا ہے ۔ یہی قربانی کی روح ہے ۔ اِسی بات کو حضورِ اکرمؐ نے یوں فرمایا: "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنۡظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمۡ وَلَا اِلٰی اَلۡوَانِکُمۡ وَلٰکِنۡ یَّنۡظُرُ اِلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَ اَعۡمَالِکُمۡ ۔" یعنی: (اللہ تمھاری صورتیں اور رنگ نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دل اور اعمال دیکھتا ہے ۔) (الحدیث) (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيۡنَ (۳۸) بلاشبہ اللہ اُن لوگوں کی طرف سے
اٰمَنُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ دفاع کرتا ہے، جو خدا، رسولؐ اور ابدی
كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوۡرٍ ۳۸ حقیقتوں کو دل سے مانتے ہیں (کیونکہ)
حقیقتاً خدا کسی خیانت کرنے والے کو پسند ہی
نہیں کرتا۔

اُذِنَ لِلَّذِيۡنَ يُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّهُمۡ (۳۹) (جنگ کی) اجازت دی گئی ہے
ظُلِمُوۡا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصۡرِهِمۡ اُن لوگوں کو جن کے خلاف جنگ
لَقَدِيۡرُ ۙ ۳۹ کی جارہی ہے، اِس وجہ سے کہ اُن پر
حملہ ہوا ہے۔ اور اِس میں کوئی شک ہی نہیں کہ خدا اُن کی مدد پر پوری
طرح قادر ہے۔

جہاد کی حقیقت دفاع ہے

محققین و اکابر مفسرین نے لکھا کہ خدا نے اپنے حکمِ قتال و جہاد کو یہاں دفاع کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ اِس سے ثابت ہوا کہ جہاد کے معنی جارحانہ جنگیں اور فتوحات کرنا نہیں بلکہ مظلوم کا ظالم سے دفاع کرنا اصل مقصود ہوتا ہے۔
(فصل الخطاب) ....*

شانِ نزول آیت ۳۹

آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ جب مسلمان مکّے میں تھے تو وہ سخت ظلم کا نشانہ بنائے جاتے تھے۔ اِس لیے رنجیدہ ہوکر جناب رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور مظالم کی شکایت کرتے، اور جہاد کرنے کی اجازت مانگتے۔ آنحضرتؐ فرماتے: "صبر کرو ابھی مجھے جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔" جب مسلمانوں نے مدینے کی طرف ہجرت کی، تب یہ آیت اُتری۔

www.drhasanrizvi.com

اِس لیے جہاد کے سلسلے میں یہ پہلی آیت ہے۔
★ ۔۔۔۔ (تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر کبیر امام رازی)

جہاد کا مقصد

آیت نے بالکل واضح طور پر بتا دیا کہ جہاد اصل میں اُن لوگوں کی حمایت کرنے کا نام ہے جن سے جنگ کی گئی ہے۔ گویا جہاد دفاعی جنگ کا نام ہے، ملکوں کو لوٹنا اور مہم جوئی کے لیے خواہ مخواہ ملکوں کو فتح کرنا جہاد نہیں، بلکہ لوٹ مار ہے۔

کیونکہ یہ جہاد پر قرآن مجید کی پہلی آیت ہے۔ اِس لیے اب جتنی بھی آیتیں قرآن میں قتال کے سلسلے میں نازل ہوں گی، وہ سب کی سب اِسی "اصولِ دفاع" کے تحت ہوں گی۔ کیونکہ جہاد کے سلسلے میں یہ آیت پہلی اور بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔
★ ۔۔۔۔ (فصل الخطاب)

★ جناب رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:

"ہر نیکی کے اوپر ایک اور نیکی ہوتی ہے، اور ہر درجے کے اوپر ایک اور بلند درجہ ہوتا ہے۔ لیکن شہادت سے بلند نہ کوئی نیکی ہے اور نہ کوئی درجہ۔" (الحدیث)

★ تفسیر "صافی" میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ عامّہ کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت رسالت مآبؐ کے لیے اُتری ہے جب کہ قریشِ مکّہ نے آپؐ کو ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا تھا، اور سوائے اِس کے نہیں کہ یہ آیت حضرتِ قائم آلِ محمدؐ کے لیے ہے جب کہ آپؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے انتقام کے لیے تشریف لائیں گے اور اعلان کریں گے کہ ہم خونِ حسینؑ کے وارث ہیں۔"

ظاہراً مقصد یہ ہے کہ آیتِ مجیدہ صرف شانِ نزول تک محدود نہیں بلکہ اِس کی تاویل حضرت امام قائم علیہ السلام اِس آیت کے باطنی اور تاویلی مصداق ہوں گے۔ (تفسیر انوار النجف ص ۳۶)

★ تفسیر قمی سے منقول ہے کہ آیت کے مصداق حضرت علیؑ، حضرت حمزہؑ اور حضرت جعفرؑ طیّار ہیں اور اس کی تاویل بعد میں جاری ہے۔ تفسیر انوار النجف ص ۳۵

www.drhasanrizvi.com

الَّذِيۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِيَارِهِمۡ بِغَيۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ‌ ؕ وَلَوۡلَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّهُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذۡكَرُ فِيۡهَا اسۡمُ اللّٰهِ كَثِيۡرًا‌ ؕ وَلَيَنۡصُرَنَّ اللّٰهُ مَنۡ يَّنۡصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ عَزِيۡزٌ ﴿۴۰﴾

(۴۰) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے، صرف اس قصور پر کہ وہ یہ کہتے تھے کہ: "ہمارا پالنے والا مالک اللہ ہے"۔ اگر اللہ کچھ لوگوں کو دوسرے لوگوں کے ذریعے سے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں، راہبوں کے ٹھکانے اور عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کی عبادت گاہیں، اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے، ضرور گرا کر مسمار کر ڈالی جاتیں۔ غرض اللہ لازمی طور پر ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کریں گے۔ (کیونکہ) اللہ بڑا ہی طاقت والا، غالب آنے والا زبردست ہے۔

"صَوَامِعُ" ـ "صومعہ" کی جمع ہے۔ اس کے معنی ایسی عمارت کے ہیں جس کے اوپر کا سرا جڑا ہوا ہو۔ یہ عیسائیوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ عیسائی اپنی عبادت گاہوں کو اوپر سے بلند اور باریک گاؤدم بناتے ہیں، اس لیے اُس کو "صومعہ" کہتے ہیں۔

(جلالین، لغات القرآن نعمانی جلد ۴)

---- *

٭ خدا کا ان لوگوں کی تعریف فرمانا جن کو مکہ سے نکال دیا گیا تھا، قطعاً برحق ہے۔ ایک مثال سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اُنھوں نے کتنی بڑی قربانیاں دی تھیں۔ حضرت صہیب رومیؓ جب مکہ سے ہجرت کرنے

www.drhasanrizvi.com

لگے تو کفارِ مکہ نے کہا "تم یہاں خالی ہاتھ آئے تھے اب خوب مالدار ہو گئے ہو، اگر جانا چاہتے ہو تو خالی ہاتھ جا سکتے ہو" ۔ الانہ انھوں نے جو کچھ کمایا تھا اپنی محنت سے کمایا تھا کسی کا دیا نہیں کھاتے تھے، مگر وہ دامن جھاڑ کر خالی ہاتھ مکے سے روانہ ہوئے ۔

* ..... (تفہیم القرآن)

رکھتے نہیں خزانے زمینوں میں گاڑ کے ⁂ آئی اجل کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

* ..... (انیس)

آیت کا حاصل یہ ہے کہ: (۱) یہ اللہ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ اُس نے ایک گروہ کو دائمی اقتدار کا پٹہ لکھ کر نہیں دے دیا، بلکہ ایک گروہ دوسرے گروہ کو دفع کرتا رہتا ہے ۔ اگر ایک ہی گروہ مستقل حکومت کرتا تو تمام عبادتگاہیں اور صنعتیں تباہ و برباد ہو جاتیں ۔ کیونکہ حکمراں بیخوف ہو کر اپنی من مانی کرتے، انتہائی ظلم و فساد کر کے عوام کو لوٹ کھاتے ۔

(۲) دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ جو لوگ دینِ حق کو پھیلاتے ہیں وہ شر کے مقابلے میں خیر کی مدد کرتے ہیں ۔ اب کیونکہ حق اور خیر کو پھیلانا اللہ کا کام ہے، اِس لیے ایسے لوگ اللہ کے مددگار ہیں اور اللہ اُن کا مددگار ہے ۔

(۳) اگلی آیت ۴۱ کے حوالے سے اللہ کی مدد اور آخرت کے مستحق وہ لوگ ہیں کہ اُن کو دنیا میں حکومت مل جائے تو وہ فسق و فجور، کبر و نخوت کے بجائے نماز (یعنی خدا کی اطاعت) کا نظام قائم کرتے ہیں ۔ زکوٰۃ، صدقات ادا کرنے پر زور دیتے ہیں (یعنی رفاہِ عام کے کام کرتے ہیں) اِس طرح خدا نے اسلامی حکومت کا نصب العین بیان فرما دیا ۔ اور مسلمان حکمراں کی خصوصیات اور معیار بھی بتلا دیا ۔

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی حکومت کا اصل کام کیا ہے اور کونسا مسلمان حکمراں واقعی حکمرانی کا مستحق ہے ۔

* ..... (تفہیم القرآن)

★ اس آیت کے تنزیلی اور ظاہری مصداق جنابِ رسولِ خدا ہیں اور امام مہدیؑ باطنی اور تاویلی مصداق ہیں ۔

* ..... (تفسیر صافی)

www.drhasanrizvi.com

اَلَّذِيۡنَ اِنۡ مَّكَّنّٰهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَهَوۡا عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۱﴾ (۴۱) (یہ اللہ کی مدد کرنے والے) وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم زمین پر اقتدار عطا کردیں تو وہ (۱) نماز کو پابندی کے ساتھ قائم رکھیں گے (۲) زکوٰۃ ادا کریں گے (۳) اچھی نیک باتوں کی ترغیب اور ہدایت کریں گے، اور (۴) برے (گندے) کاموں سے روکیں گے۔ اور (یہ بھی جانتے ہوں گے کہ) تمام باتوں اور کاموں کا انجام اللہ کے ہاتھ (اختیار) میں ہے (یعنی، یہ فیصلہ کرنا بھی کہ زمین کا انتظام کن لوگوں کو کہاں، کب اور کس وقت سونپا جائے، یہ تمام تر اللہ ہی کے ہاتھ (اختیار) میں ہے۔)

آیت کے اوّلین اور حقیقی مصداق

فرزندِ رسول حضرت امام محمّد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا ص نے فرمایا: "یہ آیت آلِ محمّد کی شان میں اتری ہے۔ کیونکہ امام مہدی ع کو خدا مشرق و مغرب کا مالک کردے گا۔ اِس طرح اُن کے اور اُن کے ساتھیوں کے ذریعہ بدعت اور باطل کو بالکل مٹا دے گا۔ اور اسی طرح مٹائے گا جیسے اُنھوں نے حق کو مٹانا چاہا تھا، یہاں تک کہ کہیں ظلم دکھائی تک نہ دے گا۔ وہ لوگ نیکیوں کی ترغیب دیں گے اور برائیوں سے روکیں گے۔"

(تفسیر صافی صـ ۳۳۹ بحوالہ تفسیر قمی، تفسیر نور الثقلین جلد ۳، تفسیر علی بن ابراہیم)

www.drhasanrizvi.com

★ غرض اِس آیت کے اصل اوّلین مصداق امام مھدی علیہ السلام اور اُن کے ساتھی ہیں جن کے بارے میں جناب رسولِ خدا کی حدیث کو فریقین نے اپنی اپنی معتبر کتابوں میں نقل کیا ہے مثلاً صحیح بخاری شریف میں ہے کہ:

" وہ دنیا کو عدل وانصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی "۔

★ ---- (صحیح بخاری شریف ۔ متفق علیہ)

مجذوبِ فرنگی نے باندازِ فرنگی ※ مھدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو
اے تو کہ ہے مھدی کے تخیل سے بھی بیزار ※ نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو

(اقبال)

اسلامی حکومت کی صحیح تصویر کشی

(۱) خدا کی اطاعت وعبادت پورے اخلاص واحترام سے کی جاتی ہے

(۲) بیت المال کا استعمال اس طرح کیا جاتا ہے کہ ملک میں کوئی ننگا، بھوکا باقی نہیں رہتا۔

(۳) عدالتوں میں انصاف بکنے کے بجائے آسانی سے مل جاتا ہے۔

(۴) رشوت، جعل سازی، جھوٹ، مکاری اور وعدہ خلافی کا بازار ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

(۵) بدکاریاں، چوریاں، ڈاکے خواب وخیال بن جاتے ہیں۔

(۶) ہر قسم کا ظلم اور برائی کا سدِباب کر دیا جاتا ہے۔

★ ---- (تفسیر ماجدی)

★ خدا کا فرمانا کہ: " تمام معاملات کا انجام خدا ہی کے ہاتھ میں ہے "۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت اور زمین کا انتظام کس کے حوالے کیا جائے۔ اس کا فیصلہ خدا ہی کے ہاتھ میں ہے، وہی امتحاناً ظالموں، بدکاروں کو حکومت کرنے کی مہلت عطا فرماتا ہے تو وہ احمق یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم انسانوں کی قسمتوں کے مالک ہو گئے ہیں، اور اب ہمیں کون ہلا سکتا ہے؟ مگر خدا اُن کو ایک ہی جھٹکے میں عبرت کا نشان بنا دیتا ہے۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ (۴۲) اور اگر یہ لوگ آپؐ کو جھٹلاتے ہیں
قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ
وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ اُن سے پہلے قومِ نوحؑ، عاد و ثمود،

وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ (۴۳) اور ابراہیمؑ کی قوم اور قومِ لوطؑ،

وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ (۴۴) اور مدینؑ کے رہنے والے بھی تو (اپنے
مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اپنے نبیؑ کو) جھٹلا چکے ہیں۔ اور موسیٰؑ
اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ بھی جھٹلائے جا چکے ہیں۔ اُن سب
نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ حق کے منکروں کو میں نے (پہلے خوب
مہلت دی اور پھر اُن کو بُری طرح پکڑ لیا۔ تو اَب دیکھ لو کہ میری سزا
کیسی سخت تھی؟

"نَكِيْرِ" کی وضاحت

آیت میں لفظ "نکیر" (سزا) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

اِس کے معنی صرف سزا کے نہیں ہیں، بلکہ ایسی سزا کے ہوتے ہیں، جو سزا یافتہ کی حالت کو بالکل بدل کر رکھ دے۔ اُس کا بالکل تیا پانچا کر دے۔ اُس کا حلیہ تک بگاڑ دے، پھر کوئی اُس کو دیکھے تو پہچان ہی نہ سکے کہ یہ وہی صاحب ہیں جو بڑے توپ بنے ہوئے تھے۔

٭ ۔۔۔۔ (مفردات القرآن امام راغب)

؎ "حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں قدرت کی تعزیریں" ٭ (اقبال)

www.drhasanrizvi.com

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا (۴۵) غرض کتنی کچھ بستیاں ہیں جنھیں ہم نے
وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ ہلاک و برباد کر ڈالا، اِس حالت میں کہ
عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وہ لوگ (ظالم) تھے۔ اب وہ (بستیاں)
وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اپنی چھتوں پر اُلٹی پڑی ہیں اور کتنے
ہی کنویں ہیں جو بے کار (سوکھے) پڑے ہیں، اور کتنے کچھ مضبوط
قصر و محلّات ہیں جو غیر آباد اُجڑے ہوئے کھنڈر بنے پڑے ہیں۔

حضرموت اور کنویں کی عبادت

آیت میں خاص طور پر اُس کنویں کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرموت کے علاقے میں مشہور شہر حاضورا میں تھا۔ وہاں حضرت صالحؑ کی اُمت کے چار ہزار مومنین پہنچے۔ حضرت صالحؑ اُن کے ساتھ تھے۔ مگر یہاں پہنچتے ہی حضرت صالحؑ کا انتقال ہوگیا۔ اسی لیے اس کنویں کا نام حضرموت پڑ گیا۔ یہی لوگ یہاں آباد ہوگئے اور بالآخر کنویں کی عبادت کرنے لگے۔ پھر کافر و مشرک ہوگئے۔ خدا نے اُن کی ہدایت کے لیے ایک نبیؑ بھیجا جن کا نام حنظلہ تھا، مگر اُنھوں نے اُس نبیؑ کو سرِ بازار قتل کردیا۔ اس کی وجہ سے خدا نے اُن پر عذاب کیا، جس سے وہ سب مر گئے۔

اور وہ آباد کنواں ویران ہوگیا اور اُن کے بڑے بڑے محلّات درسِ عبرت بن گئے۔

* ---- (تفسیر مجمع البیان، بروایت ضحاک)

معطّل کنویں اور تفسیر اہلِ بیتؑ کے اعتبار سے معطّل کنویں سے مراد: (۱) وہ عالمِ دین بھی ہے جس سے کوئی علمی فائدہ حاصل نہ کرے، اُس کے چشمۂ علم سے کوئی سیراب نہ ہو۔

* بعض دوسری روایت کے اعتبار سے معطّل کنویں سے مراد (۲) امامِ صامت ہے۔

www.drhasanrizvi.com

اور "قَصۡرٍ مَّشِیۡدٍ" (مضبوط محلات) سے مراد امامِ ناطق ہے۔
★---- (تفسیر نمونہ)

★ بعض روایات کے مطابق "معطّل کنویں" سے مراد (۳) امام غائب ہے۔ اور "قصر مشید" سے مراد حضرت علی علیہ السلام اور باقی اُئمۂ اہلِ بیت علیہم السّلام ہیں جن کے علوم کے اثرات سارے عالم میں پھیل چکے ہیں۔ اور اہلِ ذوق و علم اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ غرض قرآن کی کوئی آیت محدود اور معطّل نہیں، بلکہ اس کی تاویلِ باطنی جاری و ساری رہتی ہے۔
★---- (تفسیر برہان، تفسیر انوار النجف)

★ عربی ادب میں کنواں اور بستی ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ عرب جب کسی بستی کا نام لیتے تھے تو کہتے تھے "مَآءُ بَنِیۡ فُلَانٍ" یعنی: "فُلاں قبیلے کا کنواں"۔ ایک عرب کے سامنے جب یہ کہا جاتا تھا کہ کنویں بیکار پڑے ہیں، تو وہ یہی سمجھتا تھا کہ بستیاں اُجڑی پڑی ہیں۔
★---- (تفہیم القرآن)

★ "بِئۡرٍ مُّعَطَّلَةٍ" "ناکارہ کنوؤں" کی معنوی تفسیر کرتے ہوئے صاحبِ تفسیرِ صافی نے فرمایا کہ "جن کنوؤں سے فائدہ حاصل نہ کیا جائے وہ معطّل کنویں ہیں۔ پانی زمین میں غائب رہتا ہے لیکن لوگ اپنی زندگی کی خاطر اُس پانی تک کسی نہ کسی طرح پہنچتے ہیں اور اُس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ لیکن پانی سے کہیں زیادہ امامِ وقت کا وجود روحوں کے لیے زندگی ہے۔ پس جو لوگ اپنی ارواح کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں وہ امامؑ کی غیبت میں بھی امامؑ سے تعلق جوڑ کر نفع حاصل کرتے ہیں لیکن جو لوگ امامِ غائب کو نہیں مانتے اور اُن سے نفع حاصل نہیں کرتے اُن کے لیے امامؑ کا وجود معطّل کنویں کی طرح ہے۔ اِس طرح وہ عظیم فائدوں سے محروم رہتے ہیں۔
★---- (تفسیرِ صافی)

★ فقہاء نے اِس آیت سے نتیجہ نکالا کہ "تاریخِ جغرافیہ کی اور آرکیالوجی کی تعلیم اگر سبق حاصل کرنے کے لیے حاصل کی جائے تو عینِ عبادت ہے۔
★---- (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَاۤ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾

(۴۶) کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں ہیں کہ اُن کے لیے بھی ایسے دل و دماغ ہو جاتے جن سے کہ وہ سمجھتے (یا) اُن کے دل سمجھنے والے اور اُن کے کان سُننے والے ہو جاتے حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں، مگر وہ دل ہیں جو سینوں میں ہوتے ہیں، وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں۔

آنکھیں چار ہوتی ہیں

فرزندِ رسولؐ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "بندے کی آنکھیں چار ہوتی ہیں۔ دو ظاہری آنکھوں سے وہ اپنی دنیا اور دین کے معاملات کو دیکھتا ہے۔ اور دو (عقل کی آنکھوں) سے وہ اپنے آخرت کے معاملات کو دیکھتا اور سمجھتا ہے۔ پس خدا جب کسی بندے کی بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کے دل کی دونوں آنکھوں کو کھول دیا کرتا ہے جن کے ذریعہ وہ غیب اور اپنی آخرت کو دیکھ لیتا ہے۔ لیکن جب وہ بُرے کام کیے ہی چلا جاتا ہے تب خدا اس کے خلاف ارادہ فرماتا ہے تو پھر خدا اُس کے دل کو جس حال میں کہ وہ ہے، اُسی حال میں چھوڑ دیتا ہے۔

(تفسیر صافی صہ ۳۲۹ بحوالہ التوحید)

ے دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب ٭ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں (اقبالؔ)

★ پھر علامہ اقبالؔ خدا سے دلِ بینا اِس طرح اپنے الفاظ میں طلب کرتے ہیں کہ:

www.drhasanrizvi.com

؎ "اگر شایاں نیم تیغِ علیؑ را ∴ نگاہم دہ چوں شمشیرِ علیؑ تیز

یعنی: (اگرچہ میں علیؑ کی تلوار حاصل کرنے کے لائق نہیں ہوں، تو مجھے ایسی تیز نگاہ عطا فرما دے جو علیؑ کی شمشیر کی طرح تیز ہو۔)

اہم نوٹ: یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی ضروری ہے کہ قرآن فزیکل سائنس کی اصطلاحات میں نہیں اترا ہے۔ بلکہ عربی ادب کی زبان میں کلام کرتا ہے۔ اِس لیے یہاں پر یہ اعتراض کرنا ہی حماقت ہوگا کہ بھلا سینے میں دھڑکتا ہوا دل کب سوچتا سمجھتا اور غور کرتا ہے؟

تمام زبانوں کی ادبی زبان میں سوچنا، سمجھنا، غور و فکر کرنا، خیالات، احساسات وجذبات کو دل ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی چیز کے یاد رکھنے کو بھی یوں کہتے ہیں کہ: "وہ میرے سینے میں محفوظ ہے۔"

٭ ---- (تفہیم القرآن)

٭ اِسی لیے فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا: "اَلْقَلْبُ هُوَ الْعَقْلُ" (قلب سے مراد عقل ہے)

٭ ---- (اصولِ کافی)

٭ تاریخی کھنڈرات کا اثر انسانی دماغ پر نہایت زبردست پڑتا ہے۔ پوری تاریخ آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ قوموں کا ماضی اور مستقبل دونوں مجسّم ہو کر سامنے آجاتے ہیں۔ اگر وہ اُن سے سبق حاصل کرے تو اُس کی آنکھ حقیقتوں کو بے نقاب دیکھ لیتی ہے۔ اِسی لیے قرآن نے سیاحت کی ترغیب دی ہے۔ مگر وہ سیاحت جس کا مقصد سبق اور عبرت حاصل کرنا ہو، صرف تفریح مقصود نہ ہو۔

٭ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا: "بدترین اندھاپن، دل کا اندھاپن ہے۔"

٭ نیز فرمایا کہ: "شدید اندھاپن دل کا اندھاپن ہے"

٭ ---- (نور الثقلین جلد ۳)

www.drhasanrizvi.com

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (۴۷) (پھر وہی دل کے اندھے) آپ سے
وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ عذابِ خدا کی جلدی مچاتے ہیں۔ مگر
وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ اللہ ہرگز اپنے (مہلتِ فکر و عمل دینے کے)
كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۴۷﴾ وعدے کے خلاف کچھ نہ کرے گا (کیونکہ)
تمہارے پالنے والے مالک کے ہاں ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار برس
کے برابر ہوا کرتا ہے

آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہو گا

لکھا ہے کہ قیامت کے پچاس موقف ہوں گے اور ہر موقف ایک ہزار سال کا ہو گا جس میں لوگوں سے اُن کے اعمال کا حساب کتاب لیا جائے گا۔ خدا کے ایک دن کا عذاب دنیا کے ہزار سال کے برابر ہو گا۔ اسی طرح جنتیوں کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہو گا۔"

(تفسیر انوار النجف) .... ★

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام محمّد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا کہ:
" جب امام مہدیؑ کا ظہور ہو گا تو وہ کوفے کی طرف تشریف لے جائیں گے۔ وہاں جتنی مسجدیں کنگروں والی ہوں گی اُن کو گرا دیں گے۔ بڑے راستوں کو اور زیادہ وسیع کر دیں گے۔ اور تمام چھتوں کو تڑوا دیں گے جو راستہ کی طرف بڑھ کر اُن کو روکتی ہوں گی۔ راستوں پر گرنے والے نالے بھی بند کروا دیں گے اور کوئی بدعت ایسی نہ رہے گی جس کو ختم نہ فرما دیں گے اور اُن کا ہر سال تمہارے دس سال کا ہو گا۔ پھر اللہ جو چاہے گا کرے گا۔" اِس پر کسی نے پوچھا کہ سال کس طرح طویل ہو جائیں گے؟ فرمایا: "خدا آسمان کو

www.drhasanrizvi.com

حکم دے گا کہ وہ اپنی حرکت کو کم کر دے۔ تو وہ کم کر دے گا۔ اور خدا نے خود قیامت کے دن کو طویل ہونے کی خبر دی ہے کہ: "قیامت کا ایک دن تمہارے ایکہزار سال کے برابر ہوگا۔"

★ .... (تفسیر صافی صہ۳۲۹ بحوالہ ارشاد شیخ مفید)

خدا کو جلدی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جلدی اُسے ہوتی ہے جسے وقت کے نکل جانے کا خوف ہو، بڑھاپے یا کمزور ہو جانے کا خطرہ ہو۔ بھلا خدا کو کس بات کی جلدی ہو سکتی ہے؟ خدا کے تمام کام عینِ حکمت ہوتے ہیں۔ خدا لوگوں کے طعن و طنز سے متاثر ہو کر کوئی کام جلدی میں نہیں کرتا، مگر خدا کے تمام وعدے لازمی طور پر پورے ہو کر ہی رہیں گے۔

★ .... (فصل الخطاب)

نتیجہ: کسی قوم سے اگر آج یہ کہا جائے کہ بُرے کاموں کا انجام تباہی ہوگا اور وہ قوم یہ کہے کہ جناب بُرے کام کرتے کرتے ہمیں بیسؔ تیسؔ سال سے زیادہ ہوگئے ہمارا تو کچھ بھی نہیں بگڑا؟ تو یہ جواب انتہائی احمقانہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے ہاں مکافاتِ عمل کا اثر دنوں، مہینوں، سالوں میں نہیں، بعض دفعہ صدیوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ خدا کے فیصلے ہماری گھڑی اور جنتریوں کے لحاظ سے نہیں ہوا کرتے۔

★ .... (تفہیم القرآن)

ؔ از مکافاتِ عمل غافل مشو ✻ گندم از گندم بروید جَو ز جَو

یعنی: (جیسی کرنی ویسی بھرنی کے اصول کو کبھی نہ بھولنا، بالآخر جَو بونے سے جَو ہی پیدا ہوتے ہیں اور گندم بونے سے گندم ہی پیدا ہوتے ہیں۔) (سعدیؔ)

★ غرض بُرے کام کا انجام ہمیشہ بُرا ہی ہوتا ہے، خواہ بُرے انجام کے سامنے آنے میں دیر ہی کیوں نہ لگے۔ خدا کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں۔ دیر اس لیے نہیں لگتی کہ بدکار لوگ ابھی خدا کے قبضے سے باہر ہیں، بلکہ بُرے کاموں کے بُرے انجام کے سامنے آنے میں دیر صرف اور صرف اس لئے لگتی ہے کہ خدا ہمیں اپنی اصلاح کرنے یا معافی مانگنے کی مہلت پر مہلت عطا فرماتا رہتا ہے۔ پھر اگر ہم اپنی اصلاح توبہ سے کریں تو بُرے انجام سے خدا بچا لیتا ہے۔ (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ (۴۸) (اِس لیے) کتنی کچھ بستیاں ہیں
لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ جنھیں (پہلے) میں نے مہلت دی،
اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۴۸﴾ اس حالت میں کہ وہ ظلم وستم کرنے والی ع ۱۰ ۱۴
تھیں، پھر میں نے اُن کو پکڑ کر جکڑ لیا۔ اور (آخرِ کار تو) سب کے سب کو
میرے ہی پاس واپس آنا ہے۔

محققین نے نتیجے نکالے

(۱) اللہ کی طرف سے آنے والا عذاب حق دشمنوں اور ظالموں کی گھات میں ہے جو جلد یا دیر سے اُن کو آئے گا۔

(۲) یہ مہلت جو اُن کو دی جارہی ہے صرف بیداریٔ شعور اور اصلاحِ عمل کے لیے ہے۔

(۳) پھر جب خدا کا عذاب اُن پر نازل ہوجائے گا تو پھر توبہ اور معافی کے دروازے بند ہوجائیں گے۔ پھر نہ مہلت ملے گی، نہ نجات۔

(۴) خدا کے لیے کسی کام کو پورا کرنے کے لیے نہ تو کسی تیاری کی ضرورت ہے اور نہ وقت کی احتیاج ہے۔ جبکہ تمھیں کسی کام کو مکمل کرنے کے لیے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔ اُس میں ہزار سال کا عرصہ بھی لگ سکتا ہے۔ (تفسیر نمونہ۔ تفسیر ماجدی)

(۵) آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے۔ اس لحاظ سے وہاں جزا و سزا بھی طویل ہوگی۔

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "غریب لوگ امیر کبیر لوگوں کے مقابلہ میں آدھا دن (پانچسو سال) پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔" (تفسیر مجمع البیان)

(۶) جو لوگ تاخیرِ عذاب کو انبیاء کے جھوٹا ہونے کا ثبوت سمجھتے تھے وہ جب خدا کی طرف لوٹیں گے تو برسوں عذاب میں پڑے رہیں گے اور آہ و فریاد کرتے رہیں گے، کوئی سننے والا نہ ہوگا۔ ★ (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا (۴۹) آپ کہدیں کہ اے لوگو! میں تو[1]
لَكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝۴۹ بس تمہارے لیے صرف (تمہارے بُرے انجام
کے آنے سے پہلے تمھیں) صاف صاف طور پر خبردار
کرکے بُرے انجام سے ڈرانے والا ہوں۔

فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا (۵۰) اب جو ابدی حقیقتوں کو دل سے
الصّٰلِحٰتِ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ مانیں، اور (نتیجتاً) اچھے اچھے کام بھی
وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ۝۵۰ کریں، اُن کے لیے خدا کی معافیاں ہی
معافیاں، رحمتیں ہی رحمتیں، اور عزت کی روزی ہے۔

---

[1] مطلب یہ ہے کہ: میں تمہاری قسمتوں کا مالک نہیں ہوں، تمہاری قسمتوں کا مالک خدا ہے میں صرف خبردار کرنے والا ہوں۔ میرا کام صرف یہ ہے کہ شامت آنے سے پہلے تمھیں بتا دوں کہ تمہارے بُرے کا انجام بُرا ہوگا۔ (تفہیم القرآن)

[2] "مغفرت" یعنی خدا کے معاف کرنے سے مراد خداوندِ عالم کا ہماری لغزشوں، غلطیوں اور کمزوریوں اور گناہوں سے چشم پوشی فرمانا ہے۔ "رزقِ کریم" یعنی عزّت کی روزی دینے سے مراد (۱) بہترین روزی دینا بھی ہے (۲) اور وہ بھی پوری عزّت واحترام کے ساتھ بٹھا کر۔ (تفہیم القرآن)

"رزقِ کریم" کے معنی: بہت قابلِ قدر، بہت اعلیٰ۔ غرض تمام مادّی اور معنوی نعمتیں مراد ہیں۔

بعض مفسّرین نے "رزقِ کریم" سے غیر منقطع مسلسل ملنے والی نعمتیں مراد لی ہیں۔

امامِ راغب نے لکھا کہ: "کرم" کے معنی اچھا۔ نیک۔ قابلِ قدر۔ یہ سارے مفاہیم رزقِ کریم کے معنی میں شامل ہیں (مفردات امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِيۡنَ سَعَوۡا فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰۤـئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ ﴿۵۱﴾

(۵۱) البتہ جو لوگ ہماری آیتوں، باتوں، دلیلوں، نشانیوں اور احکامات کو نیچا دکھانے کی کوشش کریں گے تو وہی دوزخ (میں جانے) والے لوگ ہیں۔

"سَعَوۡا:" "سعی" کے مادہ سے ہے۔ اس کے معنی: دوڑنا اور کوشش کرنا ہوتا ہے۔ اور یہاں خدا کی آیتوں، دلیلوں اور احکامات کو مٹانے کی کوششوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

* . . . . (تفسیر نمونہ)

مُعٰجِزِيۡنَ: "عجز" کے مادہ سے ہے۔ یہاں یہ لفظ غلبہ حاصل کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی: "ایسے بھی احمق ہیں جو اللہ کی لامحدود قوت و طاقت پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

* . . . . (تفسیر نمونہ)

"جَحِيۡم" "جحم" کے مادہ سے ہے۔ اس کے معنی آگ کا تیزی اور شدت کے ساتھ بھڑکنا ہوتا ہے۔

اور "جحیم" اُس جگہ کو بھی کہتے ہیں جہاں آگ بڑی شدت سے بھڑک رہی ہو۔ اصل میں یہ جہنم کی طرف اشارہ ہے۔

* . . . . (مفردات القرآن امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ (۵۲) اور ہم نے آپؐ سے پہلے کوئی رسول
مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اور کوئی نبیؑ ایسا نہیں بھیجا، مگر یہ کہ
اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ جب بھی اُس نے (اپنی قوم کی اصلاح
فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ کی) تمنّا کی (یا) کتابِ خدا کی تلاوت کی'
مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ تو شیطان نے اُس کی تمنّا اور تلاوت میں
اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ خوب خوب رُکاوٹیں اور خلل ڈالے،
حَكِيْمٌ ﴿۵۲﴾ مگر شیطان جو کچھ بھی خلل اندازیاں اور

رُکاوٹیں پیدا کرتا ہے، اللہ اُن کو مٹا کر رکھ دیا کرتا ہے۔ پھر وہ اپنی دلیلوں باتوں، نشانیوں اور احکامات کو مضبوط کر دیتا ہے۔ (اس لیے کہ) اللہ خوب اچھی طرح سے جاننے والا اور دانائی اور گہری مصلحتوں کے مطابق بالکل ٹھیک ٹھیک کام کرنے والا ہے۔

خداوندِ عالم اپنے انبیاءؑ کا مددگار ہے۔

★ حاصلِ مطلب یہ ہے کہ خدا اپنے انبیاءؑ کو شیطان کے وسوسوں کے ہجوم میں کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا بلکہ اللہ شیطان کے پیدا کیے ہوئے شکوک و شبہات کو زائل بھی کرتا ہے اور اپنی دلیلوں اور احکامات کو مستحکم بھی کرتا ہے، اور یہ کام اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔ کیونکہ وہ ہر بات کا جاننے والا بھی ہے اور دانائی والا بھی ہے۔ اِس لیے شیطان کی تمام تر مکّاریوں کو خوب جانتا بھی ہے اور اُن کو

www.drhasanrizvi.com

ناکام بنانے کی حکمت اور دانائی بھی رکھتا ہے۔

★ **دوسری بات** یہ بتائی گئی کہ شیطانی طاقتوں کی مکّاریاں اور بدمعاشیاں مومنین کے امتحان کا ذریعہ ہوتی ہیں، اور کفّار و مشرکین اور بیمار دل والوں کے لیے بھی امتحان کا ذریعہ ہوتی ہیں۔

★ **تیسری بات** یہ بتائی ہے کہ شیطان کو مہلتِ عمل دینے کا مقصد یہ ہے کہ باخبر لوگ حق اور باطل میں تمیز کریں۔ شیطانی شکوک اور مکّاریوں کے جھانسے میں نہ آئیں اور پوری طرح اللہ کی اطاعت کا حق ادا کر کے دکھا سکیں۔

★ **چوتھی بات** یہ بتائی گئی کہ خدا حق طلب مومنین کو شیطانی چالوں کے درمیان اکیلا نہیں چھوڑا کرتا، بلکہ اللہ اُن کو سیدھے راستے کی ہدایت کرتا رہتا ہے۔

(تفسیرِ نمونہ) ★ - - - - -

★ شیطان کے بہکانے کے سلسلے میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا کہ:

"مثلاً حضرت (رسولِ خداؐ) نے خواب میں دیکھا کہ ایک زمین کی طرف ہجرت فرمائی ہے جہاں کھجور کے درخت بہت زیادہ ہیں، تو حضرتؐ کو یمامہ کی طرف ہجرت کا تصور ہوا۔ جبکہ واقع میں وہ زمین مدینہ کی تھی۔ یا مثلاً بہ حضرت رسولِ خداؐ نے خواب میں دیکھا کہ مکّے میں آئے ہیں اور حلق و تقصیر فرمارہے ہیں، تو خیال ہوا کہ یہ اسی سال ہوگا، جبکہ حقیقتاً وہ چند سال کے بعد وقوع میں آیا۔ اسی طرح سے کھرے مسلمانوں اور منافقوں کا امتحان ہوا کرتا ہے۔"

(تفسیر فتح الرحمان از شاہ ولی اللہ) ★ - - - -

★ اس قسم کی تمام تفسیروں سے تو یہ تصور قائم ہوتا ہے کہ حضورؐ اکرم خواب دیکھا کرتے تھے اور اُن خوابوں سے جو تصور پیدا ہوا کرتا تھا اس کو قرآن "تمنّا" کہتا ہے۔ اور اسی تصور میں شیطان آکر دخل اندازی فرمایا کرتے تھے۔ اِس سے تو یہ منطقی نتیجہ نکلا کہ رسولِ اکرمؐ کے خواب اُن کی آرزوؤں کا نتیجہ ہوا کرتے تھے۔ فرائیڈ کی بھی یہی تھیوری ہے۔ اور جو تعبیر حضورؐ اپنے خواب کی نکالتے تھے اُس میں بھی

www.drhasanrizvi.com

شیطان صاحب کار فرمائی فرمایا کرتے تھے۔ (معاذ اللہ)

★ جبکہ اصل بات یہ ہے کہ جناب رسولِ خداؐ کے خواب آپؐ کی وحی کا حصّہ تھے اور اس بات کا کوئی امکان ہی نہیں ہوسکتا تھا کہ حضورؐ سے وحی کے سمجھنے میں ذرا سی بھی غلطی ہو۔ یا شیطان وحی میں دخل اندازی کرسکے۔ کیونکہ خود خداوندِ عالم نے ارشاد فرمایا: " یقیناً وہ (وحی) تمھارے مالک کی طرف سے ایک حق بات تھی۔"

" مگر شاہ ولی اللہ صاحب کے بیان کے مطابق شیطان ان میں دخل اندازی فرما کر مطلب ہی بدل دیا کرتے تھے۔"

غرض اس قسم کی تمام تفسیریں ائمۂ اہلِ بیتؑ سے دور رہنے کا منطقی اور لازمی نتیجہ ہیں۔

★ .... (فصل الخطاب)

★ اس کے برعکس علّامہ طبرسیؒ (عظیم شیعہ مفسّر) نے لکھا کہ: " اس سلسلے میں جن حدیثوں کی روایت کی گئی ہے وہ سب علمائے حدیث کے نزدیک مجروح، غلط، ملعون و مطعون ہیں۔ ان کو بالکل ضعیف اور ناقابلِ قبول قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان حدیثوں کا مضمون ایسا ہے کہ جس سے اللہ کے تمام پیغمبرؑ بری ہوتے ہیں۔" (نیز ایسی کوئی حدیث ائمۂ اہلبیتؑ سے مروی نہیں۔) (مؤلف)

★... (تفسیر مجمع البیان)

★ مشہور عظیم سنّی محقق اور محدّث ابنِ بیہقی نے بھی لکھا کہ: " اس قسم کے تمام قصے بالکل بے اصل ہیں، ان کے راوی مطعون و ملعون ہیں اور ان کی سند معتبر نہیں۔ ★... (تفسیر ابنِ کثیر)

رسول۔ نبی۔ محدّث کی تعریف: فرزندِ رسولؐ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جنابِ رسولِ خداؐ نے فرمایا:

" رسول" وہ ہے جس کے سامنے فرشتہ ظاہر ہو کر آئے اور اس سے بات کرے۔ اور " نبی" وہ ہوتا ہے جس پر وحی خواب میں ہو۔ رسالت اور نبوت ایک آدمی میں جمع ہوسکتی ہیں۔ اور " محدّث" وہ ہے جو فرشتے کو نہ دیکھے، مگر اس کی آواز کو سنے۔" راوی نے پوچھا کہ محدّث کیسے پہچانے گا کہ یہ فرشتے ہی کی آواز ہے؟ فرمایا: محدّث خداداد صلاحیت سے پہچان لیتا ہے۔ اور ہم (ائمۂ آلِ محمدؐ) محدّث ہیں۔" (تفسیر صافی بحوالہ کافی، تفسیر برہان)

www.drhasanrizvi.com

لِّيَجۡعَلَ مَا يُلۡقِى الشَّيۡطٰنُ (۵۳) خدا یہ سب اِس لیے ہونے دیتا ہے
فِتۡنَةً لِّلَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ تاکہ وہ شیطان کی ڈالی ہوئی خرابی کو
مَّرَضٌ وَّالۡقَاسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ‌ؕ اُن لوگوں کے لیے امتحان (کا ذریعہ)
وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَفِىۡ بنادے جن کے دلوں میں (انکارِ حق
شِقَاقٍۢ بَعِيۡدٍ ۙ‏ ﴿۵۳﴾ اور نفاق کی) بیماری لگی ہوئی ہے،

اور جن کے دل سخت اور کھوٹے ہیں۔ حقیقتاً ظالم اور بدکار لوگ اپنی حق سے دشمنی میں بہت ہی دور نکل گئے۔ (بہت زیادہ دشمن ہوگئے ہیں)

شیطان کی فتنہ پردازیوں کا نتیجہ

یہ ہے کہ شیطان کو اللہ نے لوگوں کا امتحان لینے کا ذریعہ بنایا ہے۔ جو لوگ حق کی تلاش میں رہتے ہیں اور سلجھی ہوئی ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں، وہ اِن تمام شبہات کو دور کرلیتے ہیں اور حق تک پہنچ جاتے ہیں۔ البتہ شریر لوگ انہی شبہات میں غوطے کھا کھا کر تباہ ہوجاتے ہیں۔
(تفہیم القرآن)

★ **نہایت احمقانہ واقعہ:** بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ: جیسے ابن جریر، "طبقات" ابن سعد وغیرہ نے، کہ آنحضرتؐ نے قرآن پڑھتے پڑھتے یہ بھی پڑھ دیا کہ ۔ اَفَرَاَيۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰى ۔ ... وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرۡتَجٰى ۔" یعنی: لات اور عزیٰ بلند رتبہ دلیاں ہیں اُن کی شفاعت متوقع ہے۔" یہ بالکل جھوٹی روایت ہے۔ اِس لیے کہ: ابن عباس کے سوا کسی صحابی نے اس کی روایت نہیں کی۔ (۲) اِس سلسلے میں جتنی روایتیں آئی ہیں سب کی سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں حتّٰی کہ حضورؐ نے جو جملے بتوں کی تعریف میں فرمائے ہیں اُن تک میں اختلاف ہے۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

وَّ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (۵۴) اور یہ (شیطان کی خلل اندازیاں)

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ اِس لیے بھی ہیں کہ وہ جنھیں علم عطا ہوا

فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ ہے، یہ بات جان لیں کہ یہ (قرآن) سچا ہے

قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ پھر وہ اُس کو دل سے مان لیں۔ اور اُن

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ کے دل نرم ہو کر اُس کے آگے جھک

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾ (جھک) جائیں۔ یہ حقیقت ہے کہ خدا

حق کو دل سے ماننے والے ایمانداروں کو ہمیشہ سیدھا راستہ دکھا کر منزلِ مقصود

پہنچا دینے والا ہے۔

عربی لغت میں "ایمان" کے معنی

(۱) دل سے تصدیق کرنا، قبول کرنا، ماننا ہوتا ہے۔

یعنی: جو آدمی کوئی چیز دے رہا ہو، اُس کی بات کا یقین کرنا، اور اُس کے حکم کو قبول کرنا اور اُس کو سچا قرار دینا، ایمان لانا کہلاتا ہے۔

★ ایمان کا لفظ " امن " سے ماخوذ ہے اِس لیے "ایمان" کے معنی یہ ہیں کہ جو آدمی کوئی چیز دے رہا ہے، اُس کی بات کو مان کر اپنی مخالفت یا تکذیب سے اُس کو امن دے دیا جائے۔

★ شرعی اصطلاح میں ایمان لانے کے معنی جنابِ رسولِ خدا کی تمام تعلیمات کو دل سے قبول کرنا ماننا اور اُن کی تصدیق کرنا ہوتا ہے۔ اب اگر اُن کی تعلیمات کی تفصیلات میں سے کوئی بات تفصیلی آئی ہے تو اُس کی تفصیلات کو ماننا، اور اگر کوئی اجمالی طور پر بات بتائی گئی ہے، تو اُس کا اجمالی طور پر ماننا ایمان کہلاتا ہے۔ ★ (لغات القرآن نعمانی جلد ۱ ص ۳۱۸)

www.drhasanrizvi.com

★ اب کیونکہ اس آیت میں ایمان لانے کا مصداق اُن لوگوں کو قرار دیا گیا ہے جنھیں خدا کی طرف سے علم عطا کیا گیا ہے، تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دل سے صاحبانِ علم رسول اکرم ؐ کی صداقت کی تصدیق کرتے ہیں، اور اُن کا یہ ایمان پیدائشی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت لُوطؑ کے بارے میں قرآن میں فرمایا:

" فَاٰمَنَ لَهٗ لُوۡطٌ ۘ " یعنی: "پس لُوطؑ اُن پر (حضرت ابراہیمؑ پر) ایمان لائے "

(پ۲۰ - سورۃ العنکبوت آیت ۲۶) . . . .

★ پس حضرت لُوطؑ کے ایمان لانے کا مطلب کیا ہے ؟

★ کیا کوئی نبیؑ ایسا ہو سکتا ہے جو ایمان نہ رکھتا ہو۔ ؟ مطلب یہ ہے کہ حضرت لُوطؑ نے حضرت ابراہیمؑ کی نبوت کی علی الاعلان تصدیق فرمائی۔

(القرآن المبین ترجمہ و تفسیر مولانا امداد حسین کاظمی) . . . . . .

نتائج و تعلیمات

(۱) ہر قوم اپنے نبیؑ کا مذاق اُڑاتی رہی ہے۔

(۲) انبیاءِ کرام کا مذاق اُڑانا قوموں کی تباہی کی شکل میں ظاہر ہوتا رہا ہے۔

(۳) مگر خدا کا یہ عذاب فوراً نہیں آتا۔ (۴) عذاب لانا صرف اللہ کی مرضی پر منحصر ہوتا ہے، انبیاءؑ کا کام نہیں۔

(۵) خدا جلد بازی میں قوموں کو سزا نہیں دیا کرتا۔

(۶) خدا کی مہلت کا زمانہ صدیوں سال بھی ہو تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ خدا کا وعدہ جزا و سزا پورا نہ ہوگا۔

(۷) ہر نبیؑ کی تمنا یعنی آرزوؤں میں شیطان نے رکاوٹیں ضرور ڈالی ہیں۔

(۸) ہر نبیؑ کی تعلیمات میں شیطان نے شبہات اور اعتراضات ضرور پیدا کیے ہیں۔

(۹) مگر آخرِ کار شیطان کے تمام شبہات اور اعتراضات کا ازالہ کر دیا کرتا ہے۔

(۱۰) شیطان اور اُس کے چیلے اپنی مکاریوں اور چالبازیوں سے خدا کی آیتوں کو نیچا دکھانے کی سرتوڑ کوششیں کرتے ہیں، مگر خدا ہمیشہ کھوٹے کھرے کو الگ الگ کر دیا کرتا ہے۔ ★ (تفسیر نمونہ)

ـــہ " فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے ❊ وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے "

www.drhasanrizvi.com

وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيمٍ ۝ (۵۵)

رہے ابدی حقیقتوں کا انکار کرنے والے کافر، تو وہ ہمیشہ اُس کی (خدا یا قرآن کی) طرف سے شک ہی میں پڑے رہیں گے، یہاں تک کہ یا تو اُن پر قیامت کا وقت اچانک آجائے گا، یا اُن پر اُس منحوس دن کا عذاب ٹوٹ پڑے گا جو بڑا ہی سخت ہوگا۔

حق کے سب سے بڑے مخالفین

اِس قسم کی تمام آیات تمام منکرینِ حق کے بارے میں نہیں ہوتیں یہ اُن خاص قسم کے کافروں کے بارے میں ہیں جو حق کی مخالفت میں سب سے آگے آگے ہوتے تھے جن کا انکار و کفر ارادی تھا اور جو رسولوں اور مومنین پر طرح طرح کے ظلم ڈھایا کرتے تھے

★ .... (تفسیر جلالین، فصل الخطاب)

★ قیامت کا بالکل اچانک ٹوٹ پڑنا، انجیل میں اس طرح بیان ہوا کہ: "خداوند کا دن چور کی طرح آجائے گا۔ اُس دن تمام آسمان بڑے شور و غل کے ساتھ برباد ہوجائیں گے۔"

★ .... (انجیل، پطرس ۳: ۲)

★ "عَقِیمٍ" لفظ "عقیم" کے معنی "بانجھ عورت کے ہوتے ہیں۔ لیکن جب یہ لفظ کسی دن کے واسطے بولا جائے تو اس کا مطلب ایسا منحوس دن جب کوئی ترکیب کام نہ آئے۔ یا ایسا دن جس کی رات دیکھنی نصیب نہ ہو۔ دونوں معنی سے مطلب یہ نکلا کہ ایسا دن جس دن خدا کا عذاب قوم پر اُترا، وہ تباہ ہوئی اور اُس کی کوئی چال کام نہ آسکی، اور نہ اُنھیں اُس دن کی رات دیکھنی نصیب ہوئی۔

★ .... (مفردات القرآن امام راغب)

www.drhasanrizvi.com

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (۵۶)

سلطنت اور بادشاہی اُس دن صرف اللہ ہی کی ہوگی، وہی اُن کے درمیان فیصلہ کردے گا۔ اب جنھوں نے حق کو دل سے مانا (تھا) اور (نتیجتاً) اچھے اچھے کام بھی کرتے رہے (تھے)، وہ تو آرام اور نعمتوں والے جنت کے سرسبز و شاداب گھنے باغوں میں (عیش و آرام سے) ہوں گے۔

حکومت تو آج بھی صرف اللہ ہی کی ہے مگر آج اس پر صدہا پردے پڑے ہوئے ہیں۔ فراعینِ وقت دندناتے پھرتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن تمام حجابات دور ہو جائیں گے۔ اسباب کے پردے ہٹ جائیں گے۔ پھر ہر شخص خداوند عالم کی حکومت کا براہ راست مشاہدہ کر سکے گا۔ کوئی فرعونِ عصر اپنی حکومت کا ڈنکا نہ بجا سکے گا۔

..... (تفسیر ماجدی)

حکومت یا حاکمیت کی دو ۲ قسمیں ہیں ایک حقیقی دوسری اعتباری۔ دنیا میں دونوں قسم کی حاکمیتیں موجود ہیں۔ ایک حاکمیت وقتی اور عارضی ہے جو دنیا میں نظام قائم رکھنے کے لیے دی جاتی ہے، ورنہ حقیقی حاکمیت تو صرف خدا ہی کے لیے ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ البتہ آخرت میں یہ دنیا والی اعتباری حاکمیت نہ ہوگی، صرف حقیقی حاکمیت ہوگی، جو حاکمیت دنیا میں تھی اُس کو اُس دن لپیٹ دیا جائے گا۔

..... (تفسیر المیزان جلد ۱۴)

"یَوْمَئِذٍ: اُس دن سے مراد قیامت کا دن ہے کہ اُس دن صرف اللہ کی حکومت ہوگی مومن جنت میں جائیں گے اور خدا کے دشمن عذابِ ابدی کی سزا پائیں گے۔

..... (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا (۵۷) اور جنھوں نے حق کا انکار کیا (تھا)
بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ اور ہماری باتوں، دلیلوں، نشانیوں،
عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ اور حقیقتوں کو جھٹلایا (تھا) اُن کے ع ۹ / ۱۴
لیے ذلیل کر دینے والی سزا ہوگی۔

نتائج و تعلیمات

محققین نے نتیجہ نکالا کہ جنّت کو صرف ایمان ہی سے نہیں، بلکہ "نیک اعمال" سے بھی مشروط کیا گیا ہے۔ جبکہ خدا نے اپنے عذاب کو صرف کفر و تکذیب سے وابستہ کیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ:

(۱) جنّت کے لیے ایمان و عمل دونوں لازمی ہیں۔ اس لیے کہ نیک اعمال ایمان کا لازمی منطقی نتیجہ ہیں۔

ے رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل ✲ جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

(۲) کفر و انکارِ حق کی صورت میں عذاب آنا لازمی ہے خواہ بظاہر نیک اعمال بھی دکھائی دے رہے ہوں۔ اصل میں یہ دکھاوے کے نیک اعمال ہوتے ہیں یا دنیا کے فائدوں کے سمیٹنے کے لیے ہوتے ہیں، خدا یا آخرت کے لیے نہیں ہوتے۔ اس لیے تکذیبِ حق پر عذابِ الٰہی کا نازل ہونا ضروری ہوتا ہے۔

* .... (فصل الخطاب)

عذابِ الٰہی کی قسمیں: قرآن میں عذاب کی کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) عذابِ الیم: سخت تکلیف دینے والی سزا۔ یہ اُن لوگوں کے لیے ہوگی جو دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

(۲) عذابِ عظیم: یعنی بہت اور زبردست سزا۔ یہ بڑے بڑے جرائم پیشہ لوگوں کے لیے ہوگی۔

(۳) عذابِ مُہین: یعنی: سخت ذلیل کرنے والی سزا۔ یہ مغرور اور متکبرین کے لیے ہوگی جو خدا کی دلیلوں، آیتوں اور خدا کے نمائندوں اور خدا کی اطاعت کرنے والوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں۔

* .... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ (۵۸) اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں
اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ ہجرت کی، پھر قتل کر دیے گئے یا مر گئے
اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ تو اللہ لازمی طور پر اُن کو بہت اچھا
لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۵۸ رزق عطا کرے گا۔ اور یہ حقیقت ہے
کہ اللہ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔

★ اصحابِ کرامؓ نے جناب رسول اللہؐ سے پوچھا: یارسول اللہؐ! جو لوگ آپ کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے قتل ہو گئے، اُن کے بارے میں تو ہمیں علم ہو گیا کہ خدا نے اُنھیں ہر قسم کی بھلائی اور خوبی عطا فرمائی۔
"اب اگر ہم اپنی موت مر جائیں اور قتل نہ ہوں، جبکہ ہم آپ کے ساتھ مل کر جہاد بھی کر چکے ہیں تو ہمیں کیا بدلہ ملے گا؟" اُس وقت یہ دو آیتیں ۵۸ - ۵۹ نازل ہوئیں۔
★ ---- (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۰ بحوالہ الجوامع)

آیت کا پیغام

پیغام یہ ہے کہ جو لوگ دینِ خدا کی خاطر ترکِ وطن کے بعد شہید ہوئے یا اپنی موت مرے اور انھوں نے دنیا میں دینِ خدا کی فتح کے ثمرات سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا، تو وہ اطمینان رکھیں، انھیں جنّت کی اعلیٰ ترین نعمتیں اور راحتیں ملیں گی جو دنیا کے رزق سے کہیں بہتر ہوں گی۔
★ ---- (تفسیر ماجدی)

رزقِ حسن : عمدہ رزق سے مراد وہ نعمتیں ہیں کہ اگر انسان کی اُن پر نظر پڑ جائے تو بس دیکھتا ہی رہ جائے، اور اُسے پھر کسی دوسری چیز کا ہوش ہی نہ رہے۔
★ ---- (تفسیر نمونہ)

نتیجہ محققین نے نتیجہ نکالا کہ صرف میدانِ جنگ میں قتل ہونا ہی عظیم فضیلت نہیں رکھتا، بلکہ

www.drhasanrizvi.com

اصل چیز اللہ کی راہ میں جان دینا ہے، خواہ میدانِ جنگ میں جان دی جائے یا اطاعتِ خدا میں طبعی موت آئے۔ اِس لیے اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے مرنے والا بھی شہید ہے۔

صاحبِ "تفسیر فی ظلال القرآن" مفسّر قرطبی نے لکھا:

"ان المقتول فی سبیل اللہ وَ المیت فی سبیلہ شہید"

یعنی: "جو اللہ کی راہ میں قتل ہو، یا اللہ کی راہ (اللہ کی اطاعت) میں مرجائے دونوں شہید ہیں۔" * (تفیر فی ظلال القرآن)

★ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا:

"مَنۡ مَّاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ شَہِیۡدًا"

یعنی: "جو شخص آلِ محمدؐ سے محبت کرتا ہوا مرے، وہ شہید مرتا ہے۔"

* .... (تفسیر کبیر امام رازی)

★ شہادت کے اصل معنی گواہی دینے کے ہیں۔ جس طرح خدا کی راہ میں قتل ہونا، قتل ہونے والے کے ایمان وعمل کی گواہی ہے۔ بالکل اِسی طرح اطاعتِ خدا پر باقی رہتے ہوئے طبعی موت مرنا بھی اُس کے ایمان وعمل کی گواہی ہے کہ اُس نے زندگی بھر خدا کی اطاعت کی، اور اطاعتِ خدا کرتے ہوئے مرا۔

* .... (مؤلف)

★ آیت کا پیغام یہ ہے کہ انسان حق کی حمایت کے لیے ہجرت کرنے کو عار نہ سمجھے۔ اللہ کی نعمتیں لامحدود ہیں جو کسی ایک شہر سے وابستہ نہیں۔ حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ علیہ السّلام نے فرمایا: "جو شہر تمہارا بوجھ اُٹھا سکے وہیں رہائش اختیار کرو۔"

* .... (نہج البلاغہ)

۵ "ہر ملک ملکِ ماست کہ ملکِ خدائے ماست"

www.drhasanrizvi.com

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ (۵۹) وہ ضرور اُن کو ایسی جگہ میں داخل
وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ فرمائے گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے
اور اِس میں کیا شک ہے کہ خدا (اُن کے عمل اور پسند کو) خوب
اچھی طرح سے جاننے والا اور (اُن کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو)
برداشت کرنے والا ہے۔

خدا "علیم" ہے

یعنی: ہر بات (کا اچھی طرح) جاننے والا ہے۔

یہاں اِس کا مفہوم یہ ہوگا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ کس کس نے خدا کی راہ میں اپنا بسا بسایا گھر چھوڑا اور وہ کتنے بڑے انعام کا مستحق ہے۔

خدا "حلیم" ہے

یہاں اِس کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا ایسی عظیم قربانیاں پیش کرنے والوں کی چھوٹی چھوٹی لغزشیں اور کمزوریوں کو معاف کرنے والا ہے۔

* .... (تفہیم القرآن)

* قرآن میں دوسری جگہ اسی حقیقت کو ایک جنرل فارمولے (عام قانون) کی شکل میں اس طرح بیان فرمایا ہے: " اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ " (سورۃ ھود آیت ۱۱۴ پ۱۲)

یعنی: "(حقیقتاً اچھائیاں ختم کردیتی ہیں برائیوں کو)"

* آخر میں خدا کا فرمانا کہ "اللہ علیم" ہے۔ یعنی: وہ ہر شخص کی اُن تمام قربانیوں کو جانتا ہے جو اُس نے خدا کی راہ میں دی ہیں۔

* اور خدا کا فرمانا: وہ "حلیم" ہے۔ یعنی خدا سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ وہ اصلاحِ حال کی مہلتوں پر مہلتیں دیتا رہتا ہے اور بہت سے گناہ از خود معاف کر دیا کرتا ہے۔ (سبحان اللہ)

* ---- (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ (۶۰) یہ تو اُن (انتقام نہ لے سکنے والے مظلوموں) کا حال ہے۔ اور جو کوئی بدلہ
بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهٖ ثُمَّ
بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنصُرَنَّهُ اللَّهُ ۗ إِنَّ لے، ویسا ہی جیسی زیادتی اُس کے
اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ۞ ساتھ کی گئی ہے، اور اُس کے خلاف
(واقعًا) زیادتی بھی کی گئی ہو، تو اللہ ضرور اُس کی مدد کرے گا۔ (کیونکہ)
حقیقتًا خدا (ظلم کے مقابلہ پر کشت و خون کو) بڑا معاف کرنے والا
بھی ہے اور (بدلہ نہ لے کر) بخش دینے والا بھی ہے۔

مظلوم کی مدد خدا کرتا ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص پر اُس کے دشمن نے ظلم کیا اور اُس شخص نے اپنا انتقام بھی لے لیا، اب معاملہ برابر ہو گیا لیکن اس کے بعد پھر مظلوم پر زیادتیاں شروع ہو جائیں تو پھر اللہ مظلوم کی ضرور مدد فرمائے گا۔

٭ . . . . (فصل الخطاب)

نتائج و تعلیمات: (۱) امام شافعی نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا:

(۱) قصاص اُسی شکل میں لیا جائے گا جس شکل میں ظلم کیا گیا ہوگا۔ مثلاً اگر کسی آدمی نے کسی آدمی کو پانی میں ڈبو کر مارا ہے، تو اُس کو بھی پانی میں ڈبو کر ہی مارا جائے۔ اگر کسی نے کسی کو جلا کر مارا ہے تو اُس کو بھی جلا کر ہی مارا جائے۔

٭ لیکن امام ابو حنیفہ کا فتویٰ یہ ہے کہ قاتل کو قتل کرنا ضروری ہے، خواہ کسی طرح بھی قتل کیا جائے۔ ٭ . . . (تفسیر کبیر امام رازی)

www.drhasanrizvi.com

(۲) دوسرے نتائج یہ نکالے گئے کہ ظلم کے مقابلے پر جو کُشت و خون کیا جائے گا وہ اللہ کے ہاں معاف ہے۔ اگرچہ کُشت و خون بجائے خود کوئی اچھی چیز نہیں۔

(۳) اللہ مالک ہو کر معاف کرنے والا ہے، تم اُس کے بندے ہو کر لوگوں کو معاف کرنا سیکھو۔ (تفہیم القرآن)

شانِ نزول

یہ ہے کہ محرّم کا مہینہ ختم ہو رہا تھا کہ مشرکین نے مشورہ کیا کہ مسلمان محرّم میں جنگ نہیں کرتے، لہٰذا محرّم میں ان پر حملہ کرکے اُن کو ختم کر دیا جائے۔ جب کفّار و مشرکین نے مل کر حملہ کیا تو پہلے مسلمانوں نے اپیل کی، کہ محرّم میں جنگ نہیں ہونی چاہیئے۔ جب وہ نہ مانے تو مسلمانوں نے ڈٹ کر دفاع کیا اور کافروں کو شکست دی۔ تب یہ آیت اُتری۔ (تفسیر مجمع البیان، تفسیر در منثور، تفسیر کبیر)

★ اِس آیت کے حقیقی اور اوّلین مصداق : خود جناب رسولِ خداؐ ہیں کیونکہ اُن کو قریش نے مکّہ سے نکالا۔ آپؐ نے مجبوراً غارِ ثور میں پناہ لی۔ مگر اس کے باوجود کفارِ مکّہ آپؐ کو قتل کرنے کے لیے آپؐ کی تلاش میں غارِ ثور کے دہانے تک گئے۔ بس خدا نے اُن کو اس ظلم کی سزا بدر کے دن دی۔ اِس طرح کہ عُتبہ، شیبہ، ولید، ابوجہل اور حنظلہ ابنِ ابوسفیان جیسے عظیم سردارانِ قریش بڑی ذلّت و خواری کے ساتھ قتل ہوئے لیکن جب جنابِ رسولِ خداؐ کا انتقال ہوگیا تو اُن ہی کفار کی اولادوں اور وارثوں نے اپنے کافر آباء و اجداد کے خون کا بدلہ فرزندِ رسولؐ امام حسینؑ ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سے کربلا کے میدان میں انتہائی ظلم و ستم کے ساتھ لیا اور پھر یزید ابنِ معاویہ ابنِ ابوسفیان نے یہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ "اے کاش! میرے بدر والے بزرگ نیزوں کے پڑنے سے حسینؑ و انصارِ حسینؑ کی مصیبت کو دیکھتے۔"

۲۔ "تو وہ خوش ہو ہو کر خوب شور و غل، بڑی ہو ہا مچاتے پھر کہتے اے یزید! تیرے ہاتھ کبھی شل نہ ہوں۔"

۳۔ "اگر میں اولادِ احمدؐ سے احمدؐ کے کرتوتوں کا بدلہ نہ لوں تو میں خندق والوں کے خاندان سے نہیں۔"

۴۔ "ہم نے (آلِ محمدؐ کے) سرداروں کے ایک گروہ کو قتل کر ڈالا۔ اور اسے بدر کے دن کا بدلہ

www.drhasanrizvi.com

سمجھ لیا۔ پس اب بدلہ پورا ہو گیا۔"

جس وقت یزید، امام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سرِ اقدس کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا اُس وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ (ترجمہ یہ ہے:)

ے " اِس وقت جب ہم اِس سر کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ کاش ہمارے وہ بزرگ جو بدر میں قتل ہوئے موجود ہوتے "

ے " پھر وہ خود قیاس کر کے اندازہ لگاتے اور پھر کہتے کہ بدر کا نقصان اور یہ آلِ محمدؐ کے سرداروں کا ہمارا قتل کرنا برابر ہو گئے۔" ...... (از اشعارِ یزید لعین)

★ اِسی وجہ سے آخر میں خداوندِ عالم نے فرمایا کہ:

" ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ط "

یعنی: (پھر اُس کے خلاف زیادتی بھی کی گئی ہو، تو اللہ ضرور اُس کی (یعنی جنابِ رسولِ خدا کی) مدد کرے گا۔")

یعنی: امام مہدی علیہ السلام جو آنحضرتؐ کی اولاد سے (آلِ محمدؐ کے آخری فرد) ہوں گے اُن کو ایسی زبردست حکومت عطا فرمائے گا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے پورا پورا بدلہ لیں گے۔ .... (بالآخر وہ جہنم میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جائیں گے) ★..... (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۷ بحوالہ تفسیر قمی)

(امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے وہ قاتلین بھی مراد ہیں جنھوں نے امام علیہ السلام آپؑ کے اعزہ و اقربا اور اصحابِ باوفا کو قتل کیا تھا۔ کیونکہ وہ سب کے سب زندہ کیے جائیں گے اور وہ امام علیہ السلام کے ہاتھوں خوب خوب سزا پا کر قتل کیے جائیں گے۔ امام علیہ السلام کے قاتلین میں وہ سب لوگ بھی شامل ہیں کہ جو آپؑ کے قتل پر راضی ہوئے یا خوش ہوئے)

★ ..... (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾

(۶۱) یہ (ظالم کو اختیارات دینا اور ظلم کی مہلت دینا) اس بناء پر ہے کہ اللہ ہی رات سے دن کو، اور دن سے رات کو نکالنے والا ہے (یعنی ساری کائنات پر اللہ ہی حاکم ہے کیونکہ) حقیقتاً اللہ (سب کچھ) سننے والا اور خوب اچھی طرح سے دیکھنے والا ہے۔

★ خداوندِ عالم کا فرمانا: "یہ اس لیے کہ": یعنی خداوندِ عالم کا کفر و ظلم کرنے والوں پر عذاب نازل کرنا، نیک مومنین کو انعام دینا، مظلوموں کی مدد کرنا، ظالموں کے خلاف جہاد کرنے والوں کی مدد کرنا، یہ سب اس لیے ہے کہ خدا کی صفات یہ ہیں کہ:

(۱) وہ رات سے دن کو نکالتا ہے۔ (یعنی ہر چیز پر قادر ہے)

(۲) نیز یہ کہ خدا ہر بات کا خوب سننے والا،

(۳) اچھی طرح سے دیکھنے والا ہے۔

(۴) اللہ ہی حق ہے

(۵) اور سارے دوسرے خدا باطل ہیں۔

(۶) اللہ سب سے بلند اور بالادست بھی ہے ——— اور

(۷) عظیم ہستی بھی ہے (اس لیے " اُس کے شایانِ شان یہی بات ہے کہ وہ ظالموں کو سزا دے، نیک بندوں کو انعام دے، اور مظلوموں کی مدد کرے۔ ایسا بلند صفات رکھنے والا خدا ہی یہ سب کچھ کرنے کا اہل ہے)

www.drhasanrizvi.com

★ نیز خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "خدا رات کی تاریکی میں سے دن کو نکال لاتا ہے۔" یعنی وہی خدا اِس پر بھی قادر ہے کہ ظالموں کے اقتدار کا سورج ڈبو دے اور کفر و جہالت کے اندھیروں کو مٹا کر حق و صداقت علم و معرفت کے نور سے دنیا کو روشن کر دے۔

★ ..... (تفہیم القرآن)

★ چونکہ خدا یہاں پر مظلوموں کی مدد کا وعدہ فرما رہا تھا، اور مدد وہی کر سکتا ہے جو طاقتور ہو، اِس لئے پچھلی آیت میں مدد کا وعدہ کیا گیا اور اِس آیت میں خداوندِ عالم اپنی طاقت کی طرف اشارہ فرما رہا ہے اور ساتھ ساتھ کائنات کے لاکھوں سالہ چلتے ہوئے نظام کی طرف اشارہ فرما کر اپنے وجود اور اپنی حاکمیت دونوں کو ثابت فرمایا ہے۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ اِس آیت کو پچھلی آیت سے ملا کر دیکھا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ایک وقت تو ظالم گروہ نے پہلے ظلم کیا۔ پھر مظلوم گروہ نے بدلہ لیا۔ اِس کے بعد پھر اگر ظالم گروہ تشدّد کرے گا تو خدا اُس مظلوم گروہ کی ضرور مدد فرمائے گا جو پہلے سے مظلوم تھا۔

پھر خدا کا یہ فرمانا کہ: "یہ اِس بناء پر ہے" کہ: "خدا رات کو دن کے اندر سے اور دن کو رات کے اندر سے نکال لاتا ہے۔" یہ بالکل اُسی محاورے کے مطابق ہے کہ دنیا میں یہی ہوتا آیا ہے کہ کبھی کے دن بڑے ہوتے ہیں اور کبھی کی راتیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر ظالم گروہ پہلے طاقتور تھا، اور مظلوم گروہ کمزور تھا، تو یہ صورتِ حال ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہے۔ اِس کو خدا ضرور بدلے گا۔

★ پھر خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "خدا خوب دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔" یعنی: خدا مظلوموں کی فریادیں خوب سنتا ہے اور اُن کی حالتِ زار کو اچھی طرح سے دیکھتا بھالتا رہتا ہے اِس لیے اُس کی مدد ضرور مظلوموں تک پہنچے گی، اور ظالم کیفرِ کردار تک پہنچے گا۔

★ (مجمع البیان۔ فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ (۶۲) یہ سب (اختیار و امتحانِ فکر و عمل
وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور یہ ساری کائنات صرف) اس لیے
هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ ہے کہ (تم یہ بات جان لو کہ)[1] اللہ ایک
الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ﴿۶۲﴾ برقرار حقیقت ہے اور وہ[2] جنہیں وہ
لوگ اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں اور جن کی دُہائیاں دیتے ہیں، وہ سب
بے حقیقت ہیں۔ حقیقتاً[3] اللہ ہی بالادست اور بہت بڑی بلند و بالا
ذات ہے۔

ظلم کو بہر حال ختم ہونا ہے

خداوندِ عالم کا یہاں فرمانا کہ: "خوب اچھی طرح سے جان لو کہ خدا ایک برقرار یعنی ہمیشہ رہنے والی حقیقت ہے۔" اس کا مطلب یہاں سیاق و سباق کے حوالے سے یہ نکلتا ہے کہ یہ بات یاد رکھنا کہ مظلوموں کا خدا مددگار ہے اس لیے آخری فتح یقیناً حق کی یعنی مظلوموں ہی کی ہوگی۔ کیونکہ اللہ ایک لازوال حقیقت ہے۔ ظالم اگر وقتی طور پر بظاہر کامیاب بھی ہو جائے تو اُس کی کامیابی لازوال نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ لازوال صرف خدا ہے اور خدا، ظلم کو صرف وقتی طور پر امتحان لینے کے لیے تو برداشت کرسکتا ہے، مگر مستقل طور پر برداشت نہیں کرتا۔

؎ حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیّری ⁂ بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی
(اقبال) ...+

★ آخری فتح حق کی ہی ہوگی:

جلّ جلالہ

ظالموں کی پشت پر جو طاغوتی طاقتیں اور جھوٹے خدا ہیں وہ تو خود ہی مٹنے والے ہیں، اور خدا لازوال حقیقت ہے۔ اس لیے آخری فتح بہر حال حق ہی کی ہوگی، وقتی طور پر چاہے حق و عدل کو شکست

ہو جائے لیکن ایک دن حق اور عدل ہی کو سارے عالم پر غالب آنا ہے۔

★ .... (فصل الخطاب)

★ اِسی لیے جناب رسولِ خدا ص نے فرمایا:

"اگر قیامت کے آنے میں ایک بھی باقی رہ جائے گا تو بھی خدا میری نسل سے ایک شخص کو ظاہر کرے گا، جس کا نام میرا نام ہوگا، جو دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔" (متفق علیہ حدیث)

★ .... (صواعقِ محرقہ، صحیح ترمذی)

ے مجذوبِ فرنگی نے باندازِ فرنگی مھدی کے تخیل سے کیا زندہ وطن کو
اے تو! کہ ہے مھدی کے تخیل ہی سے بیزار ⁂ نومید نہ کر آہوئے مشکیں ختن کو

★ .... (اقبال)

★ محققین نے اِس آیت سے یہ نتیجے نکالے کہ (۱) خدا کی اطاعت کرنے والے کبھی نقصان میں نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ خداوندِ عالم کی ذات ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ اِس لیے خدا سے منھ موڑ کر جھوٹے خداؤں کے بل پر زندگی گذارنے والے کبھی ابدی دائمی حقیقی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔

★ .... (تفہیم القرآن)

(۲) اللہ جلّ جلالہٗ کا فضل و کرم کبھی کفّار کے ساتھ نہیں ہوتا، بلکہ خدا ہمیشہ مومنین کی مدد فرماتا ہے کیونکہ کفّار باطل پر ہیں اور مومنین حق پر ہیں۔ کفّار قانونِ فطرت کے خلاف انکارِ حق کا عمل کرتے ہیں اور مومنین نظامِ کائنات اور فطرتِ انسانی کے مطابق اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔

(تفسیر نمونہ)

(۳) ایک اصول یہ دریافت کیا گیا کہ اللہ حق ہے اور خدا کا غیر باطل ہے۔ اِس لیے جو اللہ سے اطاعت کا تعلق رکھتا ہے وہ حق ہے، اور جو اللہ سے اطاعت کا تعلق نہیں رکھتا وہ باطل ہے۔

★ .... (تفسیر المیزان)

★ اور آخر میں خدا کا فرمانا: "عَلِیُّ الْکَبِیْرُ"

"عَلِیّ" کے معنی رفعت و بلندی کے ہیں

ے جرمن کا فلسفی "نطشے" مراد ہے

www.drhasanrizvi.com

خدا کی ذات علی ہے ۔ یعنی : وہ ______

(۱) ہمارے تصوّرات سے (بھی کہیں زیادہ) بلند (مرتبہ) ہے ۔

(۲) وہ صاحبِ قدرت و سَطوَت ہے ______ اور

(۳) خدا کے ارادے کے سامنے کھڑے ہونے کی کسی کو ہمت نہیں ۔

★ اور "کَبِیْر" بھی خدا کی صفت ہے جو خدا کی عظمت اور قدرت کی طرف اشارہ کرتی ہے ۔

اب جو خدا "علی" بھی ہو، اور "کبیر" بھی ہو، وہ اپنے بندوں کی مدد کرنے پر ضرور قادر بھی ہوگا ۔ اور ایمان دشمنوں کو فنا کرنے پر بھی قادر ہوگا ۔ اِس لیے خدا کے بندوں کو خدا کے وعدوں پر مطمئن رہنا چاہیئے ۔

★ (مفردات القرآن امام راغب)

★ (لغات القرآن نعمانی)

★ (تفسیر نمونہ)

★ "وَمَنْ عَاقَبَ" یعنی جو بدلہ میں سزا دے جس قدر اس کو دی گئی پس دونوں جگہوں پر عقوبت کا اطلاق مجالست کے لیے ہے ۔ ورنہ پہل کرنا عقوبت نہیں ہوتا ۔ مروی ہے کہ محرم سے ابھی چند دن باقی تھے کہ مشرکینِ مکہ سے چند مسلمانوں کی ملاقات ہوئی پس مشرکین نے سوچا کہ حرمت والے مہینے میں وہ ہم سے لڑ نہیں سکیں گے ۔ لہٰذا ہم پہل کر کے اُن کو قتل کردیں ۔ مسلمان پہلے تو کہتے رہے کہ حرمت والے مہینے میں ہمیں نہ چھیڑو لیکن جب باز نہ آئے تو مسلمانوں نے جوابی حملہ کر کے ڈھیر کر دیا ۔ اور خدا نے اُن کو اُن پر فتح یاب کر دیا ۔ آیتِ مجیدہ میں اسی کا اعلان ہے ۔

★ هُوَالْحَقُّ : یعنی : خدا کی ذات ٹھوس حقیقت ہے ۔ وہی خدا تو سچ مچ خدا ہے اور اُس کے علاوہ جس قدر معبود بنائے گئے ہیں سب باطل ہیں پس خدا کو سب کچھ کرنے کا حق حاصل ہے اور وہ جو چاہے کرسکتا ہے ۔

★ ---- (تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ (۶۳) تو کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصۡبِحُ آسمان سے پانی کو اُتارا، پھر زمین
الۡاَرۡضُ مُخۡضَرَّةً ؕ اِنَّ ہری بھری ہوگئی؟ حقیقتاً خدا
اللّٰهَ لَطِيۡفٌ خَبِيۡرٌ ۚ‏ ﴿۶۳﴾ بڑا لطف و کرم کرنے والا، انتہائی
دقیق اور غیر محسوس طریقوں سے اپنے ارادوں کو پورا کرنے والا، اور ہر
بات کی پوری پوری خبر رکھنے والا ہے۔

★ وہی خدا ہے جو اپنے بندوں کی تمام انفرادی، اجتماعی، ذاتی، قومی، جسمانی، روحانی، مادی، غیر مادی، اخلاقی، ایمانی تمام قسم کی ضرورتوں سے پوری طرح واقف ہے، اور اپنی مہربانی کے سبب بڑے باریک طریقوں سے اُن ضرورتوں کے پورا ہونے کا بندوبست فرماتا ہے۔۔۔ (تفسیر ماجدی)

نتائج و تعلیمات:

(۱) محققین نے اِس آیت سے ایک لطیف اشارہ نکالا ہے کہ جس طرح خدا کی یہ برسائی ہوئی بارش کا ایک چھینٹا سوکھی مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے، وہی خدا اس عرب کی بنجر زمین کو اسلام کی تعلیمات سے ایک ایسا گلزار بنا دے گا کہ ساری دنیا میں اِس زمین سے اخلاق و کردار، علم و معرفت کی بہاریں پھیل جائیں گی۔ ★.... (تفہیم القرآن)

(۲) پھر آخر میں خداوندِ عالم کا خود کو "لطیف" فرمانا۔ یعنی وہ غیر محسوس طریقوں سے اپنے ارادے پورے کرنے والا ہے۔ یعنی اُس کے کام کے آغاز سے کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اُس کا انجام اتنا بڑا ہوگا۔ مثلاً لاکھوں بچے پیدا ہوتے ہیں کون جان سکتا تھا کہ اُن میں ایک بچہ ابراہیمؑ بھی ہے جو تین چوتھائی دنیا کا روحانی پیشوا ہوگا، اور کون سمجھ سکتا تھا کہ چنگیز خان یورپ و ایشیا کو برباد کرے گا۔ اور کولمبس امریکہ کی دریافت کرے گا۔ (تفہیم القرآن)

www.drhasanrizvi.com

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي (۶۴) اُسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے
الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ اور جو کچھ بھی کہ زمین میں ہے، اور بلا شبہ
الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۚ۶۴ اللہ ہی بے نیاز ہے۔ (یعنی وہ کسی کا ع ۷ / ۱۵
محتاج نہیں۔ وہ تعریف کا حقدار اور اپنی ذات میں آپ قابلِ تعریف ہے۔
(یعنی: نہ تو وہ کسی کی تعریف کا محتاج ہے اور نہ وہ کسی کی تعریف کرنے سے قابلِ تعریف ہوا ہے)

اللہ کا غنی و حمید ہونے کے معنی

خداوندِ عالم کے "غنی" ہونے کے معنی یہ ہیں کہ خدا کسی کا محتاج نہیں۔ اور "حمید" ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی ذات میں خود قابلِ تعریف ہے خواہ کوئی تعریف کرے یا نہ کرے۔ (وہ کسی کی تعریف کا بھی محتاج نہیں)
..... (تفہیم القرآن)

"غنی" تو ہر صاحبِ دولت ہوتا ہے مگر خدا کا غنی ہونا اس معنی میں ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ (۲) نہایت فیاض، سخی اور سب کو بے پناہ فائدہ پہنچانے والا ہے۔
(۳) اسی لیے وہ لائقِ تعریف بھی ہے۔ (۴) پھر تمام دولتمندوں کی دولت خدا ہی کی دی ہوئی ہے مگر خدا "غنی" اس معنی میں ہے کہ اُس کا مال خود اُس کا اپنا ہے کسی کا دیا ہوا نہیں۔
(۵) امیر لوگ اگر مال خرچ کرتے ہیں تو اپنے کسی فائدے کے لیے کرتے ہیں۔ یہ صرف اللہ ہی ہے کہ جو بے حساب نعمتیں رکھتا ہے اور بے حساب عطا فرماتا ہے مگر اس میں اُس کا اپنا کوئی فائدہ مطلوب نہیں ہوتا۔ وہ صرف لوگوں کو فائدے پہنچانے کے لیے عطا فرماتا ہے۔ اسی لیے وہ لائقِ تعریف ہے۔
..... (تفسیر نمونہ)

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ✲ وز ہر چہ گفتہ ایم، و شنیدیم و خواندہ ایم

www.drhasanrizvi.com

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ (۶۵) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے
مَّا فِي الْاَرْضِ وَ الْفُلْكَ قابو میں دے دیا ہے جو کچھ بھی کہ زمین میں
تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ ہے (مثلاً) اُس نے کشتی کو ایک قاعدے
وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ قانون کا پابند بنا دیا ہے کہ وہ اُسی کے
عَلَي الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ حکم سے سمندر میں چلتی بہتی اور تیرتی ہے
اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ اور وہی اللہ آسمان (یعنی) تمام عالمِ بالا
رَّحِيْمٌ ۝۶۵ کو اس طرح تھامے اور روکے ہوئے ہے کہ
اُس کی اجازت کے بغیر وہ زمین پر نہیں گر سکتا۔ واقعاً اللہ لوگوں پر بڑا شفیق، بڑا مہربان اور بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔

نظامِ کائنات

سارا نظامِ کائنات صرف اللہ کے ارادے کی وجہ سے قائم ہے۔

یعنی: وہی خدا جس نے ساری کائنات کو انسان کی خدمت پر لگا دیا ہے، تمام برّی و بحری قوتوں کو انسان کے سامنے بےبس کر دیا ہے۔ وہ تم پر بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ ★.... (تفسیر ماجدی)

★ آسمان سے مراد ابر و بارش کو بھی لیا گیا ہے۔ ★.... (راغب - تاج)

★ آج کی جدید سائنس کی معلومات کے اعتبار سے نظامِ کشش تمام اجرامِ فلکی کو روکے ہوئے ہے۔ تو یہ نظامِ کشش بھی تو خدا ہی کی تخلیق ہے۔ اگر خدا چاہے تو اپنے اِس نظامِ کشش کے توازن کو ختم کر دے تو تمام اجرامِ سماوی ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا ہو جائیں۔ غرض آیت کا مفہوم یہ ہے کہ کائنات کا پورا نظام صرف اللہ کے ارادے کی وجہ سے قائم ہے۔ وہ جب جس لمحہ چاہے اسے ختم کر سکتا ہے۔
★.... (فصل الخطاب)

www.drhasanrizvi.com

وَهُوَ الَّذِيٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿۶۶﴾

(۶۶) اور وہی (اللہ) ہے جس نے تمھیں زندگی عطا کی، پھر تمھیں موت دے گا، پھر تمھیں (دوبارہ) زندگی دے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی ناشکرا اور (ایسی ٹھوس) حقیقتوں کا منکر ہے۔

نتائج اور تعلیمات

محققین نے نتیجے نکالے کہ خدا کا زندگی اور موت کا نظام بیان کرنے کے بعد انسان کو ناشکرا کہنا بتاتا ہے کہ:۔

(۱) کائنات کا پورا نظام خدا کی عظیم نعمت و رحمت ہے۔

(۲) موت کوئی بری چیز نہیں بلکہ یہ بھی خدا کی نعمت ہے۔ کیونکہ موت پہلی زندگی کے بعد ایک وقفہ سکون ہے ابدی زندگی کی طرف بڑھنے کے لیے۔ (فصل الخطاب)

(۳) انسان کی سب سے بڑی ناشکری یہ ہے کہ وہ نظامِ کائنات کو دیکھتا ہے، اُس کے فائدے خوب سمیٹتا ہے مگر اُس کے بنانے والے اور نعمتوں کے دینے والے کا حقِ شکر ادا نہیں کرتا، بلکہ اُس کے احکام سے غافل ہی رہتا ہے ----(مؤلف)

ع جانتا ہوں ثوابِ طاعت و زُہد ٭ پر طبیعت اِدھر نہیں آتی ----(غالب)

(۴) یہ آیتیں اللہ کی قدرت کو ثابت کرتی ہیں۔ (۵) اسی بنیاد پر ایماندار بندوں کی مدد کرنے کو ثابت کرتی ہیں

(۶) یہ آیتیں توحید اور قیامت دونوں کو ثابت کر رہی ہیں۔ کیونکہ بارش کے اثرات سے مردہ زمینوں کا زندہ ہو کر لہلہا اُٹھنا مردوں کے زندہ ہونے کی واضح دلیل ہے اور نظامِ کائنات کی ہم آہنگی توحید کی واضح دلیل ہے۔ (۷) انسان کی عام عادت یہ ہے کہ وہ انکارِ حق کی راہ اختیار کرتا ہے۔

(۸) بحری جہازوں کے ذریعہ انسانی زندگی کی ضروری اشیاء کا نقل و حمل۔ جو پہلے بھی تھا اور آج بھی ہے۔ ----(تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ (۶۷) (غرض) ہر قوم کے لیے ہم نے ایک
نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي عبادت کا طریقہ مقرر کیا ہے، جسے وہ
الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ اختیار کیے ہوئے ہے، اس لیے انھیں
إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ﴿٦٧﴾ آپ سے جھگڑا نہ کرنا چاہیے۔ آپ تو انھیں
اپنے پالنے والے مالک کی طرف بلاتے رہیئے۔ حقیقتاً آپ سیدھے راستے پر ہیں۔

شانِ نزول

اِس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ قبیلہ خزاعہ کے کافروں نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ: تمھیں یہ کیا ہوگیا ہے کہ تم اپنے مارے ہوئے جانور تو کھالیتے ہو، اور جسے اللہ نے مارا ہے یعنی مردار نہیں کھاتے؟ اس پر یہ آیت اُتری

* .... (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۰ بحوالہ الجوامع)

عبادت کے طریقوں کا مختلف ہونا

یہاں صرف اُن مذہبی جماعتوں کا ذکر ہے جو اپنا معبود تو اللہ ہی کو سمجھتی ہیں، مگر اُن کی عبادت کے طریقے مسلمانوں کی عبادت کے طریقوں سے مختلف ہیں۔ اُن سے کہا جارہا ہے کہ اتنی سی بات پر جھگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سب طریقے خدا ہی کی عبادت کے ہیں۔ اور اِن کی تعلیم بھی خدا ہی نے دی تھی

* .... (فتح الرحمان۔ فصل الخطاب)

"مَنسَك" کے معنی صرف قربانی "ہی نہیں ہیں، بلکہ بندگی کا وسیع مفہوم بھی اس کے معنی میں شامل ہے۔ غرض منسک" یعنی طریقۂ بندگی" یہی" شریعت" کے معنی بھی ہیں۔

* .... (تفہیم القرآن۔ تفسیر انوار النجف)

* یہی بات خداوند عالم نے سورۂ مائدہ میں اِس طرح فرمائی: "لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ

www.drhasanrizvi.com

شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ط" (سورۂ مائدہ آیت ۴۸)

یعنی: "ہم نے تم میں سے ہر ایک (قوم) کے لیے ایک شریعت اور ایک راہِ عمل (منہاج) مقرر کی"

اب مطلب یہ ہوا کہ جس طرح پہلے انبیاءؑ اپنے اپنے دور کے لیے ایک "منسک" (طریقۂ زندگی) لائے تھے، اسی طرح اے رسولؐ! اس دور میں تم ایک "منسک" (شریعت، طریقۂ زندگی) لائے ہو۔ اس لیے اب کسی کو آپؐ سے جھگڑنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اسی حقیقت کو سورۂ جاثیہ میں یوں فرمایا:

" ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ " (سورۂ الجاثیہ آیت ۱۸ پ ۲۵)

یعنی: (پھر انبیاءِ بنی اسرائیل کے بعد اے محمدؐ!) "ہم نے تم کو ایک شریعت (طریقۂ زندگی) پر قائم کیا پس تم اسی کی پیروی کرو۔ اور اُن لوگوں کی پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔")

شریعتوں میں تبدیلیوں کا فلسفہ

خداوندِ عالم نے جو زمانے اور حالات کے بدلنے پر شریعتوں میں تبدیلیاں فرمائی ہیں یہ تبدیلیاں معاذاللہ خدا کی کمزوری یا ناتجربہ کاری کی دلیل نہیں ہیں بلکہ انسانی معاشرے کے ارتقاء اور تکامل کی دلیل ہیں۔

اور آخر میں خدا کا یہ فرمانا کہ: "آپؐ اپنے پالنے والے مالک کی طرف بلاتے رہیں۔"

یعنی، کافروں و مشرکوں کے احمقانہ اعتراضات کی پرواہ کیے بغیر آپؐ اپنا کام جاری رکھیں۔ اُن کی ذرہ برابر پرواہ نہ کریں۔ کیونکہ آپؐ سیدھے راستے پر ہیں، اور اللہ اِن بدمعاشوں کی حرکتوں کو خوب اچھی طرح سے جانتا ہے۔

اور اگلی آیتوں میں واضح فرمادیا کہ خدا خود اُن کے اختلافات کا فیصلہ قیامت میں فرمادے گا۔ غرض اِن آیتوں کے مخاطب خود رسولؐ بھی ہیں اور اُن کے مخالفین بھی۔ ...... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَإِنۡ جَٰدَلُوكَ فَقُلِ ٱللَّهُ (۶۸) اور (اب) اگر وہ آپؐ سے خواہ مخواہ
أَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُونَ ﴿۶۸﴾ بحث مباحثہ اور جھگڑا کریں تو آپؐ
فرمادیں کہ: "جو کچھ تم کررہے ہو وہ اللہ خوب
اچھی طرح سے جانتا ہے۔

ٱللَّهُ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ يَوۡمَ (۶۹) اللہ قیامت کے دن تمھارے
ٱلۡقِيَٰمَةِ فِيمَا كُنتُمۡ فِيهِ درمیان اُن (سب باتوں) کا فیصلہ
تَخۡتَلِفُونَ ﴿۶۹﴾ کردے گا جس میں تم ایکدوسرے سے
اختلاف کرتے رہے ہو۔

آیت ۶۸: عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ "ایسے حق دشمن لوگ جو قطعاً طلبِ حق کا جذبہ ہی نہیں رکھتے، اُن سے بحث و مباحثہ ترک کردینا چاہیئے۔
★ ---- (تفسیر ماجدی)

" فَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡجَٰهِلِينَ " یعنی: (جاہلوں سے علیحدگی اختیار فرمائیں)

★ "جاہل" سے مراد وہ لوگ نہیں جو حق کو جانتے نہیں ہیں، بلکہ جاھلین سے مراد وہ لوگ ہیں جو حق کو جاننا ہی نہیں چاہتے۔ ★ (مؤلف)

آیت ۶۹: "فیصلہ" سے یہاں مراد علمی مشاہدہ ہے۔ ورنہ دلائل و براہین کے اعتبار سے تو دنیا ہی میں حق و باطل کا فیصلہ ہوچکا ہے۔ وہاں یہ فیصلہ بالکل واضح اور ظاہر ہوگا کہ کسی کو جراتِ انکار تک نہ ہوسکے گی۔ ★ (تفسیر ماجدی)

www.drhasanrizvi.com

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ فِىۡ كِتٰبٍ‌ؕ اِنَّ ذٰ لِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ‏ ﴿۷۰﴾

کیا تمھیں معلوم نہیں کہ آسمان اور زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ ایک کتاب میں محفوظ ہے اور واقعہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ (کرنا) اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔

خدا کے علم و قدرت کی وسعت

* جب پوری کائنات پر خدا ہی کو حکومت حاصل ہے اور اُس کا علم بھی کامل ہے، تو پھر اُس کے لیے سارے انسانوں کا فیصلہ کر دینا کیا مشکل کام ہے، جبکہ وہ ہر چیز پر قادر بھی ہے۔
* .... (فصل الخطاب)

* اِس آیت میں خدا کے علم کی وسعت کو بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ اصل بات یہ ہو رہی ہے کہ خدا قیامت کے دن تمام اختلافات کا فیصلہ فرما دے گا، تو اس مشکل ترین معاملے کے فیصلہ کرنے کے لیے لامحدود علم درکار ہے، اِس لیے فرمایا کہ: "کیا تمھیں معلوم نہیں کہ اللہ زمین و آسمان میں ہر چیز سے واقف ہے"؟

* **اہم نتیجہ:** دوسری بات یہ بتائی گئی کہ کائنات کو اِس طرح بنایا گیا ہے کہ یہاں کوئی چیز ضائع ہونے والی نہیں ہے۔ ہر چیز محفوظ کی جا رہی ہے۔ جدید سائنس سے بھی معلوم ہوا ہے کہ ہزاروں سال پہلے انسان کے گلے سے نکلی ہوئی کمزور سے کمزور آواز تک فنا نہیں ہوئی، بلکہ اسی فضا میں محفوظ ہے۔ گویا یہ فضا بھی علمِ خدا کی ایک تختی یا لوحِ محفوظ ہے۔ پھر کیونکہ یہ بات سمجھنا بہت مشکل ہے اس لیے فرمایا کہ: اللہ کی لامحدود قدرت کے لیے سب کام آسان ہیں۔
* .... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ (٧١) اور وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اُن کی
اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ بندگی کر رہے ہیں جن کے لیے نہ تو
سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ کوئی دلیل ہی اُتاری گئی ہے اور نہ
عِلْمٌ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ وہ اُس کے متعلق کوئی علم ہی رکھتے
مِنْ نَّصِيْرٍ (٧١) ہیں۔ اور اُن ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہے۔

★ اب اُن جماعتوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کا معبود اللہ نہیں، بلکہ اُن کا خدا خود اُن کے ہاتھوں یا دماغوں کا تراشا ہوا ہے جس کی کوئی علمی بنیاد نہیں، اور نہ جس کے لیے اللہ نے کوئی دلیل یا سند اتاری ہے۔ ★ ..... (تفسیر ماجدی)

★ ردِ شرک : مطلب یہ ہے کہ نہ تو کسی آسمانی کتاب میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ہم نے فلاں فلاں کو اپنے ساتھ خدائی میں شریک کر لیا ہے، اِس لیے تم ہمارے ساتھ فلاں فلاں کی بھی عبادت کر لیا کرو، اور نہ کسی علمی، عقلی، یا سائنٹفک طریقے سے یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ کچھ لوگ واقعی خدا کی خدائی میں خدا کے حصے دار ہیں۔ یہ صرف گھڑے ہوئے خدا ہیں جن کے صفات اور اختیارات بھی از خود گھڑ لیے گئے ہیں۔ یہ سب اٹکل پچو جاہلانہ گمان ہیں جو کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ ★ (تفہیم القرآن)

★ آیت کا حاصل یہ ہے کہ مشرکوں کے تمام دعوے کسی دلیل یا علم پر مبنی نہیں ہیں۔ اور جو بات بلا دلیل ہو، وہ "قبیح" بُری اور غلط ہوتی ہے ___ اور ___ "نصیر" کے معنی دلیل و بُرہان کے بھی ہوتے ہیں کیونکہ عقلی اور منطقی دلیلیں حقیقت کو پا لینے میں مددگار ہوتی ہیں۔ (تفسیر کبیر۔ تفسیر المیزان)

★ "نصیر" کے معنی: مددگار، رہنما کے بھی ہوتے ہیں جو اُنھیں راستہ دکھا کر منزلِ مقصود تک پہنچائے۔ ★ .... (تفسیر نمونہ ٢)

www.drhasanrizvi.com

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا (۷۲) اور جب بھی اُن کو ہماری صاف اور

بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِىْ وُجُوْهِ واضح آیتیں، دلیلیں اور حقیقتیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ سنائی جاتی ہیں، تو اُن منکرینِ حق کے

يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ چہروں پر تم ناگواری کے آثار محسوس کرو گے

يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قریب ہوگا اور ایسا محسوس ہوگا کہ بس

قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ابھی ابھی وہ اُن پر حملہ ہی کر بیٹھیں گے جو

ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ اُنھیں ہماری آیتیں سُناتے ہیں، آپ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ اُن سے کہیے کہ کیا میں اِس سے بھی

الْمَصِيْرُ (۷۲) زیادہ بُری خبر تمھیں سُنادوں؟ وہ جہنم ع ۹

کی آگ ہے، اللہ نے اُس کا وعدہ اُن لوگوں کے لیے کر رکھا ہے جو کافر

(یعنی) ابدی حقیقتوں کو دل سے قبول کرنے سے انکاری ہیں۔ اور وہ (آگ)

بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔

حق دشمنی کی جلن اندھے تعصّب کا نتیجہ

یعنی کلامِ الٰہی کی آیات سُن کر

جو غصّے کی جلن تم کو جلاتی رہتی ہے اُس سے کہیں زیادہ جلانے والی چیز جہنّم کی آگ ہے۔

* ..... (تفہیم القرآن)

★ کافروں اور حق دشمنوں کو قرآن سُن کر جلن اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اپنے جاہلانہ باطل عقیدوں سے اندھی محبت رکھتے ہیں۔ قرآن کے واضح منطقی دلائل سُن کر اُن کو اپنے غلط عقیدوں کے بُت ٹوٹتے پھوٹتے

www.drhasanrizvi.com

نظر آنے لگتے ہیں۔ اس لیے ان میں جلن کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر ان میں حق کی تلاش کا جذبہ ہوتا تو بجائے نفرت کے ان کے چہروں پر خوشی کے آثار نمایاں ہوتے۔ مگر بُرا ہو اندھے تعصب، ضد، ہٹ دھرمی اور کج بحثی کا کہ بجائے غور و فکر کرنے کے وہ احمق دز گاشتی، اور ہاتھا پائی پر اتر آتے ہیں، آستینیں چڑھا کر، ہاتھ اٹھا کر حملے کرتے ہیں۔

(تفسیر نمونہ) ....*

★ ـــــ جہالت کی انتہاء :

جب انسان جہالت کی انتہاء پر پہنچ جاتا ہے تو حق بات سن کر بجائے خوش ہونے کے یا دلیل دینے کے مکّے لہراتا ہے۔ یہ طرزِ عمل خود اس بات کی دلیل ہوتا ہے کہ اُس کے پاس کوئی عقلی منطقی دلیل نہیں، اس لیے عقل کے بجائے ہاتھ پیروں سے کام لے رہا ہے۔ دلائل کے بجائے تشدد پر اُتر آتا ہے۔

★ نیز یہ کہ خدا نے اس آیت میں مضارع کا صیغہ استعمال فرما کر یہ بتلا دیا کہ کفّار اور مشرکین کا یہ طرزِ عمل وقتی نہیں، بلکہ ہمیشہ اُن کا یہی حال احوال رہتا ہے۔ ایسوں کے لیے حضورِ اکرمؐ سے فرمایا جا رہا ہے کہ اُن کو یہ جواب دیں کہ :

" قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ "

یعنی: کہہ دیجیے کہ کیا میں تم کو اس سے بھی بُری بات بتلادوں، وہ آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ بُری بازگشت (بُرا ٹھکانہ) ہے۔

(تفسیر نمونہ) ....*

★ حقیقت بھی یہی ہے کہ ایسے حق دشمنوں کو اصل جواب صرف جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہی دے سکتی ہے۔ یعنی: "گوشتِ خر را دندانِ سگ" (گدھے کے گوشت کے لیے کتّے کے دانت درکار ہوتے ہیں) (مؤلف)

www.drhasanrizvi.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَٱسۡتَمِعُواْ لَهُۥٓۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَن يَخۡلُقُواْ ذُبَابًا وَلَوِ ٱجۡتَمَعُواْ لَهُۥۖ وَإِن يَسۡلُبۡهُمُ ٱلذُّبَابُ شَيۡـٔٗا لَّا يَسۡتَنقِذُوهُ مِنۡهُۚ ضَعُفَ ٱلطَّالِبُ وَٱلۡمَطۡلُوبُ ﴿٧٣﴾

(۷۳) اے انسانو! ایک مثال دی جاتی ہے، اُس کو غور سے سنو! یہ جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر (خدا سمجھ کر) پکارتے ہو، وہ تو ایک مکھی تک پیدا نہیں کر سکتے، چاہے وہ سب کے سب اس کام کے لیے اکٹھے ہی کیوں نہ ہو جائیں، بلکہ اگر کوئی مکھی اُن سے کوئی چیز چھین کر لے جائے، تو وہ اُس سے اُس چیز کو چھڑا تک نہیں سکتے، مدد مانگنے والے (بچاری) بھی کمزور اور جن (خداؤں) سے مدد مانگی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔

جھوٹے خداؤں کی بے بسی

اِس آیت میں جھوٹے خداؤں کی بے بسی کو بڑے دلچسپ انداز سے بیان فرمایا ہے۔ اور مشرکین کے نظریات کو بڑے واضح انداز میں باطل ثابت کیا گیا ہے۔ بھلا ایسا کمزور اور بے بس خدا جو ایک مکھی کے مقابلے میں شکست کھا جائے، ساری کائینات پر خدائی کر سکتا ہے؟

★ مفسّرین نے "طالب" سے مکھی مراد لی ہے، اور "مطلوب" سے بُت۔ کیونکہ مکھیاں بُتوں پر لگی ہوئی اپنی خوراک کھانے کے لیے اُن پر بیٹھتی ہیں۔ مگر بعض دوسرے مفسّرین نے "طالب" سے بُت مراد لیے ہیں اور "مطلوب" سے مکھی۔ کیونکہ بُت مکھی جیسی حقیر چیز

www.drhasanrizvi.com

بھی پیدا نہیں کر سکتے۔"

"مگر پہلا مطلب زیادہ صحیح ہے۔"

★ **اصل غلطی** : حقیقت میں بتوں کو خدا سمجھنے کی حماقت اِس لیے ہوئی کہ اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کو نہ پہچانا۔ اگر اُنھوں نے اللہ کی قدرت، حکمت، شانِ کبریائی، اُس کی رحمانیت، رحیمیت، خالقیت اور مالکیت کی شان کو پہچان لیا ہوتا تو وہ ایسے بے بس، مجبور، لاچار خود ساختہ کاٹھ کے اُلوؤں کو اپنا خدا نہ مانتے۔

★ ..... (تفسیر نمونہ)

★ فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ کفّار اور قریشِ مکّہ اپنے بتوں پر، جو کعبہ کے ارد گرد تھے، مشک اور عنبر مل دیتے تھے۔ یغوث بُت تو کعبہ کے دروازے کے بالکل سامنے تھا اور یعوق بُت کعبہ کے دائیں طرف نصب تھا۔ اور ایک بُت بائیں طرف۔ قریش اُن سب بتوں کو سجدے کرتے، پھر تلبیہ پڑھتے لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكَ هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ

یعنی : اے اللہ! ہم حاضر ہیں، ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں سوا اُس کے جس کو تو اختیار کرلے، مگر وہ اختیار نہیں رکھتا۔

★ پھر اللہ نے ایک سبز مکھی پیدا کردی جس کے چار پر تھے۔ وہ اُس مشک و عنبر کو کھا گئی جو اُنھوں نے بتوں کے اوپر ملا ہوا تھا۔ اِس پر یہ آیت اُتری۔

★ .... (تفسیر صافی صفحہ ۳۴۰ بحوالہ کافی)

★ پس یہ آیت بھیج کر اُن کو متنبہ کیا اور اپنی توحید کی دعوت دی کہ جو مل جُل کر ایک مکھی پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، بلکہ اگر مکھی اُن سے کچھ چھین لے تو وہ اُس سے واپس نہیں لے سکتے، حالانکہ طلب کرنے والی مکھی اور مطلوب بُت سب ضعیف و کمزور ہیں تو ایسوں کو پوجنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

★ .... (ملخص از تفسیر انوار النجف)

www.drhasanrizvi.com

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖ ؕ (۷۴) (غرض) اُن لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ پہچانی، جیسا کہ اُس کو پہچانا جانا چاہیے (یا) اُنھوں نے اللہ کی اُس شان و شوکت ہی کو نہیں جانا، جو اُس کے شایانِ شان ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿۷۴﴾ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑی قوّت والا، ہر چیز پر غالب اور بڑی عزّت والا ہے۔

ردِّ شرک اور اصل غلطی : مکھی کی مثال دے کر خدا فرما رہا ہے کہ اُنھوں نے اللہ کو جیسا پہچاننا چاہیے تھا، اُس طرح نہ پہچانا۔ اِس لیے اُن کا خدا کا تصوّر اِس قدر پست ہوگیا کہ بے وقعت اور بے بس چیزوں کو خدا یا خدا کا شریک مان لیا۔ اگر اُن میں اللہ کی تھوڑی سی بھی معرفت ہوتی تو کم سے کم ایسی بے حقیقت چیزوں کو خدا ماننے کا تصوّر بھی نہ کرسکتے تھے کیونکہ اللہ تو وہ ہے جو لامحدود طاقتوں اور قدرتوں کا مالک ہے۔ قوی ہے، عزیز ہے۔ بھلا بے بس، لاچار بُت جو ایک مکّھی کا بھی مقابلہ نہیں کرسکتے، وہ خدا یا اُس کے شریک کیسے ہوسکتے ہیں۔؟ — پھر یہ صرف مٹّی، پتّھر کے بتوں پر ہی منحصر نہیں ہے، تمام معبودانِ باطل جیسے فرعون و نمرود یا تمام طاغوتی طاقتیں مل کر بھی ایک مکّھی کو پیدا نہیں کرسکتیں اور نہ مکّھی سے کوئی چیز چھین لینے پر قدرت رکھتے ہیں، اِن سب جھوٹے معبودوں کو خدا مان لینا از خود اِس بات کی واضح دلیل ہے کہ اُنھوں نے خدا کی عظمت و قدرت کی قدر نہ کی، کیونکہ وہ خدا کو پہچان ہی نہ سکے۔ (تفسیرِ نمونہ)

★ حضرت علیؑ نے فرمایا: "اَوَّلُ الدِّیۡنِ مَعۡرِفَتُهٗ" (دین کا پہلا قدم خداوندِ عالم کو پہچاننا ہے۔) (نہج البلاغہ)

معرفتِ الٰہی : اگر جدید سائنس میں بیالوجی یا فزیالوجی کی کتب کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ مکّھی کے دماغ کی ساخت، اُس کے اعصاب کا جال اور نظامِ تنفّس، نظامِ ہاضمہ ایک ہوائی جہاز کی ساخت سے بھی کہیں زیادہ پیچیدہ ہوتا ہے۔ ایسے بھی چھوٹے چھوٹے کیڑے ہیں کہ جن کی چھ سو کے قریب آنکھیں ہیں اور یہ چھ سو آنکھیں ایک سوئی کی نوک کے حجم کے برابر ہیں، تو اُن کی آنکھیں کتنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں کا مجموعہ ہے۔ اور تمام آنکھوں کا تعلق دماغ سے ہے۔ وہ آنکھیں عمل بھی کرتی ہیں اور ردِّ عمل بھی۔ آج کوئی ایسا حقیر جانور بنا کر دکھائے؟ (تفسیرِ نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ (۷۵) رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۷۵﴾

اللہ فرشتوں میں سے بھی اپنے پیغامات لے جانے والے منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ بلاشبہ اللہ بڑا سننے والا، اور بہت ہی باریک بیں ہے۔

خدا ہی منتخب کرتا ہے

خدا کا فرمانا کہ: "خدا فرشتوں اور انسانوں میں سے اپنے رسولوں کو چھانٹ لیتا ہے۔" یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انبیاءِ کرام کے پاس خدا کی وحی اور پیغامات لے کر آتے ہیں۔

★ .... (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۱)

★ پھر ———— اُن سے خاص طور پر مراد حضرت جبرئیلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت اسرافیلؑ اور حضرت عزرائیلؑ ہیں۔ ★ .... (تفسیر قمی)

★ خداوندِ عالم تمام آدمیوں میں سے ایسے رسول چھانٹتا ہے جو لوگوں کو دینِ خدا کی طرف بلاتے ہیں اور جو کچھ خدا اُن پر وحی فرماتا ہے، وہ اُسے لوگوں کو جوں کا توں پہنچا دیتے ہیں۔ ★ .... (تفسیر صافی صفحہ ۳۲۱)

★ رسولوںؑ سے مراد تمام انبیاءِ کرامؑ بھی ہیں اور اُن کے اوصیاءِ کرامؑ بھی۔ اُن میں خاص الخاص حضرت محمد مصطفیٰؐ، نیز حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ یہ پانچوں اولوالعزم (بلند درجہ کے) خدا کے رسولؑ ہیں اور انبیاءِ کرامؑ کے اوصیاء میں حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ خاص الخاص درجہ اور خصوصیت رکھتے ہیں۔

★ .... (تفسیر قمی)

★ محققین نے نتیجہ نکالا:

★ خدا کسی کو خواہ مخواہ اندھا دھند اپنا رسولؑ نہیں بنایا کرتا۔ اور نہ یہ ہوتا ہے کہ کیونکہ کسی کو رسول بنالیا ہے اس لیے وہ اب معصوم ہوگیا۔ خدا ہر کسی کی صلاحیتوں کی بنا پر اپنا رسولؑ بناتا ہے۔

★ .... (تفسیر صافی، تفسیر قمی)

www.drhasanrizvi.com

آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین نے خدا کی مخلوقات میں سے جن جن کو اپنا خدا بنا رکھا ہے خواہ وہ ملائکہ ہوں یا انبیاءِ کرامؑ ہوں، اُن کی حیثیت اِس سے زیادہ کچھ نہیں کہ: (١) وہ خدا کے احکام پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔

(٢) خدا نے اُن کو اپنی اِس خدمت کے لیے چُن لیا ہے۔ مگر یہ فضیلت اُن کو خدا کا شریک نہیں بنا سکتی۔

(٣) تیسرے یہ کہ ملائکہ ہوں یا انبیاء کرامؑ اگر تم اُن کو اللہ کے ہاں سفارشی سمجھ کر بھی پوجتے ہو، تو بھی یہ غلط ہے۔ اِس لیے وہ بھی خدا کی اجازت کے بغیر خدا کے سامنے سفارش تک نہیں کر سکتے۔ اِس لیے وہ نہ تو خدا کے شریک ہو سکتے ہیں اور نہ لائقِ عبادت۔ پس وہ خدا کے مقرّب بندے (خادم) اور خدا کے رسولؑ ہیں۔

* .... (تفہیم القرآن)

شانِ نزول

* ——— اِس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ:

" ولید بن مغیرہ جو مشرکین کا دماغ سمجھا جاتا تھا، بڑا عالم اور ذہین انسان تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ: "ہم جیسوں کو چھوڑ کر وحی محمدؐ جیسے یتیم اور مفلوک الحال انسان پر کیسے نازل ہو گئی"؟

* ایسے احمقوں کو بتلایا جا رہا ہے کہ خدا، انبیاءؑ اور فرشتوں کو اپنے پیغامات پہنچانے کے لیے خود منتخب فرماتا ہے۔ وہ بھی اُن کی قابلیّت اور اہلیّت کو دیکھ کر۔

* ——— تفسیر کبیر امام رازی، تفسیر قرطبی
* ——— تفسیر ابو الفتوح رازی، تفسیر روح المعانی
* ——— اور تفسیر نمونہ وغیرہ

www.drhasanrizvi.com

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ (۷۶) وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۷۶

وہ جانتا ہے جو کچھ کہ اُن کے سامنے ہے اور جو کچھ کہ اُن سے چھپا ہوا ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف تمام معاملات (فیصلہ کے لیے) لوٹائے جاتے ہیں (یعنی کائینات کے تمام اُمور مکمل طور پر خدا ہی کے اختیار میں ہیں۔)

انبیاءِ کرامؑ اور فرشتوں کی حیثیت

آیت کے آخری فقرے نے یہ بتا دیا کہ فرشتے اور انبیاءِ کرامؑ اگرچہ خاص امتیازی مقام رکھتے ہیں مگر اس کے باوجود اللہ کے سامنے بالکل عاجز اور بے بس ہیں۔ کیونکہ وہ بھی خدا کی نگرانی اور احتساب کی قیود میں مقیّد ہیں۔ ★..... (تفسیر ماجدی)

★ اور آخر میں خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ "سارے معاملات خدا ہی کی طرف لوٹتے ہیں" یعنی تمام اختیارات اور تمام معاملات خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ ہر چھوٹا بڑا معاملہ خدا ہی کے سامنے فیصلے کے لیے پیش ہوتا ہے۔ اِس لیے اگر کچھ مانگنا ہے تو صرف خدا سے مانگو۔ ★..... (تفہیم)

؎ بتوں سے تجھ کو اُمیدیں خدا سے نومیدی ※ مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟ (اقبالؔ)

★ پھر آخر میں فرمایا: "وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ" (اور تمام معاملات فیصلے کے لیے اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔)

یہ شاید اس لیے فرمایا "تاکہ سب خوب جان لیں کہ فرشتے اور پیغمبرؐ بھی اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کے شریک نہیں۔ لامحدود اختیارات کے مالک نہیں۔ اسی لیے سورۃ الجن میں ارشاد فرمایا: "اللہ کسی کو اپنے غیب کے راز نہیں بتایا کرتا سوائے اپنے چُنے ہوئے پیغمبروں کے، جن سے وہ راضی ہے (مگر) اُن پر بھی وہ ایسے نگراں مقرر کرتا ہے جو اُن کے آگے پیچھے رہتے ہیں تاکہ یہ پتہ چلے کہ وہ خدا کے احکامات (جوں کے توں) پہنچاتے ہیں یا نہیں جبکہ اللہ خود اُن کی ہر بات سے واقف ہے۔"
(سورۃ الجن آیت ۲۷-۲۸، پ ۲۹)

www.drhasanrizvi.com

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱرْكَعُوا (۷۷) اے ایماندارو! یعنی اے ابدی حقیقتوں
وَٱسْجُدُوا وَٱعْبُدُوا رَبَّكُمْ کو دل سے ماننے والو! (خدا کی بارگاہ میں)
وَٱفْعَلُوا ٱلْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ رکوع اور سجدے کرو اور اپنے پالنے والے
تُفْلِحُونَ ۩ (۷۷) مالک کی بندگی (یعنی) مکمل اطاعت کرو۔

اچھے اچھے کام کرو تاکہ شاید تم ہر طرح کی بہتری اور بھرپور ابدی کامیابی حاصل کر لو۔★

السجدة عند الشافعی

ایمان کی حقیقت

فرزندِ رسولؐ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خداؐ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمام اعضاء و جوارح پر ایمان لانا فرض قرار دیا ہے۔ پھر ایمان کو تمام اعضاء جوارح پر تقسیم کر دیا ہے۔ (مثلاً) چہرے پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ اوقاتِ نماز میں دن رات خدا کے لیے سجدہ کرے۔ جبکہ سجدہ ایسی جامع عبادت ہے کہ اس میں چہرہ، ہاتھ، بازو سب ہی مصروفِ عبادت ہو جاتے ہیں۔" (بلکہ سر کے بالوں سے لیکر پیروں کے انگوٹھوں اور ایڑیوں تک سب اعضاء مصروفِ عبادت ہوتے ہیں۔) ★ . . . . (تفسیر صافی ص ۳۴۱)

★ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ: "سورۃ الحج میں دو سجدے ہیں اگر کوئی شخص ان دونوں سجدوں کو نہ کرنا چاہے تو پھر وہ یہ سورۃ بھی نہ پڑھے۔"

★ . . . . (الجوامع)

★ "شاید" (کا مطلب) جب خدا فرمائے

★ خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" (شاید تم کو مکمل کامیابی نصیب ہو)

★ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ کامیابی حاصل ہونا مشکوک ہے۔ بلکہ یہ شاہانہ اندازِ بیان ہے۔ جب بادشاہ کسی غلام سے یہ کہدے کہ تم فلاں کام کرو شاید تمھیں فلاں عہدہ مل جائے، تو ملازم کے گھر

★ ۳۲

www.drhasanrizvi.com

خوشی کے شادیانے بجنے لگتے ہیں۔

٭.... (تفہیم القرآن)

★ امامِ شافعی، امام احمد، عبداللہ ابنِ مبارک کے نزدیک یہ آیت، آیتِ سجدہ ہے۔

★ جبکہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، حسن بصری، سعید ابنِ مسیّب، سعید ابنِ جُبیر، ابراہیم نخعی اور سفیان ثوری اِس آیت کو آیتِ سجدہ نہیں سمجھتے۔

٭.... (تفسیر کبیر امام رازی)

صرف اکیلا خدا ہی لائقِ عبادت ہے

یہاں پر خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: "اپنے پالنے والے مالک کی عبادت کرو۔" یہاں پر " رب " یعنی پالنے والا مالک " کہنا، اِس بات کا ثبوت ہے کہ وہی لائقِ عبادت ہے، جو پالنے والا مالک ہے۔ یعنی: " رب " کہکر اپنی عبادت کے تقاضے پر دلیل قائم فرمائی۔ اِس طرح یہ بھی ثابت کردیا کہ ساری کائینات کا وہی اکیلا مالک ہے۔ اور وہی اکیلا عبادت کے لائق ہے۔

" خَیر " نیک کام سے مراد: خداوندِ عالم کا یہ فرمانا کہ: " وَافعَلُوا الخَیرَ " یعنی " نیک کام کرو "۔ تو نیک کام سے مراد ہر نیک کام ہے۔

٭ البتّہ حضرت ابنِ عبّاس نے روایت فرمائی کہ جناب رسولِ خدا نے ارشاد فرمایا کہ:

" یہاں پر " نیک کام سے خاص طور پر مراد صلۂ رحمی (یعنی) اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا' اور " مکارمِ اخلاق " یعنی: اعلیٰ ترین اخلاق پیدا کرنا ہے۔" دیکھا جائے تو اِن دونوں باتوں میں تمام نیک کام از خود داخل ہوجاتے ہیں۔

٭.... (تفسیر نمونہ)

www.drhasanrizvi.com

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۚ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ۚ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرٰهِيمَ ۚ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِينَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِي هٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۚ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ ۖ هُوَ مَوْلٰكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيرُ (۷۸)

(۷۸) اور اللہ کی راہ میں جہاد (یعنی) بھرپور کوشش کرو، ایسی کوشش کہ جو اُس کے لیے کرنی چاہیے (کیونکہ) خدا نے تم کو امتیاز بخشا ہے اور تمھارے لیے دین میں کوئی تنگی یا دشواری بھی نہیں رکھی ہے۔ یہ تمھارے دادا یا مورثِ اعلیٰ ابراہیم کا دین ہے۔ انھوں نے پہلے ہی سے تمھارا نام "مسلم" (یعنی خدا کا فرمانبردار) رکھا ہے۔ اور اِس (قرآن) میں بھی (تمھارا نام یہی ہے) تاکہ اللہ کے رسولؐ تم پر گواہ ہوں، اور تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہو۔ پس نماز کو پابندی کے ساتھ ادا کر کے اُس کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور اللہ سے خوب مضبوطی کے ساتھ وابستہ رہو (کیونکہ) وہی تمھارا حاکم، مالک اور آقا ہے۔ اور وہ بہت ہی اچھا سرپرست، حاکم اور مددگار ہے۔

جہاد۔ کوشش کا مفہوم آیت کا مفہوم یہ ہے کہ دین کے کاموں میں سستی اور بے ادبی کو

www.drhasanrizvi.com

داخل نہ ہونے دو۔ بلکہ ہر کام پوری مستعدی، توجّہ، حضورِ قلب اور اخلاصِ نیت سے انجام دو۔
٭ ---- (معالم - بیضاوی)

نتائج و تعلیمات

عرفا نے نتیجہ نکالے کہ: (۱) یہ آیت مجاہدۂ نفس، مجاہدۂ قلب بلکہ ہر قسم کے مجاہدے پر حاوی ہے۔ ٭ (تفسیر کبیر امام رازی)

(۲) نیز معلوم ہوا کہ اسلام ایسا دین ہے جو کسی قوم یا قبیلے کے لیے مخصوص نہیں۔ بلکہ یہ دین ہر انسان کے لیے ہے۔ گویا دینِ اسلام عالمگیر بھی ہے اور ہمہ گیر بھی۔ ٭.... (بیضاوی)

(۳) خوف کی وجہ سے بھی انسان کبھی کبھی حق سے ہٹ جاتا ہے۔ اس لیے اِس آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مومن کو غیرِ خدا سے نہ خوف کی ضرورت ہے نہ کچھ طلب کرنے کی۔
٭ ---- (ملخّص از جصّاص، روح المعانی)

جہاد سے مراد فقط قتال نہیں ہوتا۔ بلکہ جہاد کے معنی جد و جہد یا سخت کوشش کے ہوتے ہیں۔ اس لفظ سے

(۴) یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حق کی مخالفت کرنے والی کچھ طاقتیں ضرور ہیں جن کے مقابلے پر کوشش کرنا ضروری ہے۔ مزاحمت کرنے والی طاقتیں وہ ہیں جو خدا کی اطاعت اور رضامندی کی تلاش کی مخالف ہیں۔ اُن کو شکست دے کر ہی انسان اللہ کی اطاعت کر سکتا ہے۔

سب سے پہلے مزاحمت کرنے والی طاقت خود انسان کا اپنا نفس ہے۔ جو ہر وقت خدا سے بغاوت پر تُلا ہی رہتا ہے۔ اسی لیے جنابِ رسولِ خدا ص جنگ سے واپسی پر فرمایا کرتے تھے۔

"تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آ گئے ہو۔"

پوچھا گیا کہ: یا رسول اللہ ص! یہ جہادِ اکبر (بڑا جہاد) کیا ہوتا ہے؟

فرمایا: "مُجَاهَدَةُ الْعَبْدِ هَوَاهُ" یعنی: "آدمی کا خود اپنی پست خواہشاتِ نفس کے خلاف جد و جہد کرنا۔" گویا جہاد کے معنی بہت وسیع ہیں۔ حق کے خلاف ہر کام کرنے والی

www.drhasanrizvi.com

طاقت کے خلاف کوششیں کرنا جہاد ہے (خواہ وہ نفس کے خلاف جہاد ہو یا ظاہری حق دشمنوں کے خلاف مقاومت کرنا ہو)

★..... (تفہیم القرآن)

ے بڑے موذی کو مارا نفسِ آمارہ کو گر مارا ✻ نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا ؟

★ خداوندِ عالم یہ فرماتا ہے کہ: "دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں ہے"

پچھلی اُمتوں کے علماءِ دین نے تمھارے فکر و خیال پر جو پابندیاں اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر لگادی تھیں اور جو معاشرے کی ترقی کو کھا گئی تھیں، نیز علمی ترقی کو روک رہی تھیں، اُن سب کی قطعی نفی کر دی گئی ہے۔ ایک بہت ہی سادہ آسان واضح فطری عقیدہ اور قانون تمھیں دے دیا گیا ہے، جو کسی طرح تمھاری کسی ترقی کو نہیں روکتا۔ بلکہ اور تمھیں آگے بڑھاتا ہے (علم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ مادّی اور اخلاقی دونوں ترقیوں پر اُبھارتا ہے)

اِسی بات کو اور سادہ الفاظ میں یوں ارشاد فرماتا ہے:

"اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَكۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ یَاۡمُرُهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهٰىهُمۡ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیۡهِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ كَانَتۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِهٖ وَعَزَّرُوۡهُ وَنَصَرُوۡهُ وَاتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَهٗ ۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۠" (سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷ پ۹)

یعنی: "وہ لوگ جو رسولِ نبیِ اُمّی کی پیروی کرتے ہیں جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ اُنھیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے روکتا ہے، اور اُن کے لیے پاک پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور گندی اور نقصان دہ چیزوں کو اُن پر حرام کرتا ہے اور اُن پر سے اُن کے بھاری بوجھ کو اُتارتا ہے جو اُن پر (خواہ مخواہ) لدے ہوئے ہیں پس وہ لوگ جو اُس پر ایمان لائے ہیں اور اُن کی تعظیم کرتے ہیں

www.drhasanrizvi.com

اور اُس کی مدد کرتے ہیں، اور اُس نور کی اتباع کرتے ہیں جو اُس کے ساتھ نازل کیا گیا۔ وہی تو وہ لوگ ہیں جو نجات یافتہ (فلاح پانے والے) ہیں۔" (اعراف ۱۵۷)

سوال :۔" خدا نے ہمیں ملّتِ ابراہیمی کیوں فرمایا ؟

یہ اِس لیے : (۱) قرآن کے اوّلین مخاطب عرب تھے جو حضرت ابراہیم سے سب سے زیادہ مانوس تھے۔

(۲) سارے عرب حضرت ابراہیم کو مانتے تھے گویا : یہودی، عیسائی، صابئین، مشرکین سب آپ پر متفق تھے، اور کسی دوسرے شخص کو سارے کے سارے عرب نہیں مانتے تھے۔

(۳) مشرکینِ عرب بھی یہ مانتے تھے کہ حضرت ابراہیم بت پرست نہ تھے۔ بت پرستی کا رواج عمرو بن لحی سے شروع ہوا بنی خزاعہ کا سردار تھا۔ اُس کا زمانہ پانچ چھ سو سال قبلِ مسیح کا تھا۔ اِس لیے قرآن کہتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی پیروی کرو، وہی اصل ملّت ہے جو حق ہے۔ بعد والی اُمتیں بعد کی ایجادات ہیں۔ مگر اِس آیت کے مخاطب صرف عرب نہیں سارے انسان ہیں اور

★ آخر میں خداوند عالم کا یہ فرمانا کہ" وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ " یعنی : اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ یعنی خدا ہی کی مکمل اطاعت کرو۔ اُسی سے ڈرو اور اسی سے تمام توقعات وابستہ رکھو، اور اُسی سے مدد مانگو اور اُسی پر بھروسہ رکھو۔

(تفہیم القرآن)

٭ ۔ ۔ ۔ ۔

تفسیرِ اہلبیتؑ

کے اعتبار سے جنابِ رسولِ خداؐ، اُئمہء اہلبیتؑ پر گواہ ہیں۔ اور ائمہء اہلبیتؑ ساری اُمت پر گواہ ہیں۔ جنابِ رسولِ خدا قیامت کے دن یہ گواہی دیں گے کہ میں نے خدا کی شریعت اور دین کو ائمہء اہلِ بیتؑ کے حوالے کیا تھا، اور ائمہء اہلِ بیتؑ کی گواہی یہ ہوگی کہ ہم نے شریعتِ محمدؐ کو بعد کے لوگوں تک بالکل ویسے ہی پہنچایا جس طرح ہم تک پہنچی تھی ہم نے اُس میں نہ کوئی کمی کی، نہ زیادتی۔ حرف حرف کی حفاظت کی اور دین کی تبلیغ کرتے رہے اسی وجہ سے ہمیں ہر ممکن طریقے سے ستایا گیا۔ ہمیں گھروں سے نکالا گیا، قید کیا گیا، ہر ممکن ظلم و ستم روا رکھا گیا

www.drhasanrizvi.com

ہیں، ہمارے بچّوں سمیت قتل کیا گیا، مصائب کے پہاڑ ہم پر توڑے گئے۔ لیکن ہم نے یہ سب مصائب تیرے دین کی حفاظت کے لیے برداشت کیے۔ اور لوگوں تک صحیح دین پہنچا دیا۔

★..... (تفسیر انوار النجف)

ڈوب کر پار اُتر گیا اسلام ※ آپ کیا جانیں کربلا کیا ہے؟

حاصلِ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح ہر نبیؐ اپنی اُمّت کے لیے اُسوۂ حسنہ کا بہترین نمونہ ہوا کرتا ہے، اِسی طرح تم (اے مسلمانو!) ساری دنیا کے لیے مثالی کردار کا نمونہ بنو، اور یوں تمام اُمّتوں پر گواہ ہو۔ (مطابق تفسیر نمونہ)

مگر ائمہ اہلِ بیتِ رسولؐ نمایاں طور پر حقیقی اور اوّلین معنی میں ساری عالمِ انسانیت کے لیے رسولِ اکرمؐ کے بعد بہترین نمونۂ عمل اور خدا کے گواہ اور خدا کی نشانیاں ہیں۔

★.... (مطابق تفسیر اہلبیتؑ)

★.... (تفسیر برہان، تفسیر نمونہ)

★ ہمارے دور کے عظیم مفکّر "برناڈ شا" نے مسلمان قوم کے لیے کہا تھا: "بدترین قوم، بہترین دین"۔ پوری مسلمان قوم نہ پہلے کبھی تمام دنیا کے لیے مثالی کردار کی حامل تھی اور نہ آج ہے۔ (مؤلف)

★ قرآن مجید نے بھی ساری اُمّتِ مسلمہ میں سے صرف اور صرف ائمہ اہلِ بیتؑ کی طہارت و کردار کا کلمہ پڑھا۔ (حوالہ آیۂ تطہیر۔ القرآن) (سورۃ الاحزاب آیت ۳۳ پ ۲۲)

★ خدا نے ساری اُمّتِ مسلمہ میں سے صرف آلِ محمدؐ کی مودّۃ و محبّت کا حکم دیا۔ (حوالہ سورۃ شوریٰ آیت ۲۳)

★ اور رسولِ اکرمؐ نے صرف اپنے اہلِ بیتؑ کو قرآن کا ساتھی قرار دیا۔ (بحوالہ حدیثِ ثقلین مسلم شریف)

★ اور انہی ائمہ و اہلِ بیتِ رسولؐ کو جناب رسولِ خداؐ نے کشتیٔ نوحؑ کی مثال اور واحد ذریعۂ نجات قرار دیا۔

★.... (بحوالہ حدیثِ سفینہ از صواعق محرقہ)

جنھیں حقیر سمجھ کر بجھا دیا تم نے ※ وہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی۔

الحمدُ لِلّٰہ آج مورخہ ۳ نومبر ۱۹۹۹ء / ۲۴ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ چہارشنبہ ۱۲ بجکر ۴۳ منٹ پر ستر ہواں پارہ مکمل کتابت کیا۔ والسّلام علیکم

★ کاتب ——— جعفر زیدی ۳۶ بی لانڈھی فون ۵۰۴۰۸۶۹ ★